UNIVERSAL LIBRARY
OU_188858
UNIVERSAL LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۲۲۶۹۴۱ Accession No. ۵۴۹۷

Author م . ق . مرسی خان G 792

Title صبح بہار

This book should be returned on or before the date last marked below.

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا

اسلامی خلافت کا کارنامہ

دوسرا حصہ تیسری جلد

فتح مبین

مرتبہ

جناب والا حاجی محمد موسیٰ خاں صاحب رئیس دتاولی ضلع علی گڑھ

(سابق ٹرسٹی و ممبر سنڈیکیٹ مدرسۃ العلوم مسلمانان علی گڑھ و سابق آنریری سکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ و سابق ممبر مسلم یونیورسٹی کورٹ علی گڑھ و سابق ممبر مجلس منتظمہ و ممبر اردو اکیڈمی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی و مصنف رسائل و کتب متعددہ)

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

شروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ میں طبع ہوئی

۱۳۶۰ھ
۱۹۴۱ء

دیگر تصانیف

مُصنّفِ ہٰذا

(یعنی جناب الحاجی محمد موسیٰ خاں صاحب مدظلہٗ)

اس سلسلہ کی دوسری کتابیں (اسلامی خلافت کا کارنامہ حصّہ اوّل جلد اوّل و دوم) اور دیگر مفید اور دلچسپ رسائل مصنّف صاحب سے ان کے دار الرّیاست (دتاولی، ڈاک خانہ خاص، ضلع علی گڑھ) کے پتہ پر مل سکتی ہیں۔

۷۸۶

فہرست مضامین

(فتح مبین)

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	گزارشِ احوال	۱
۲	تمہید	۲۱
۳	**پہلا باب** نزول سکینہ، مصالحت اور پھر جنگ	۲۳
۴	پہلی فصل صلح حدیبیہ	۲۴
۵	دوسری فصل حدیبیہ سے واپسی سورۂ انا فتحنا کا نزول صلح نامہ کی ترمیم	۳۵
۶	تیسری فصل یہودیوں سے مختتم جنگ اور فتح خیبر	۵۱
۷	چوتھی فصل	۶۸
۸	**دوسرا باب** عمرۃ القضا یا جھگڑے کا عمرہ رحمۃ للعالمین	۷۴
۹	پہلی فصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافۃ الناس کے لیے رسول۔ بنی آدم کے اتحاد کی کوشش۔ اہتمام اشاعت اسلام	۷۵
۱۰	دوسری فصل حبشہ اور مصر کے فرماں رواؤں کو فرمان	۸۲
۱۱	تیسری فصل بادشاہ ایران کے نام فرمان	۹۲
۱۲	چوتھی فصل شاہ یمن کو فرمان	۹۷
۱۳	پانچویں فصل یمن، شام اور عرب کے مختلف حکمرانوں کو فرمان	۱۰۱
۱۴	چھٹی فصل رومی فرماں روا کے نام فرمان	۱۱۲
۱۵	ساتویں فصل چند مختلف فرمان	۱۱۹
۱۶	**تیسرا باب** استکبار اور رعونت کو شکست	۱۲۵
۱۷	پہلی فصل متکبر نصاریٰ سے جنگ غزوۂ موتہ۔ غزوۂ تبوک اور دومۃ الجندل سے صلح	۱۲۹
۱۸	دوسری فصل مشرکین مکہ کی طرف سے بدعہدی اور شرک کا دائمی استیصال۔ فتح مکہ	۱۴۴
۱۹	تیسری فصل جنگِ حنین۔ اوطاس اور طائف	۱۶۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۰	**چوتھی فصل** صاحبزادہ ابراہیم کی پیدائش اور وفات اور سورۂ کوثر کا نزول	۱۸۲
۲۱	**پانچویں فصل** مختلف سریوں کا مختلف مقامات کو بھیجنا پہلا سریہ۔ مہم خالد ابن ولید دوسرا سریہ۔ مہم عبداللہ ابن حذافہ تیسرا سریہ۔ مہم ابوموسیٰ اشعری اور معاذ ابن جبل چوتھا سریہ۔ مہم خالد ابن ولید وحضرت علی پانچواں سریہ۔ مہم جریر ابن عبداللہ	۱۸۶
۲۲	**چھٹی فصل** وفدوں کا آنا۔ بنی تمیم عبدالقیس بنی حنیفہ۔ حمیر۔ اشعریین قبیلہ دوس۔ عدی ابن حاتم۔	۱۹۹
۲۳	**چوتھا باب** کتاب الحج	۲۱۰
۲۴	**پہلی فصل** حج کا فرض ہونا۔ اس کا زمانہ اور اس کے فوائد	۲۱۱
۲۵	**دوسری فصل** مکہ کی حفاظت کے قیود و شرائط	۲۲۴
۲۶	**تیسری فصل** حجۃ الوداع	۲۳۵
۲۷	**چوتھی فصل** ربا کی حرمت	۲۵۶
۲۸	**پانچواں باب** زکوٰۃ	۲۶۰
۲۹	**پہلی فصل** زکوٰۃ کا فرض ہونا	۲۶۰
۳۰	**دوسری فصل** ارباب حکومت کو ایک اور اسوۂ حسنہ	۲۶۴
۳۱	**چھٹا باب** بشریت ختم۔ وفات	۲۶۸
۳۲	**پہلی فصل** حضور کو وفات کی اطلاع	۲۶۸
۳۳	**دوسری فصل** مرض کا آغاز اور حضور کی مصروفیت	۲۷۲
۳۴	**تیسری فصل** اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ فی الرفیق الاعلیٰ	۲۸۶
۳۵	**چوتھی فصل** تجہیز و تکفین اور دفن	۲۹۲

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

فتحِ مبین

گزارشِ احوال

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ ۝	جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور تو دیکھے
وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ	لوگوں کو داخل ہوتے ہیں اللہ کے دین میں
فِي دِينِ اللهِ أَفْوَاجًا ۝	فوج فوج پھر تسبیح کر اپنے رب کی حمد کے ساتھ
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ	اور اُس سے بخشش مانگ۔ حقیقت میں وہ ہے
إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝ (قرآن مجید سورہ نصر)	پھر آنے والا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ! غور سے دیکھو تو ابتداء آفرینش سے کرۂ ارض پر بکھرا ہوا بنی نوع انسان، کم سے کم جیسی اس کی تاریخ ملتی ہے، مختلف دریا مختلف زمانوں میں اپنی رنگ برنگ تہذیبوں اور رنگ برنگ تمدنوں میں صاف بکھرا ہو

منقسم نظر آئے گا اور ہر تہذیب اور ہر تمدن کسی خاص مصلح سے متعلق ظاہر ہو جائے گا۔ اسلام سے پہلے کے یہی مصلحان تہذیب ہیں جن کو اسلامی اصطلاح میں نبی یا رسول کہا جاتا ہے اور ان ہی انبیا اور رسولوں علیہم السلام کی مناسبت سے جدا جدا مقامی یا قومی یا وقتی تہذیب و تمدن کے مختلف علقے جدا جدا "مذہب" کہلائے جاتے ہیں اور یہی جدا جدا "مذہب" اپنے اپنے عہد کی خلافت کے دور کہے جاتے ہیں۔ آدم کی خلافت کے متعلق قرآن مجید کی آیت "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً" کی شرح کرتے ہوئے تفسیر کشاف میں علامہ زمخشری لکھتا ہے "لان آدم کان خلیفۃ اللہ فی ارضہ وکذالک کل نبی" اس لیے کہ آدم زمین پر اللہ کے خلیفہ تھے اور اسی طرح تمام نبی۔"

اس توضیح سے ظاہر ہو گیا کہ "اسلامی خلافت کا کارنامہ" اس کتاب میں "خلافت" سے مراد کوئی شخص یا خاندانی یا مقامی خلافت یا ایسی کسی خلافت کی حمایت نہیں ہے بلکہ یہاں "اسلامی خلافت" سے وہ عظیم الشان تہذیب اور وہ عظیم الشان تمدن اور وہ عظیم الشان ادارہ مراد ہے جس کا نام "اسلام" ہے اور جو کرۂ ارض پر ہر جگہ عالم انسانیت پر حاوی نظر آتا ہے اور جس کی مکمل عملی صورت تمام و کمال حضور رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس شخصیت میں مل سکتی ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کو قرآن مجید میں عالم انسانیت کے واسطے اسوۂ حسنہ بتایا گیا ہے اور جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے ایسا مکمل قانون اور ضابطہ چھوڑ گئے ہیں جس کو قرآن مجید کہا جاتا ہے، جس پر پورا پورا عملدرآمد کرنے سے کرۂ ارض پر انسانی مخلوق کی سلامتی اور امن کا دوامی مکمل انتظام ہو سکتا ہے اور جس کی حفاظت رب العالمین کے ہاتھ میں ہے اور رہا ہے مسلمانوں پر کیسا ہی سخت سے سخت وقت گزر لیا مگر اس ساڑھے تیرہ سو برس

کے عرصہ میں اسلام کے مستحکم ترین نظام تامہ قرآن مجید میں ایک شوشہ کے برابر بھی فرق نہیں آیا۔

"اسلامی خلافت کا کارنامہ" جس کے دکھانے کی اس ضخیم کتاب میں کوشش کی جا رہی ہے اور جس کی ترتیب کے متعلق ۱۳۴۰ھ ہجری سے برابر کام کیا جا رہا ہے اس کی متذکرہ "اسلامی خلافت" درحقیقت بنی نوع انسان کی تہذیب بنی نوع انسان کے تمدن کے مذکورہ بالا سلسلہ کی ایک خاص کامیاب، نمایاں، بیش بہا زرّیں کڑی ہے اور جس میں یہ تخصیص ہے کہ یہ اسلامی خلافت۔ مقامی، قومی اور وقتی فتنہ انگیز خصوصیت سے بالاتر اور سودیشی بدیشی عناد انگیز جزئیات سے ارفع و اعلیٰ ہے اور بلا تخصیص مقام و زمان سارے کے سارے عالم انسانیت پر حاوی ہونے اور سارے انسانوں کو باہم محبت کرنے کے طریقے سکھانے اور عالمگیر بھائی چارہ کے اندر توحید کے عالمگیر جھنڈے کے ماتحت سارے بنی آدم کو متحد کر دینے کی مدعی ہے۔ اسلامی خلافت کے ادارہ کے اندر قرآن مجید اور اسوہ حسنہ رحمۃ للعالمین کے بتائے ہوئے سارے نیک کام "قومی" اور "سودیشی" حیثیت رکھتے ہیں چاہے وہ یورپ کے کسی ملک میں سرزد ہوتے ہوں یا افریقہ کے کسی ملک میں یا امریکہ کے کسی حصہ میں یا ایشیا کے کسی ٹکڑے میں اور ساری برائیاں غیر قومی اور بدیشی ہیں چاہے وہ ہندوستان کے رہنے والوں سے سرزد ہوتی ہوں یا انگلستان کے رہنے والوں سے یا خاص عرب کے رہنے والوں سے سرزد ہوتی ہوں۔ اس لیے کہ اسلامی خلافت کا دعویٰ ہے کہ وہ سارے جہانوں کے پروردگار "رب العالمین" کا بھیجا ہوا عظیم ادارہ ہے جو بنی نوع انسان کی ہدایت کے واسطے "رحمۃ للعالمین" صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے بھیجا گیا ہے اور کرۂ ارض اور اس پر رہنے والا انسان "عالمین" کا ادنیٰ سا جزء ہے! اور یہ آدمی اپنی جنس کی حیثیت سے زمین کے

انتظام کے واسطے اللہ کا خلیفہ ہے۔

"اسلامی خلافت کا کارنامہ" اس پر دُنیا کے مدبّروں نے ہمیشہ نہایت عمیق نگاہ ڈالی ہے اور آج بھی نام نہاد "علمی دُنیا" میں "اسلامیات" ایک جداگانہ اہم مخصوص علمی شعبہ کی حیثیت رکھتا ہے جس پر دوست اور دشمن لکھنے والے برابر کام کرتے رہے ہیں اور کام کرتے رہیں گے۔ اس لیے کہ اس سے دنیوی سلامتی اور امن اور دنیوی انتظام کے لیے نتائج برآمد ہوتے ہیں اور دوسری طرف دُنیا کے غیر مُسلم مدبّرین حیرت سے دیکھ رہے ہیں کہ بغیر کسی نام نہاد (up to date) وقتی دِکھنودُو انتظام کے "اسلام" تمام ادیانِ سابقہ کو چھانٹتا ہوا آگے بڑھا چلا جا رہا ہے اور کُرۂ ارض پر پھیلے ہوئے انسان کو برابر اپنے اثر کے ماتحت لے رہا ہے اور سارے کُرۂ ارض پر پھیل گیا ہے اور اسلام کی اس حیرت انگیز کامیابی کو دُنیا کے مدبّرین غور سے دیکھ رہے ہیں اور اس کے اسباب کی تلاش میں مصروف ہیں۔

"اسلامی خلافت کا کارنامہ" اس کتاب میں بھی اسلامی تہذیب اور اسلامی تمدّن کے ایسے محاسن دکھانے کی کوشش کی جا رہی ہے جو اسلامی کامیابی اور اسلامی عالمگیر پھیلاؤ اور ترقّی کے حقیقی اسباب ہیں تاکہ آج کا نام نہاد "تعلیم یافتہ" لیکن اسلامیات سے ناواقف طبقہ اس پر عمیق نظر ڈالے اور اپنی دُنیا اور دین میں کامیابی کے ذرائع معلوم کرلے۔ اس ضخیم کتاب کی ترتیب کا خیال کن اثرات کے ماتحت پیدا ہوا اور اس کے مختلف اجزا کس طرح، کس زمانہ میں قلمبند ہو کر شائع ہوتے رہے۔ اس کے متعلق اُن اجزا میں "دیباچہ" "التماس" "گزارش" وغیرہ ابتدائی ضمنوں میں مفصّل بتایا جا چکا ہے۔ اس کتاب کے دوسرے حصّہ کی دوسری جلد "مصطفائی کمال" کے "عرضِ حال" میں لکھا گیا تھا "بنی نوع انسان کے مصلحِ اعظم جناب نبی عربی محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف کے حالات

۱۳۳۶ھ ہجری سے وفات شریف تک اور باقی ہیں جن میں سے مذہبی، اخلاقی اور انتظامی اصلاح کو پیش نظر رکھ کر اور خوشہ چینی کرنا ہے۔" اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے اس میں بھی کامیابی عطا فرمائی اور تقریباً تین برس پانچ مہینے کی مدت آخر ربیع الاول ۱۳۴۸ھ ہجری سے آخر شعبان ۱۳۵۱ھ ہجری تک یہ جزو "فتح مبین" کے نام سے مکمل ہوگیا اور یکم رمضان ۱۳۵۱ھ ہجری کو اس مکمل جز پر دہلی کے مقام اس پر میں نے دستخط ثبت کر دیئے۔ اس کتاب کی ترتیب میں زیادہ وقت اس لئے صرف ہوا کہ ایک طرف اس کتاب کے مواد کے متعلق تفتیش و تجسس کے متعلق کام ہوتا رہا اور مشکلات کا سامنا ہوا اور دوسری طرف بعض خانگی اور ذاتی تفکرات کا ماحول اس کے ناچیز مؤلف پر طاری رہا جس میں ایک میری منجھلی بیٹی آمنہ شرفانیہ کی مسلسل طویل علالت بھی ہے جس کے سبب سے دتاولی اور علی گڑھ چھوڑ کر کبھی دیرہ دون جانا پڑا اور کبھی دہلی قیام کرنا پڑا اور اس کتاب کا اکثر و بیشتر حصہ انہی دونوں مقامات میں قلمبند کیا گیا اور آخری تکمیل دہلی میں ہوئی۔ درحقیقت یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس اُسوۂ حسنہ کا طفیل ہے کہ جاہے عالمِ انسانیت کے دشمنوں نے آپ کو کتنی ہی مشکلات میں مبتلا کیا مگر حضور صلعم برابر اپنے فرض منصبی میں اور بنی نوع انسان کی بھلائی میں مصروف رہے اور عظیم الشان کامیابی حاصل کی اور اسی اسوۂ حسنہ کا اثر ہے کہ گیارہ برس سے باوجود مشکلات کے کتاب پر برابر کام ہو رہا ہے ورنہ میں کہاں اور یہ عظیم الشان انسانی فائدہ رسانی کا مستقل کام کہاں!

"فتح مبین" کی تکمیل کے ساتھ اس کتاب کا دوسرا حصہ جس میں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا "اسوۂ حسنہ" ہے تین جلدوں میں مکمل ہوگیا جس میں حضور صلعم کے ایسے حالات شریف جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن سے

مذہبی، اخلاقی، معاشی، تمدنی اور انتظامی دوامی اصلاحوں کا پتہ لگتا ہے۔

کتاب کے اس حصّہ فتح مبین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس اسوہ حسنہ کے سلسلہ پر نگاہ ڈالو تو تم کو اسلامی خلافت کے کارنامہ کی خاص جھلک نظر آئے گی، جس سے حضور صلعم کی عظیم الشان شخصیت اور انسانی سلامتی و امن کے عالمگیر و دوامی انتظام کے لیے حیرت انگیز عزم و استقلال کی ایسی نور ریز شکل سامنے آئے گی کہ عقل حیران ہو جائے گی۔

کتاب کے ابتدائی باب میں تم دیکھو گے کہ عالم انسانیت کے دوامی انتظام کے منصرم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے موقع ملتے ہی کس طرح اپنے نہیں بلکہ دینی دشمنوں تک سے نہایت نرم شرائط پر صلح کرلی۔ اُن دینی دشمنوں سے جن دشمنوں نے حضور صلعم کے ساتھ اور حضور صلعم کے ہمراہ کام کرنے والوں، آپ کے اہل بیت اور دوستوں کے ساتھ ہمیشہ انتہائی شقاوت کا برتاؤ کیا۔ ہجرت سے پہلے مکہ کی زندگی میں کون سی شقاوت اور کون سا ظلم تھا جو مکہ کے کفار نے حضور صلعم اور آپ کے اہل بیت عظام اور صحابہ کرام کے مقابلہ میں اُٹھا رکھا تھا۔ یہاں تک کہ ان مظالم سے تنگ آکر حضور صلعم نے مکہ اپنا آبائی وطن چھوڑ دیا اور ہجرت کرکے مدینہ کو تشریف لے آئے تاکہ وہاں بیٹھکر سکون کے ساتھ حضور صلعم عالم انسانیت کی سلامتی اور امن کا انتظام کرسکیں مگر مکہ کے ان دینی دشمنوں نے مدینہ میں بھی بار بار حضور صلعم کے کام میں رخنہ پیدا کیا اور تاریخی واقعات شاہد ہیں کہ مکہ کے کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں بار بار خونی مظاہرے کیے اور بدر، اُحد اور احزاب کی تباہی خیز جنگیں برپا ہوئیں۔ جن میں بار بار مکہ کے کفار مدینہ پر چڑھکر آتے رہے۔ کفار مکہ کے یہ فوجی حملے کس درجہ شدید تھے اور ان حملوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر جان و

مال کا نقصان ہوا اُس کا اندازہ اسی طرح کیا جا سکتا ہے کہ ایک لڑائی میں حضرت حمزہ جیسے مخلص اور جاں باز اور بہادر عزیز جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ سے دلی موانست تھی وہ بھی شہید ہو گئے جس کا حضور صلعم کو انتہائی صدمہ ہوا۔ اور کفار مکہ اس طرح علانیہ مسلسل اٹھارہ برس تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کاموں میں مداخلت بے جا کا نہ صرف ارتکاب کرتے رہے بلکہ ایسا خونی مظاہرہ کرتے رہے جس سے ملکی سلامتی دامن سب کا سب تہ و بالا ہو گیا ایسے شقی دشمنوں سے صلح نامہ حدیبیہ کی شکل میں، انتہائی نرم شرائط کے ساتھ کام کرنے والے مخلص دوستوں، درا قربا اور اعزا کے احتجاج اور اعتراض کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کر لی۔ ان واقعات سے پتہ چل جاتا ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جنگ و جدل کی موقوفی کے واسطے کس درجہ آمادہ رہتے تھے اور یہ مقدس "اُسوہ حسنہ" جو صلح نامہ حدیبیہ کی شکل میں ظاہر ہوا بنی نوع انسان کے حق میں کس درجہ مفید اور رہتی دنیا تک انسانی سلامتی اور امن کے حق میں کس درجہ بکار آمد ہے۔ اگر آج کی نام نہاد "مہذب" قومیں، جن کی خون آشامی آئے دن کی جنگوں اور خوں ریزیوں سے ظاہر ہو رہی ہے، حضور رحمۃ للعالمین کے اسی مقدس اسوۂ حسنہ پر جو صلح نامہ حدیبیہ کی شکل میں ہویدا ہے عملدرآمد کریں تو دنیا کی انسانی مخلوق کی سلامتی اور امن کے حق میں کتنا مفید ہو اور بنی نوع انسان کو کتنا فائدہ پہنچے۔

پھر اس کتاب کے "رحمۃ للعالمین" کے عنوان کے باب میں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ عملی جد و جہد دیکھو گے جو حضور صلعم نے قلم اور صرف قلم کے ذریعہ سے سطح ارض پر پھیلے ہوئے سارے بنی آدم کو توحید کے عظیم الشان اور وسیع علم کے ماتحت متحد کر دینے کے متعلق فرمائے اور

اب سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے ۱۳۵۰ -جب کہ سلسلۂ رسل و رسائل نہایت دشوار تھا جب کہ سفر کو "قطعة من السقر" خیال کیا جاتا تھا، جب کہ قطاع الطریق کا جال ساری دُنیا کے ملکوں اور آبادیوں کے گرد پھیلا ہوا تھا، اور جب کہ آج کے پلوں کے راستے مہینوں اور برسوں میں کٹتے تھے اور جب کہ مسافر روانگی کے وقت اپنے اعزّہ اور اقربا سے اس طرح جُدا ہوتا تھا گویا وہ اس زندگی میں پھر کبھی نہیں ملے گا ایسے پُرخطر زمانہ میں حضور رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں باز اور مقدس قاصدوں کے ذریعہ سے عالمگیر بھائی چارہ کی برادری اور انسانی سلامتی اور امن کے عظیم الشان احاطہ - اسلام کے اندر شرکت کی دعوت کے فرمان ساری روئے زمین کے نامور فرماں رواؤں کے ذریعہ سے ساری انسانی آبادی تک پہنچا دیئے اور یہ قلمی فرامین مبارک ایسے انتظام کے اندر جاری کئے گئے کہ کرۂ ارض کا کوئی حصہ جہاں انسان آباد تھا اس بارشِ رحمت سے محروم نہ رہا اور اُس وقت کے معلوم براعظم ایشیا اور افریقہ اور یورپ سلامتی اور امن کے حامل ادارہ یا مذہب اسلام کی ہدایت سے فیض یاب ہو گئے اور چاہے وہ سلطنت رومۃ الکبریٰ کے مشرقی حصّہ کا فرماں روا قیصر ہرقل ہو یا اُس عہد کی عظیم الشان شخصی سلطنت ایران کا بادشاہ کسرائے ایران ہو، خواہ حبشہ کے ملک کا آزاد بادشاہ نجاشی ہو یا اسکندریہ مصر کا نیم آزاد فرماں روا جارج مقوقس ہو- اور چاہے وہ جزیرۂ عرب اور اس کے گرد و نواح کے چھوٹے چھوٹے قبائل کے سردار یا فرماں روا ہوں - یہ سب کے سب حضور رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلم کے "اَسلِم تَسلَم" کے فرمان واجب الاذعان سے آگاہ ہو گئے، جس فرمان کے ذریعہ سے ایسے لوگوں کو اُن کا فرض منصبی - کہ خود بھی سلامت رہو اور اپنی رعایا کی سلامتی کی بھی کوشش کرو - اس کی طرف بھی ضمناً اشارہ تھا - حضور

رحمۃ للعالمین کے قلمی فرامین کے اس مہتم بالشان انتظام پر عمیق نگاہ ڈالنے سے استعجاب اور حیرت کی انتہا نہیں رہتی کہ آج کی نام نہاد منتظم سے منتظم حکومت بھی جن قبضہ میں کہا جاتا ہے کہ نہ صرف خشکی بلکہ ہوا اور پانی بھی ہے ایسی کوئی حکومت بھی ایسا ہمہ گیر قلمی انتظام نہیں کر سکتی اور پھر ایسے وقار ایسے تدبّر اور ایسی مرحمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جیسا کہ ہر ایک نامۂ مبارک سے مترشح ہوتا ہے! اور تھوڑے سے عرصہ میں ممالک بیرونی کو اس قدر کثرت سے سفارتیں بھیجنا اور سفارتیں بھی کامیاب سفارتیں جیسا کہ حبشہ اور چین کی سفارت کی تفصیل سے معلوم ہوگا اور نہ صرف عرب کے مختلف خطوں بلکہ مصر اور شام کے اتحاد سے ظاہر ہوگا۔ یہ عظیم الشان قلمی کام سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اور جسمانی حکومت کے آج تک نہ کسی حکومت سے ظاہر ہوا اور نہ ظاہر ہو سکتا ہے۔ تاہم اس میں اہل حکومت کے واسطے ایک اسوۂ حسنہ ہے کہ دول اجنبیہ سے وقار اور مرحمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے نامہ و پیام کس طرح کیا جا سکتا ہے۔

پھر اس سلسلہ میں دیکھو گے کہ ان جاں باز مقدّس قاصدوں یا سفیروں کی جان کی حفاظت کا کیسا انتظام تھا کہ شام کی سرحد پر موتہ کے مقام پر ان مقدّس نامہ بروں میں سے ایک صاحب بلا سبب شہید کر دیئے گئے تو اس خون ناحق کا انتقام لینے کے واسطے معمولی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک "جیش الامرا" کو حکم صادر فرمایا جس میں حضرت جعفر طیار جیسے اپنے پیارے چچیرے بھائی کو بھی روانہ کیا اور اس بے گناہ مقدّس سفیر کا خون۔ جو شخصی خون سے بڑھ کر اسلامی خون کی باعظمت حیثیت میں منتقل ہو گیا تھا اس لئے کہ یہ مقدس قاصد عالم انسانیت کی امن و سلامتی کا قلمی پیام لئے جا رہا تھا۔ اس مقدّس سفیر کے خون کے انتقام کا مبارک جذبہ اپنے ساتھ کام کرنے والوں میں پیدا کر دیا اور جنگ موتہ برپا ہوئی

تاکہ عالم انسانیت ایک مسافر کے خون کی عظمت سے واقف ہو جائے اور دوسری طرف انسانی سلامتی اور امن کے لئے کام کرنے والوں میں دلیرانہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ اُن کی جان کی حفاظت کی ذمہ داری عام مسلمانوں پر ہے اور یہ کیسا مفید اور مدامی بکار آمد "اُسوۂ حسنہ" ہے۔

"استکبار اور رعونت کو شکست" اس عنوان کے باب میں تم کو جنگی مواقع کے متعلق طرح طرح کا اُسوۂ حسنہ ملے گا ایسا کہ اُس میں انسانی سلامتی اور امن کا انتظام صاف صاف نظر آئے گا اور فتح مکہ کی مہم میں۔ اس اہم ترین جنگی مہم میں فوج کے مختلف دستوں کے سپہ سالاروں کو حضور رحمۃ للعالمین صلعم کا ایک عجیب و غریب عام حکم دیکھو گے جس کا ترجمہ یہ ہے "اپنے ہاتھ روکے رہیں اور قتال نہ کریں مگر اُس سے جو اُن سے قتال کرے"۔ کیا دُنیا کی تاریخ میں جنگ کے زمانہ میں کسی سپہ سالار کے کسی فوجی افسر کو ایسا پُر از سلامتی و امن حکم جاری کرنے کا تذکرہ کسی جگہ ہے! پھر راستہ میں دشمن کے مخبروں کی گرفتاری اور اُن کے ساتھ عفو اور درگزر سے بڑھکر رحمت اور مکرمت کا برتاؤ فوجی عدالت کے مقدس صدر اعظم رحمۃ للعالمین کی طرف سے، مکہ میں پر امن داخلہ، "لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ" کے رحیمانہ الفاظ کے ساتھ مکّہ کے جنگی قیدیوں کی عام رہائی اور معافی، پھر مکہ سے روانگی کے وقت مکّہ کے رہنے والوں میں امیر مکہ مقرّر کرنا، یہ ہر ایک اسوۂ حسنہ اپنی اپنی جگہ پر مفید اور بکار آمد ہے۔ پھر اور دیکھو جعرّانہ کے مقام پر فتح طائف کی مال غنیمت کی تقسیم میں مکرمت کی بارش سے "مؤلفۃ القلوب" کے زمرہ میں نہ صرف مکّہ کے نو مسلموں کو سیراب کر دیا گیا اور خود طائف کے رہنے والوں کو مالا مال کر دیا گیا بلکہ مکّہ کے ایک غیر مسلم سفیان ابن اُمیہّ کو بھی مال غنیمت سے ایک معقول حصّہ عطا فرمایا اور کینہ نہ رکھنے کی سلامتی و امن کے مقدس اسوۂ حسنہ

ہمارے واسطے ہی نہیں عالمِ انسانیت کے واسطے چھوڑ دیا !

پھر اس باب میں حضور رحمۃ للعالمین کی محیر العقول اور حیرت انگیز عفو درگزر اور مرحمت کا اخلاقی اسوۂ حسنہ دیکھو گے ! مشہور دشمن ابوجہل کے ساتھ !! اس کا بیٹا عکرمہ ابن ابی جہل مسلمان ہو جاتا ہے' لوگ اشارہ بازی کرتے ہیں کہ یہ اسی غدّار ابوجہل کا بیٹا ہے' عکرمہ سرکار رحمۃ للعالمین کے حضور میں شاکی ہوتے ہیں سرکار رحمۃ للعالمین سے عام حکم صادر ہوتا ہے کہ ابوجہل کو کوئی بُرا نہ کہے "فان سبّ المیت یوذی الحی" "پھر حقیقت یہ ہے کہ میّت کو بُرا کہنا زندہ کو ایذا دینا ہے۔" اسی طرح یہ عام حکم جاری فرما دیا کہ مُردہ چاہے دشمنِ دین ہی ہو اُس پر بھی سب و شتم نہ کی جائے ! کتنا عالی شان اخلاقی اصلاح کے متعلّق حکم ہے اور کس درجہ مفید اسوۂ حسنہ ہے۔ پھر قانونِ الٰہی پر استحکام کا مقدّس اسوۂ حسنہ دیکھو ! مکّہ کے دورانِ قیام میں سرکار مصطفوی کے حضور میں ایک عورت پر چوری کا الزام ثابت ہوتا ہے اور مجرمہ قطع ید کی سزا کی مستوجب قرار پاتی ہے' لوگ سفارش کرتے ہیں کہ قصور مُعاف فرما دیا جائے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم ایک عام خطبہ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں : "تم سے پہلے لوگ برباد ہو گئے وہ یہ کرتے تھے کہ جب کہ اُن میں کوئی شریف چوری کرتا تھا تو اُس کو چھوڑ دیتے تھے اور جب کہ اُن میں کوئی ضعیف چوری کرتا تھا تو اُس پر حد جاری کرتے تھے اور قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے اگر (نعوذ باللہ) فاطمہ بنتِ محمدؐ چوری کرے تو اُس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا۔" اور اس کے بعد مجرمہ کا ہاتھ کاٹ دیا گیا ! یہ ہے عجیب و غریب قانون الٰہی کے احترام کا اسوۂ حسنہ جس میں صاف کر دیا گیا کہ قانون کی نگاہ میں سب یکساں ہیں کوئی ذات چاہے وہ بادشاہ ہو یا شاہزادہ مستثنیٰ نہیں ہے اور دیکھو یہ کس درجہ مفید اور انسانی دنیا کے مقننین

کے لئے ہمیشہ کے واسطے کس درجہ کارآمد اسوۂ حسنہ ہے۔

پھر فتح مکّہ کے خطبہ نبوی میں دیکھو! حضور رحمۃ للعالمین کے اس ارشاد کے ایک ایک فقرہ میں انسانی سلامتی وامن کے لحاظ سے اصلاحوں کا ایک بحرِ ذخّار موجیں مارتا ہے اور اس میں خاص کر نسلی اور قومی امتیاز کے تباہی انگیز غرور کی بیخ کنی کا دوامی انتظام دیکھو! جس امتیاز نے دنیا کے پردہ پر ہر جگہ قبل اسلام جبکہ "ضلال مبین بنی نوع انسان پر حاوی تھا۔ منافرت، عداوت اور قتل و غارت اور بدامنی اور خوں ریزی کا ایک طوفان برپا کر رکھا تھا۔ اور آج بھی ہر جگہ ایسے لوگوں پر اس نسلی یا مقامی یا قومی امتیاز نے بدامنی، خوں ریزی یا خون آشامی کے جذبہ کی ایک آفت مچا رکھی ہے۔ جن لوگوں نے غیر مسلم ہونے اور اور رحمۃ للعالمین کے سایۂ رحمت سے محروم ہونے کے سبب سے ارشاد نبوی کی جانب توجہ نہیں کی یا جو مسلم قوم کے اجزا ماوشما کے چکّر میں پھنسکر اس اہم اصلاحی ارشاد نبوی کو بھول گئے۔ اس کا اصلاحی انتظام دیکھو! فتح مکّہ کے خطبہ میں حضور رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹّی سے۔" اس اہم فقرہ میں دیکھو! دین قیّم کی فطری دلیل کے ساتھ انسانی مساوات کا اعلان! پھر قرآن مجید کی خاص آیت کے حوالہ سے ایک ایسے پُر از سلامتی وامن اخلاقی امتیاز کی جانب توجّہ دلائی جاتی ہے جس کا تعلق یا جس کی تخصیص نسل یا مقام یا قوم سے بالاتر ہر شخص کے اختیار میں ہے اور اس خطبہ میں حضور صلعم ارشاد فرماتے ہیں۔ "حقیقت میں اللہ کے نزدیک تمہارا سب سے بڑا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔"

پھر اسی باب میں مختلف سریّوں کے بھیجنے کا انتظام دیکھو اور مختلف قبائل کے

وفدوں کے آنے کا حال پڑھو اور قومی یا نسلی امتیاز کی عملی بیخ کنی کا ایک خاص انتظام دیکھو کہ حضور رحمۃ للعالمین۔ آنے والے اکثر مختلف قبائل کا سردار اُسی قبیلہ کے کسی آدمی کو مقرر فرماتے ہیں! غرض اس باب میں تم عجیب و غریب منظم سلطنت کا بہترین انتظام دیکھو گے اور ہر جگہ تم کو رحمۃ للعالمین کا مخصوص جلوہ نظر آئے گا

پھر اور آگے بڑھو گے اور کتاب الحج کے باب میں حج کے فرض کیے جانے کے متعلق اقتصادی فوائد کے متعلق تم کو حج کا خاص فلسفہ نظر آئے گا اور اس میں تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانی تہذیب کا انتظام اس طرح دیکھو گے کہ حضور صلعم نے قدیم بے حیائی کے مراسم کی اصلاح اس طرح فرمائی کہ برہنہ ہو کر طواف کعبہ کی رسم جو زمانہ جاہلیت سے چلی آتی تھی اُس کو روک دیا گیا اور احرام میں یا معمولی کپڑوں میں طواف کرنے کا حکم جاری کر دیا گیا۔ ایک طرف یہ اہم اخلاقی اصلاح جاری کی گئی اور دوسری طرف توحید کے علمبرداروں کے لیے ایک ایسے مخصوص دارالامن کا انتظام۔ خود اختیاری تقرر حدود کے سیاسی نظام کے ماتحت اسی طرح کیا گیا کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں مشرکین کا داخلہ بند کر دیا۔ اور دوسری طرف اس انتظام کی ذمہ داری سارے عالم اسلام پر ڈال دی گئی تاکہ ایک خاص جگہ توحید کے متعلق کام کرنے والوں کے لئے ممیز ہو جائے جہاں بیٹھکر وہ انسانی سلامتی اور امن کے متعلق کچھ سوچ سکیں۔ پھر اور غور کرو یہ انتظام " وادی غیر ذی زرع کے ایسے شہر یا شہروں کے متعلق مخصوص کر دیا گیا۔ جہاں دنیوی دولت کا کوئی لالچ نہیں ہے تاکہ ایک طرف حریص انسانی طبقہ کی حرص و آز کے جذبات سے یہ قطعہ محفوظ رہے اور دوسری طرف مسلمان وہاں پہنچکر اللہ کے سوا سب کچھ بھول جائے اور جو کام کرے چاہے تجارت ہی ہو وہ بھی اللہ کے واسطے۔ اسی طرح کرے کہ اس سے دوسروں کو فائدہ

پہنچے۔ دیکھو! یہ مسلم کے دوامی وقار کا کیسا عجیب و غریب دوامی سیاسی انتظام ہے! اور کیسا متین سنجیدہ اور بے ضرر انتظام ہے!! اور اس لحاظ سے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم حج کرنے کے واسطے اُس وقت تشریف لے گئے جب کہ یہ انتظام ہو لیا۔ یہ حضور رحمۃ للعالمین کا کیسی مفید اُسوۂ حسنہ ہے جو رہتی دنیا تک حفاظت حرمین شریفین کی جانب مسلم کو متوجہ کرتا رہے گا کہ مسلم دُنیا کا وقار اور مسلم دُنیا کی عزّت اس کے اندر محدود ہے اور اس کے اندر محفوظ ہے! کہ حرمین شریفین کے اندر داخلہ کی اجازت صرف مسلم قوم اور مسلم دنیا تک محدود ہے! اور یہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے فرمان الٰہی مسلم دُنیا تک پہونچا ہے جس پر حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر کے خاص اسوۂ حسنہ قائم کر دیا اس میں کوئی مخلوق ہستی ترمیم نہیں کر سکتی!

پھر اس باب میں حجۃ الوداع میں حضور رحمۃ للعالمین کے مقدس حالات پڑھو گے دیکھو! ایک لاکھ حجاج حضور صلعم کے ہمراہ رکاب ہیں اور سرکار دو عالم کی جلو میں انسانی مخلوق کا دریا بہا چلا جاتا ہے یہ خیرہ کر دینے والی شان و شوکت کا نظارہ ہے کہ اگر کسی اور کو نصیب ہوتا تو آپے سے باہر ہو جاتا مگر حضور رحمۃ للعالمین کی عالی ظرفی کا عجیب و غریب اسوۂ حسنہ دیکھو! اس حشم و خدم کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں اور توجہ ہے تو کس طرف؟ اپنے منعم حقیقی اللہ رب العلمین کی طرف انکسار کے انداز میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم بہ آوازہ بلند فرماتے ہیں۔
"الٰہی! ہم تیرے سامنے حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں، ہم تیرے سامنے حاضر ہیں درحقیقت سب تعریف اور نعمت تجھی کو ہے اور ملک تیرا ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے" کیسا عجیب و غریب جلال و جبروت الٰہی کا نظارہ ہے! اور کیسی عظیم الشان وہ مقدس شخصیت محمدی ہے صلّی اللہ علیہ وسلم۔

جس نے ایک لاکھ کے مجمع میں پکار دیا کہ معبود تو بس اللہ جل جلالہ ہے اُسی کو کبر و غرور شایاں ہے! کیسا پیارا اُسوۂ حسنہ ہے۔ پھر حجۃ الوداع کے موقع پر ہر جگہ اور ہر رُکن حج میں حضور محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کو اللہ وحدہٗ لاشریک کے جلال و جبروت کا اعلان کرتا ہوا دیکھو گے۔

زمزم کے کنوئیں پر حضور رحمۃ للعالمین تشریف لے جاتے ہیں اور پانی طلب فرماتے ہیں۔ آبیاری کے منتظم حضرت عباسؓ بیٹے سے کہتے ہیں کہ جاؤ رسول اللہ صلعم کے لیے گھر میں سے صاف پانی لے آؤ۔ یہ پانی عوام الناس کے لئے ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین کی خاص شان میں فرماتے ہیں "مجھے اسی میں سے پانی پلاؤ جس میں سے عام لوگ پیتے ہیں"۔ یہ ہے بنی نوع انسان سے خاص الفت اور مغرورانہ تخصیص سے نفرت کا خاص نظارہ خاص کر نام نہاد بڑے آدمیوں کے لئے کیسا مفید اسوۂ حسنہ ہے اگر اس کی اتّباع کا خیال رکھا جائے تو امیر و غریب کے باہم منافرت کی خلیج نابود ہو جائے اور ہر طبقہ پر سلامتی اور امن حاوی ہو جائے۔

پھر حجۃ الوداع میں حضور رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلم کے خطبے پڑھو جن کے ذریعہ سے دوامی سلامتی اور امن انسانی کے خاص خاص اصول کی رہنمائی کر کے خاص طور پر بند و بست کیا گیا ہے دیکھو! ارشاد ہے "تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزّتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں" کس درجہ مفید اصول کی رہنمائی کی گئی ہے کون ہے جو اس کو وقتی یا مقامی یا قومی اصول کے اندر محدود کر سکتا ہے اور کون ہے جو اس کو بنی نوع انسان کے حق میں دوامی مفید ہونے سے انکار کر سکتا ہے۔ پھر پہلے خطبہ کا ایک ایک فقرہ دیکھو کس درجہ سلامتی و امن انسانی کے اصول سے لبریز ہے۔

پھر زکوٰۃ کا باب کھولو اور اسوۂ حسنۂ نبوی صلعم دیکھو! حضور صلّی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ اور صدقہ اپنے اور اپنی اولاد پر حرام کر دیتے ہیں اور اس کو اہلِ حاجت کے لیے مخصوص کر دیتے ہیں یہ اربابِ حکومت کے واسطے کس درجہ مفید اسوۂ حسنہ ہے۔

پھر بشریت کا اختتام اس باب میں مرض الموت کے دوران میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی مصروفیت دیکھو۔ آپ نے آخری نصف مہینہ کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں چھوڑا جس میں دوامی سلامتی اور امن انسانی کے متعلق کچھ انتظام نہیں فرمایا۔ اسی میں تم حضور صلعم کا وہ خطبہ دیکھو جو سر سے رومال باندھکر مسجد نبوی میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

غرض کہ ان اوراق میں تم کو حضور رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلم کے مقدس سوانح حیات میں "اسوۂ حسنہ" کا ایک مفید تر سلسلہ ملے گا۔ ایسا اسوۂ حسنہ جو ہر ایک بجائے خود انسانی آرام، راحت، اطمینان اور سکون کا مخزن اور انسانی سلامتی اور امن کے انتظام کے لیے ایک دستور العمل ہے اور پھر یہ خاص بات ہے کہ جب، جہاں، جو بھی اس پر عمل کرے گا وہ ضرور کامیاب ہوگا۔

جیسا کہ بار بار اعتراف کیا گیا ہے یہ "مشتے نمونہ" ہے ورنہ سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مجموعہ کا کیا ٹھکانا ہے۔ حضور صلعم کے دنیا میں قیام کے تریسٹھ برس کا زمانہ اور اس کا ایک ایک لمحہ انسانی آرام، راحت کا اطمینان اور سکون اور انسانی سلامتی اور امن کے لحاظ سے مخصوص اسوہ حسنہ حکم رکھتا ہے۔ کسی ایک فانی انسان کی قوت اور قدرت سے باہر ہے کہ "رب العالمین" کے بھیجے ہوئے "رحمۃ للعالمین" کی مکمل حیات لکھ سکے۔ اس کتاب میں جو کچھ خوشہ چینی کی گئی ہے یہ بھی ربّ قادر و قیوم کا خاص فضل ہے "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ" کہ مجھ جیسا ہیچ مداں اور ہیچ میرز اتنا بھی لکھ سکا ورنہ میری قوت

اتنی بھی نہیں کہ اس انعام الٰہی کا شکر بھی ادا کرسکوں۔

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

اللہ کا شکر ہے کہ "اسلامی خلافت کا کارنامہ" اسی ضخیم کتاب کا دوسرا حصّہ "فتح مبین" کے ساتھ پورا ہوگیا۔ لیکن ابھی کتاب ختم نہیں ہوئی۔ ابھی اس میں بہت کام باقی ہے۔ گو اُسوۂ حسنۂ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلم سے خوشہ چینی کرکے اسلامی خلافت کے کارنامہ کی ایک خاص جھلک دکھائی جاچکی اور اس طرح انسان کامل کا نمونہ تم لوگوں نے دیکھ لیا۔ اب اُس اسلامی قانون الٰہی قرآن مجید میں سے وہ نکات دکھانے کی کوشش کی جائے گی جو انسانی آرام راحت اطمینان اور سکون کے مخزن ہیں اور جن کی پیروی سے ہر جگہ اور ہر زمانہ میں انسانی سلامتی اور امن کا انتظام دوامی ہوسکتا ہے اور یہ اس کتاب کا تیسرا حصّہ ہوگا۔ اس حصّہ کی کتنی جلدیں ہوں گی یہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے اور یہ کام بھی پورا کرادے۔

زمانہ تیزی سے جا رہا ہے میری عمر کا اکسٹھواں (۶۱) سال ہے۔ قویٰ میں اضمحلال شروع ہوگیا ہے۔ سیدھی نگاہ میں فرق آگیا ہے مگر "اسلامی خلافت کا کارنامہ" اس کتاب میں ابھی کام بہت باقی ہے۔ قرآن مجید کے متعلق تیسرے حصّہ کی انشاء اللہ تکمیل کے بعد اسلامی خلافت کا نظام مکمل ہو جائے گا۔ اُس سے اگلا حصّہ اس پر مبنی ہوگا کہ ایسا اعلےٰ انتظام اور ایسا اعلےٰ نظام کا مذہب اسلام حامل ہوتے ہوئے کیا سبب ہے کہ مسلم دنیا پریشان اور سرگرداں ہے۔ انشاء اللہ یہ ایک ضخیم کتاب ہوگی جس میں اسلامی تاریخی حالات کو قرآن مجید اور اُسوۂ حسنہ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلم سے موازنہ کیا جائے گا پھر اس حصہ کے بعد اگلا حصہ

ایک اور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ جس میں بتایا جائے گا کہ کیا تدبیر ہو سکتی ہے جس سے عالم اسلام کی پریشانی رفع ہو اور مسلم پھر اپنے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائے اور "لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ" کو عملاً ثابت کر کے دنیا کو دکھا دے۔ یہ تخیلہ اس کتاب کا میرے ذہن میں ہے۔ میں اس کی تکمیل کر سکوں گا یا نہیں ظاہری حالات اس کے منافی معلوم ہوتے ہیں مگر یہ انشاء اللہ ارادہ ہے کہ دم واپسیں تک کام کروں گا۔ و للہ الموفق والمعین وعلیہ التکلان۔

میرا بڑا بیٹا حاجی محمد ہارون خاں شروانی اللہ کا شکر ہے کہ ملک کے اعلیٰ تعلیم یافتہ نامور طبقہ میں شمار کیا جاتا ہے وہ انگلستان کی مشہور یونیورسٹی آکسفورڈ کا ایم۔ اے ہے، ایک طرف فرنچ لیٹن اور انگریزی زبانیں جانتا ہے اور سیاست و تاریخ کا طالب علم ہے اور انگلستان کی فن تاریخ کی شاہی جماعت کا رفیق ہے اور دوسری طرف عربی اور فارسی اور اردو بولیاں بھی جانتا ہے اور قرآن مجید اور اسلامیات کا طالب علم ہے۔ غرض اللہ کے فضل سے وہ پوری اہلیت رکھتا ہے کہ میری اس کتاب کا جو حصہ باقی رہ جائے وہ اس کو پورا کردے آج کل وہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد (دکن) میں دکن کے علم دوست بادشاہِ دکن ہز اگزالٹڈ ہائی نس میر عثمان علی خاں مدظلہ العالی کے زیر سایہ فن تاریخ کے صدر شعبہ کی خدمت انجام دے رہا ہے میں نے اس کو لکھ رکھا ہے کہ اگر اس کتاب "اسلامی خلافت کا کارنامہ" کی تکمیل اپنے ذہنی تخیل کے مطابق میں نہ کر سکوں اور میرے قفس عنصری اور میری روح میں افتراق ہو جائے تو بقیہ کام کی تکمیل ہارون شروانی کر دے۔ اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس میری علمی شرط وصیت کو ہارون شروانی ضرور پورا کرے گا اللہ مددگار ہے اور اسی پر بھروسا ہے۔ مجھکو یقین ہے کہ ملک کے جن علم دوست حضرات نے

اور جن بزرگوں اور دوستوں نے میری اس ناچیز قلمی خدمت کے اجزا کو دلچسپی سے دیکھا ہے اور جن نامور ماہرین فن اور اہل قلم حضرات نے ملک کے وقیع رسالوں اور اخباروں میں اس کتاب کے اجزا پر ریویو یا تنقیدیں قلم بند فرمائی ہیں اور جن کی قدر افزائی کا میں دل سے مشکور ہوں۔ اگر ایسا موقع آجائے کہ میں دُنیا سے رخصت ہو جاؤں اور میرے اس قلمی کام کا کوئی حصہ غیر مکمل رہ جائے تو یہ حضرات یا ان میں سے کوئی کوئی صاحب میرے بیٹے ہارون شروانی کو میری اس علمی وصیت کی تکمیل کی جانب متوجہ فرمادیں۔ مجھکو ہارون کی سعادت مندی اور علم دوستی سے توقع ہے کہ انشاء اللہ اس کی ضرورت نہ ہوگی اور میرے بعد وہ خود بخود اس علمی خدمت کی تکمیل کی جانب متوجہ ہو جائے گا۔

اس تحریر کو میں صبح کے تین بجے قلمبند کر رہا ہوں اور انتہائی انکسار کے ساتھ اللہ رب العالمین کی درگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ الٰہی! میرے والد نوّاب حاجی غازی محمد فیض احمد خاں شروانی مہاجر جن کے روحانی فیض سے یہ کام ترتیب پا رہا ہے اُن کو عاقبت میں اعلیٰ مدارج عطا فرما اور الٰہی! جن قدیم علمی خادموں کی تصانیف سے اس ناچیز قلمی خدمت میں کام لیا گیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری کا مولف امام بخاری ہے، صحیح مسلم کا مؤلف امام مسلم ہے، فتح الباری کا مولف حافظ ابن حجر ہے، سنن ترمذی کا مولف علامہ ترمذی ہے۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ کا مولف علامہ ابن اثیر ہے اور تفسیر کشاف کا مولف علامہ زمخشری ہے ان سب کو عاقبت میں اعلیٰ مدارج عطا فرما اور اس کے ساتھ ہی سید احمد خاں بانی مدرسۃ العلوم علی گڑھ کو بھی اعلیٰ مدارج عاقبت سے فیض یاب کر دے جن کی فیض صحبت سے اس ناچیز کو اس اہم کام کی جانب توجہ ہوئی ہے اور مولانا شبلی نعمانی کو بھی بخش دے جن کی کتاب سیرۃ النبی سے بھی اس

تالیف میں کام لیا گیا ہے اور الٰہی! جن ماہرین فن نے اس میری ناچیز قلمی خدمت کے متعلق قلم سے میری ہمت افزائی فرمائی ہے اور اس پر ریویو، تنقید اور تبصرہ قلمبند کرنے کی تکلیف گوارا فرمائی ہے اُن کو دُنیوی اور دینی علمی مقاصد میں فیض یاب کر دے اور میرے بیٹے ہارون شروانی کو توفیق دے کہ اگر میرا انتقال ہو جائے اور میری اس ناچیز قلمی خدمت میں کام باقی رہ جائے تو بقیہ کام کو ہارون پورا کر دے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

موسیٰ شروانی ساکن دتاولی

دہلی - ۴ شوال ۱۳۵۱ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۝ لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَیَھْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۝ وَّیَنْصُرَکَ اللّٰہُ نَصْرًا عَزِیْزًا (قرآن مجید سورۂ فتح)

"حقیقت میں ہم نے فتح دی تجھکو فتح ظاہر تاکہ تیرے لیے بخشے اللہ جو کچھ تیرے پہلے گناہوں سے ہوا تھا اور جو کچھ پیچھے ہوا اور تجھ پر اللہ اپنی نعمت تمام کردے اور تجھکو سیدھا راستہ دکھا دے اور تیری مدد کرے اللہ مدد غالب"

تمہید

اس کتاب اسلامی خلافت کا کارنامہ اس کے دوسرے حصّہ کی دوسری جلد مصطفائی کمال کے گیارہویں باب میں ۵ھ سنہ ہجری کی بعض اخلاقی اصلاحیں اور بعض انتظامی احکامات کے متعلق واقعات لکھ کر مذکورہ جلد ختم کی گئی ہے اور اس کے خاتمہ میں عرض کیا گیا ہے کہ "۶ھ سنہ ہجری سے "فتح مبین" کا جدید دور شروع ہوتا ہے اور دشمنانِ دین کی اندرونی ریشہ دوانیوں کا خاتمہ ہوتا ہے" اور ان حالات کے متعلق اگلی جلد مرتب کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔

اللہ کا شکر ہے کہ یہ کام مرتب ہوگیا اور اس کتاب کے دوسرے حصّہ کی اس تیسری جلد میں تم دیکھ سکو گے کہ کس خوب صورتی، تحمل، بردباری، متانت اور مکرمت اور مرحمت کے ساتھ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنانِ دین کی اندرونی ریشہ دوانیوں کا ایسا خاتمہ کردیا کہ جزیرۃ العرب کا مخصوص وادی ذی زرع قطعہ اور حرمین الشریفین کے مقدس دونوں شہر دوام کے لئے عالمگیر اتحادی جماعت مسلم دنیا کے لیے دارالامن قرار پا گئے اور ہمیشہ کے لیے فتنہ پردازوں کی فتنہ پردازی کا خاتمہ ہوگیا۔ اس حصّہ میں تم ایک طرف مشکلات اور دشواریوں کا ایک طوفان دیکھو گے اور دوسری طرف ان کی طرف سے حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پروائی اور انسانی سلامتی اور امن کے بلا می انتظام میں انہماک دیکھو گے اور یہ ایسا حیرت انگیز منظر تمھارے سامنے آئے گا جس کی مثال دنیا کی شخصی تاریخ میں نہ ہوئی اور نہ ممکن ہے یہ تو رب العالمین کے فرستادہ رحمۃ للعالمین ہی کا حصّہ ہے۔ تاہم ہر موقع پر تم ایسے نکات دیکھو گے جن کو دُنیا اور دین کی کامیابی کے لیے اپنے واسطے "بہترین نمونہ" بنا سکتے ہو اور اُس کو سامنے رکھکر اُس کی پیروی کرکے ہر موقع پر کامیاب ہو سکتے ہو اور سمجھ سکتے ہو کہ "فتح مبین" کیسی کھُلی کامیابی تھی جو اللہ رب العالمین نے اپنے رسول رحمۃ للعالمین کو عطا فرمائی کہ آپ کی رحمت کا سایہ ہمیشہ کے لیے ساری دُنیا پر حاوی ہوگیا۔

پہلا باب

نزولِ سکینہ

مصالحت اور پھر جنگ

پہلی فصل - عمرہ کرنے کے واسطے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ سے مکہ کو سفر - مکہ کے کفار قریش کی طرف سے مزاحمت اور جنگی مظاہرہ حدیبیہ کے مقام پر حضور صلعم کا قیام اور درگزر کی کوشش مصالحت کے واسطے حضرت عثمانؓ کا مکہ بھیجا جانا مکہ میں حضرت عثمانؓ کا قید ہو جانا اور اُن کے قتل کی افواہ - بیعت رضوان اور نزول سکینہ -

دوسری فصل - صلح نامہ حدیبیہ کی تکمیل مسلمانوں کا ملال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشویش حضرت ام سلمہ کا مشورہ - رسول اللہ صلعم اور آپ کے ہمراہیوں کی حدیبیہ سے مدینہ کو واپسی اور سورۂ انا فتحنا کا نازل ہونا - صلح نامۂ حدیبیہ میں ترمیم -

تیسری فصل - یہودیوں سے مختتم جنگ اور فتح خیبر - پالتو گدھے کے گوشت کی حرمت - خودکشی سے اظہار نفرت - حضرت علیؓ فاتح خیبر - حضرت صفیہؓ ام المومنین کے زمرہ میں اور دشمن کے احترام کا خیال - خیبر فتح کے بعد بٹائی کی عوض میں یہود کے حوالہ کر دیا گیا - چند خاص احکام - محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ اور یہود کے باہم جنگ پر ایک عمیق نظر -

چوتھی فصل - عمرۃ القضا یا جھگڑے کا عمرہ - مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شان دار داخلہ - خود داری کی تعلیم - ایفائے عہد پر استقامت - دودھ کے رشتہ کا خیال -

پہلی فصل

عمرہ کرنے کے واسطے محمد رسول اللہ صلعم کا مدینہ سے مکہ کو سفر - مکہ کے کفار قریش کی طرف سے مزاحمت اور جنگی مظاہرہ - حدیبیہ کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اور درگزر کی کوشش - مصالحت کے واسطے حضرت عثمانؓ کا مکہ بھیجا جانا' مکہ میں حضرت عثمانؓ کا قید ہوجانا اور اُن کے قتل کی افواہ - بیعت رضوان اور نزول سکینہ -

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ (قرآن مجید سورہ فتح)

"حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں سے اللہ راضی تھا جب کہ وہ تیری بیعت کرتے تھے درخت کے نیچے - پھر معلوم کرلیا جو اُن کے دل میں تھا پھر اُن پر تسکین نازل کی اور قریب میں فتح دی۔"

عمرہ کرنے کے واسطے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ سے مکہ کو سفر - مکہ کے کفار قریش کی طرف سے مزاحمت اور جنگی مظاہرہ - حدیبیہ کے مقام رسول اللہ صلعم کا قیام اور درگزر کی کوشش

جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے نبوت کے تیرہویں سال انتہائی مجبوری کی حالت میں اللہ کا حکم پاکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیدائش کی جگہ مکہ کو تریپن برس کی عمر میں چھوڑا تھا اور آپ ہجرت

کر کے مدینہ کو تشریف لے آئے تھے۔ مکّہ وہ مقام تھا جہاں حضور صلعم نے حیات شریف کا ابتدائی حصّہ صرف کیا تھا۔ اس لیے حضور صلعم کو مکّہ سے قدرتی خاص تعلّق تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکّہ سے اس درجہ الفت تھی کہ ہجرت کے وقت جب کہ آپ مکّہ سے روانہ ہوئے تھے اُس وقت حضور صلعم نے کعبہ کی طرف دیکھکر فرمایا تھا "مکّہ تو مجھکو تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھکو رہنے نہیں دیتے" اس کو مشرح اس کتاب کے کسی حصہ میں بیان کیا جاچکا ہے۔ دوسری طرف مہاجرین کی جماعت اپنی زاد بوم مکّہ کی یاد میں بے قرار تھی اور ان میں کا ہر شخص وطنی کشش سے بے چین تھا۔ ان حالات کے ماتحت مکّہ چھوڑنے کے مسلسل پانچ برس کے بعد جب کہ بدر، اُحد، احزاب کی جنگیں اللہ کے فضل سے مسلمانوں کے حق میں ختم ہولیں اور جب کہ ایک حد تک شخصی، ملی اور قومی عظمت کی جانب سے اطمینان ہولیا اُس وقت فتح الباری شرح صحیح بخاری کی تحقیقات کے بموجب ۲ ذیقعدہ سنہ ۶ ہجری کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ۱۴ سو یا پندرہ سو[۱] ہمراہیوں کے ساتھ جن میں مہاجرین اور انصار اور خدام اور عورتیں اور بچے سب شامل تھے مدینہ سے مکّہ کو روانہ ہوگئے اور مدینہ کے اس مدّت کے انتظام کے واسطے جب کہ حضور صلعم مدینہ سے باہر رہیں حضور نے ابن مکتوم کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ روضۃ الصفا[۲] میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سفر کا سبب لکھا ہے کہ حضور صلعم نے خواب مشاہدہ فرمایا کہ آپ کعبہ کو تشریف لے گئے ہیں اور آپ نے عمرہ کیا ہے اور کعبہ کی کنجی آپ کے ہاتھ میں آگئی ہے اور آپ کے بعض اصحاب نے بال کٹوائے ہیں اور آپ نے عرفات میں توقف فرمایا ہے۔ جب آپ نے یہ خواب صحابہ کے سامنے بیان فرمایا تو اُنھوں نے بشارت

---

۱ و ۲ روضۃ الصفا حالات صلح حدیبیہ۔

سمجھا اور خیال کیا کہ یہ سعادت آپ کو اسی سال میں حاصل ہو جائے گی۔
مدینہ سے روانہ ہونے سے پہلے حضور صلعم نے ناجیہ بن جندب کو قربانی کے اونٹوں کے ہمراہ مکہ کو روانہ کر دیا۔ چوں کہ حضور صلعم اور آپ کے ہمراہیوں کی نیت خالص عمرہ کرنے کی تھی، اس لئے یہ اونٹ مدینہ سے ساتھ لے لئے گئے تھے اور آپ کے اصل ارادہ عمرہ کا اس سے بھی پتا لگتا ہے کہ روانہ ہونے سے پہلے حضور صلعم نے غسل فرمایا[1] اور قبلہ رُخ ہو کر احرام باندھا اور اپنے معبود سے مخاطب ہو کر دعائیہ کلمات عرض کئے اور حضور صلعم کے ہمراہیوں نے بھی احرام باندھ لیا۔ اور اس لئے کہ مکہ کے کفار قریش کو کسی طرح بدگمانی نہ ہو۔ یہاں تک احتیاط کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم جاری فرما دیا کہ کوئی شخص سوائے ایک تلوار کے اور کوئی ہتھیار اپنے ہمراہ نہ لے[2]۔ یہ سب کچھ تھا مگر جانا مکہ کو تھا جہاں قریش کفار کا قبضہ اور غلبہ تھا۔ اس لئے احتیاطاً محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بشر[3] ابن سفیان نام ایک شخص کو جس کے مسلمان ہو جانے کی قریش کو خبر نہ تھی بیس[4] آدمیوں کے ساتھ مکہ کو بھیج دیا کہ وہاں کے حالات کی اطلاع دیتا رہے۔
اِدھر مکہ کے کفار قریش کو جب معلوم ہوا کہ حضور صلعم ایک بڑی جماعت کے ہمراہ مکہ کو آ رہے ہیں تو انھوں نے باہم مشورہ کیا اور فیصلہ کر لیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہیوں کو کسی طرح مکہ میں نہیں آنے دینا چاہیئے خواہ کچھ ہو جائے اور اس فیصلہ کی تکمیل کے واسطے کفارِ قریش نے ایک بڑا لشکر جمع کر لیا جو مکہ سے چل کر بلدح نام ایک مقام پر آ پڑا اور اس لشکر میں سے دو سو[5] سوار خالد ابن ابن ولید کی سرکردگی میں بطور مقدمۃ الجیش کے آگے بڑھے اور غمیم تک پہنچ گئے

---

[1] و [2] روضۃ الصفا حالات صلح حدیبیہ [3] فتح الباری باب الشروط مع الناس بالقول [4]، [5] سیرۃ النبی جلد اول صلح حدیبیہ و بیعت رضوان

جس وقت مسلمانوں کا قافلہ عسفان کے مقام پہونچا تو بشر ابن سفیان نے قریشی کفار کے ارادوں اور اُن کی فوجی نقل و حرکت کی اطلاع سرکار نبوی صلعم کے حضور میں پہونچا دی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمراہیوں سے فرمایا کہ "قریش کے لشکر کے ساتھ خالدؓ ابن ولید طلیعہ کے طور پر غمیم تک آ گیا ہے بس تم داہنی طرف کا راستہ اختیار کرو"۔ اس طرح یہ مقدس قافلہ جس وقت غمیم کے پاس پہونچ لیا اُس وقت گرد اُڑنے سے خالد کو خبر ہوئی اور انھوں نے کفار قریش کے لشکر کو اطلاع دی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم برابر چلتے رہے یہاں تک کہ حدیبیہ پہونچ کر حضور صلعم نے مقام کیا اور آپ کے قافلہ نے یہاں پانی کی تلاش کی حدیبیہ میں ایک کنواں تھا مگر یہاں پانی کافی نہیں تھا لوگوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی آپؐ نے ترکش سے ایک تیر نکال کر حوالہ کیا اور حکم دیا کہ اس تیر کو کنوئیں میں ڈال دو۔ اس عمل کا یہ اثر ہوا کہ تمام قافلہ پانی سے سیراب ہو گیا۔

حدیبیہ کے قیام کے بعد خزاعہ قبیلہ کا ایک سردار بدیل ابن ورقا خزاعی یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ گو یہ قبیلہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ مگر یہ لوگ مسلمانوں کے حلیف تھے۔ بدیلؓ نے عرض کیا کہ قریش کفار کا بڑا لشکر آ رہا ہے وہ آپ کے قافلہ کو اور آپ کو گھر کو جانے سے روکے گا۔ اس کے جواب میں جو فقرہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صحیح بخاریؒ سے بجنسہ یہاں نقل کر دیا جائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس سفر میں حضور صلعم کا مقصد ہرگز و زنہار کسی جھگڑے کا نہیں تھا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سلہ لغایت سلکہ صحیح بخاری باب الشروط مع الناس۔

"انالم نجئ لقتال احد ولکنا جئنا معتمرین وان قریشا قد نھکتھم الحرب واضرت بھم فان شاؤا ماددتھم مدة ویخلوا بینی وبین الناس فان اظھر فان شاؤا ان یدخلوا فیما دخل فیہ الناس فعلوا والا فقد جموا وان ھم ابوا فوالذی نفسی بیدہ لاقاتلنھم علی امری ھذا حتی تنفرد سالفتی اولینفذن اللہ امرہ۔

(صحیح بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحہ)

"حقیقت یہ ہے کہ ہم یہاں کسی سے لڑنے کو نہیں آئے ہیں بلکہ عمرہ کرنے کی غرض سے آئے ہیں اور حقیقت میں قریشی جنگ سے پست پڑ گئے ہیں اور اُن کو بہت نقصان پہونچ چکا ہے پس اگر وہ لوگ چاہیں تو ایک مدت کے لئے معاہدہ کرلیں اور میرے درمیان اور آدمیوں کے درمیان چھوڑ دیں اگر میں غالب آؤں پھر اگر وہ چاہیں تو میرے پاس اس طرح داخل ہوجائیں جیسے اوروں نے کیا اور اگر وہ لوگ اس سے انکار کریں تو قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تو میں اس کام کے لئے اُن سے لڑوں گا یہاں تک کہ میرا سر کٹ جائے یا اللہ اپنا حکم نافذ کردے"

اس ارشاد کے ایک ایک لفظ پر غور کرو صاف فرمادیا کہ "ہم کسی سے لڑنے کو نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے کو آئے ہیں" اور قریش کی پست حالت کی طرف اشارہ کرکے فرمادیا کہ اگر کفار قریش کی خواہش ہو تو ایک معینہ مدت کے واسطے باہم معاہدہ ہوسکتا ہے لیکن اس خیال سے کہ اس گفتگو کو کفار قریش کم ہمتی یا لڑائی سے بھاگنے پر محمول نہ کریں شخصی اور قومی خودداری اور عزت کی حفاظت کے سبب سے صاف کہدیا کہ اگر قریشی مصالحت کی کسی بات کو نہ مانیں تو مسلمان جنگ سے منھ پھیرنے والے نہیں ہیں۔ یہ سُنکر بدیل ابن ورقا نے عرض کیا کہ آپ جو

لہ یہ حالات صحیح بخاری کتاب الشروط مع الناس بالقول کی طویل حدیث سے لیے گئے ہیں

فرماتے ہیں وہ میں جاکر قریش سے کہتا ہوں چنانچہ بدیل قریش کفار کے پاس گیا اور کہا کہ میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پاس سے آیا ہوں جو کچھ اُنھوں نے کہا ہے اگر تم چاہو تو تمھارے سامنے بیان کردوں۔ قریش کفار کے کمین لوگ بول اُٹھے ہم کو حاجت نہیں ہے کہ ہم کو اُس کی کسی چیز کی بھی خبر دی جائے مگر اُن کے اہل الرائے لوگوں نے کہا کہ بتا تو نے اُس سے کیا سُنا ہے؟ بدیل ابن ورقا نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمودہ قریش کے سامنے بیان کردیا۔ بدیل کی زبانی پیام سُنکر کفار قریش میں سے عروہ ابن مسعود اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا "اے قوم کیا میں تمھارا باپ نہیں ہوں" لوگوں نے کہا "ہاں" عروہ نے کہا "کیا تم میرے بچے نہیں ہو" لوگوں نے کہا "ہاں" عروہ نے کہا "کیا تم لوگوں کو مجھ پر کچھ بدگمانی ہے؟" لوگوں نے کہا "نہیں" عروہ ابن مسعود نے کہا "یہ جو کچھ تمھارے سامنے پیش کیا گیا ہے اچھی شرطیں معلوم ہوتی ہیں مجھے اجازت دو کہ میں جاکر معاملات کی گفت شنید کر آؤں" لوگوں نے عروہ ابن مسعود کو شرائط کے تصفیہ کے واسطے اجازت دیدی اور عروہ سرکار نبوی محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ حضور صلعم نے عروہ سے وہی فرمادیا جو بدیل ابن ورقا سے فرمایا تھا۔ اس پر عروہ نے کہا "محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اگر تم نے اپنی قوم کا استیصال کردیا تو کیا تم نے سُنا ہے کہ تم سے پہلے کسی نے عرب میں سے اپنی اصل کو برباد کیا ہو اور اگر لڑائی کا دوسرا رُخ ہوگیا تو قسم اللہ کی حقیقت یہ ہے کہ یہ جو آدمیوں کی بھیڑ میں دیکھ رہا ہوں سب فرار ہو جائے گی اور تم کو چھوڑ جائیگی" اس پر حضرت ابوبکر کو غصہ آگیا اور اُنھوں نے عروہ سے ڈانٹ کر کہا "کیا ہم اس کے پاس سے بھاگ جائیں گے اور اُس کو چھوڑ جائیں گے" عروہ نے پوچھا "یہ کون ہے" اُنھوں نے کہا "ابوبکر" عروہ نے کہا "قسم اُس ذات کی

جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تجھے اس کا جواب دیتا اگر مجھ پر تیرا احسان نہ ہوتا۔ جس کو اب تک میں اتار نہ سکا۔" پھر اس کے بعد عروہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو شروع کردی اور بات کرتے کرتے آپ کی داڑھی مبارک پر عرب کے دستور کے مطابق ہاتھ ڈالا۔ مغیرہؓ ابن شعبہ تلوار لیے حضور صلعم کے سر کی برابر کھڑے تھے۔ اُنھوں نے تلوار کا قبضہ عروہ کے ہاتھ پر مارا اور کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی سے ہاتھ ہٹا۔" عروہ نے اپنا سر اُٹھایا اور کہا "یہ کون ہے؟" کہا "مغیرہ ابن شعبہ۔" عروہ نے کہا "اے غدار، کیا میں اُس غدر میں کوشش نہیں کر رہا ہوں جو تجھ سے سرزد ہو چکا ہے؟" مغیرہؓ زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کو قتل کر کے اُس کا اسباب لے چکے تھے اُس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ عروہ کی گفتگو سنکر حضور صلعم نے فرمایا کہ "اس (مغیرہؓ) نے اسلام قبول کرلیا اور مال اس کے پاس موجود نہیں۔" عروہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی عقیدت دیکھی تو دنگ رہ گیا۔ آپ حکم دیتے تھے تو حکم سے سناٹا چھا جاتا تھا اور جب وضو فرماتے تھے تو آپ کے وضو کے پانی پر لوگ ٹوٹ پڑتے تھے اور جب بات کرتے تھے تو اوروں کی آواز نابود ہو جاتی تھی اور کوئی آپ کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس کے بعد عروہ اپنے دوستوں کے پاس واپس ہوا اور دوستوں سے کہا۔ "اے قوم، قسم اللہ کی میں بادشاہوں کے پاس نائب ہو کر گیا ہوں، میں سفیر بن کر قیصر اور کسریٰ اور نجاشی کے پاس گیا ہوں قسم خدا کی میں نے کوئی بادشاہ ایسا قطعی نہیں دیکھا جس کے درباری اصحاب اُس کی ایسی عظمت کرتے ہوں جیسے محمد (صلعم) کے صحابہ محمد (صلعم) کی عظمت کرتے ہیں۔ اس کے بعد عروہ نے صحابہ کی گرویدگی کی وہ تفصیل بیان کی جو اُس نے دیکھی تھی اور کہا کہ "حقیقت یہ ہے کہ محمد (صلعم) نے جو

شرائط تمہارے سامنے پیش کی ہیں وہ اچھی شرطیں ہیں تم لوگ ان شرطوں کو منظور کرلو۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خراش ابن امیہ کعبی کو مامور فرمایا کہ قریش کے پاس مکہ جاکر معاملات طے کریں اور خراش کی سواری کے لیے ثعلب نام اونٹ عطا فرمایا۔ خراش نے تعمیل کی اور کفار قریش کے پاس مکہ پہونچے مگر قریش نے اس پیام آور کے ساتھ نہایت بدسلوکی کی اور اُن کو طرح طرح سے ایذا پہونچائی اور اُن کی سواری کے اونٹ کو مار ڈالا اور خود خراش ابن امیہ کے قتل کرنے کا بھی ارادہ کیا مگر احابیش قبیلہ کے لوگوں نے[1] اس حرکت سے منع کیا اور خراش بچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور واردات عرض کردی۔

اب[2] قریش نے ایک دستہ بھیجا کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو لیکن یہ لوگ گرفتار کر لیے گئے۔ گو یہ سخت شرارت تھی لیکن رحمت عالم کا دامن عفو اس سے زیادہ وسیع تھا۔ آپ نے سب کو چھوڑ دیا اور معافی دے دی۔[3]

مصالحت کے واسطے حضرت عثمانؓ کا مکہ بھیجا جانا۔ مکہ میں حضرت عثمانؓ کا قید ہوجانا اور اُن کے قتل کی افواہ

ایسے مفسدانہ حالات پر بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصالحت کے واسطے ہاتھ کھلا رکھا اور حضور صلعم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم قریش کے پاس مکہ جاؤ اور معاملات فیصل کرو۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ کفار قریش کو جو مجھ سے عداوت ہے اس کے سبب سے مجھے اپنی جان کا خوف ہے اور مکہ میں کوئی ایسا شخص نہیں جو میری حمایت کرے مگر میں اس کام کے واسطے ایک

---

[1] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ باب الخاء والرا [2] سیرۃ النبی جلد اول
[3] تفسیر کشاف سورۃ الفتح۔

ایسا شخص بتاتا ہوں جو بہ نسبت میرے زیادہ موزوں ہے اور مکہ والے اُس کے دوست ہیں اور وہ عثمان ابن عفان ہے اس پر حضور صلعم نے حضرت عثمان ابن عفان کو مکہ بھیجدیا اور اُن کے ساتھ چند ہمراہی اور بھی گئے۔ مکہ پہنچکر حضرت عثمان قریش سے ملے اور کہا کہ "حقیقت یہ ہے کہ وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) لڑائی کے واسطے نہیں تشریف لائے بلکہ اس گھر کی زیارت کے واسطے آئے ہیں جو اپنی حرمت کے واسطے معظم ہے"[۱] ابتدا میں قریش حضرت عثمان کے ساتھ مدارات سے پیش آئے اور کہا اگر تم چاہو تو کعبہ کا طواف کرلو۔ حضرت عثمان نے کہا کہ وہ اُس وقت تک طواف نہیں کریں گے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کرلیں گے۔ بعد میں کفار قریش نے حضرت عثمان کو قید میں ڈال دیا اور یہ خبر اُڑ گئی کہ حضرت عثمان قتل کر دیئے گئے

بیعتِ رضواں اور نزول سکینہ

عثمان بن عفانؓ کے قتل کی افواہ حضور صلعم کے کان تک پہنچ گئی اس سے آپ کو نہایت درجہ صدمہ ہوا اور آپ نے ضروری خیال فرمایا کہ دینی وقار کی حفاظت کی غرض سے اب دلیرانہ عملی قدم بڑھایا جائے اور آپ نے فرمایا کہ "جب تک ہم بدلہ نہ لیں گے ہم رکیں گے نہیں"[۲] اور حضور نے عملی قدم اس طرح بڑھایا کہ آپ میدان میں ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور درخت کے سایہ میں حضور صلعم کے چاروں طرف آپ کے ہمراہی حاضر تھے جس سے ایک خاص شان ظاہر ہو رہی تھی حضور صلعم الگ الگ ایک ایک شخص کو طلب فرماتے جاتے تھے اور بیعت کرنے والے کا ہاتھ اپنے ہاتھ کے نیچے رکھکر اس پر بیعت لیتے جاتے تھے کہ لڑائی ہوگی تو یہ لوگ جان دے دیں گے مگر بھاگیں گے نہیں[۳]۔ عبد اللہ

---

[۱] و [۲] و [۳] تفسیر کشاف سورۂ فتح

ابن اوفیٰ جو اصحاب الشجرہ میں سے تھے وہ کہتے ہیں کہ جو قوم صدقہ لے کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوتی تھی اُس کو حضور صلعم اسی طرح دعا دیتے تھے "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْھِمْ"[1] یہ تھا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کا بے مثل اخلاق۔ بیعت رضوان میں مرد اور عورت سب شامل تھے۔[2]

روضۃ الصفا میں ہے کہ حدیبیہ پہونچ کر محمد رسول اللہ صلّی اللہ نے اوس ابن خولی، عبادہ ابن بشر اور محمدؓ ابن مسلمہ کو حکم دیا کہ قافلہ کی حفاظت کی غرض سے اپنے اپنے ہمراہ کچھ لوگوں کو لے کر رات کو گشت کیا کریں اور پہرہ کا انتظام کریں۔ جن دنوں عثمانؓ غنی مکہ بھیجے گئے تھے اُن ایّام میں مکّہ کے قریش کفار کے پچاس آدمی حدیبیہ اس لیے آئے تھے کہ رسول اللہ صلعم کے صحابہ میں سے بھولا بھٹکا اگر کوئی ہاتھ لگ جائے تو پکڑ کر مکہ لے آئیں۔ حدیبیہ پہونچ کر یہ آدم چور لوگ اپنی تاک میں ایک رات پھر رہے تھے کہ اُس رات محمدؓ ابن مسلمہ کی ٹولی کا گشت تھا ان پہرہ داروں نے قریش کفار کے آدم چور گروہ کو بھانپ لیا اور پکڑ کر سرکار دو عالم صلعم کے حضور میں پیش کر دیا حضور صلعم نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو اُس وقت تک حراست میں رکھا جائے جس وقت عثمانؓ ابن عفان مکّہ سے حدیبیہ واپس آجائیں، عثمانؓ کے واپس آجانے کے بعد ان کو چھوڑ دیا جائے گا۔

اب مکہ میں کفار قریش نے مشورہ کر کے گفت و شنید کے واسطے بنی کنانہ قبیلہ کے ایک شخص کو مامور کیا وہ سرکار دو عالم صلعم کے حضور میں حاضر ہوا اور نہایت اچھے خیالات لے کر واپس گیا۔ پھر مکرز ابن حفص حاضر آیا اس کے واپس جانے کے بعد سہیل ابن عمر کفار قریش کی طرف سے مصالحت کی گفتگو کے واسطے مامور کیا گیا جب یہ شخص رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا تو سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ

[1] صحیح بخاری کتاب المغازی غزوہ حدیبیہ [2] سیرۃ النبی

وسلم نے فرمایا "قد سہل لکم من امرکم" حقیقت میں تمھارے کام میں آسانی ہوگئی[1]
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ فقرہ میں سہیل کے نام کے ساتھ "سہل لکم"
کا لفظ ادبی نقطہ نگاہ سے کیا پیارا لفظ ہے اس سے حضور صلعم کی شگفتہ مزاجی کا پتا
چلتا ہے جو ایسے تشویش ناک موقع پر بھی ظاہر ہو جاتی تھی جیسا کہ یہ موقع تھا اور اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ کیسا ہی موقع ہو حضور صلعم کبھی گھبراتے نہ تھے۔

روضۃ الصفا[2] میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں باریابی
حاصل کر کے سہیل نے عرض کیا کہ عثمانؓ ابن عفان اور اُن کے دس ہمراہیوں کو قریش نے
حراست میں رکھ لیا ہے اور مکہ میں روک لیا ہے یہ اُن کی ضرور غلطی ہے مگر یہ فعل اُن کمینے
کمین لوگوں کا ہے حضور اُن لوگوں کو جو قریش میں سے آپ کی حراست میں ہیں رہا
فرما دیں حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک میرے صحابہ عثمانؓ اور اُس کے ہمراہی
جو مکہ میں روک لیے گئے ہیں یہاں وہ واپس نہ آ جائیں گے، اُس وقت تک یہ لوگ
نہیں چھوڑے جا سکتے۔ سہیل نے عرض کیا کہ بالکل بجا ہے۔ یہ خبر مکہ میں جب کفار قریش کو
پہونچی تو انھوں نے عثمانؓ ابن عفان اور اُن کے دسوں ہمراہیوں کو رہا کر دیا اور
یہ اصحاب حدیبیہ آ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کو چھوڑ دیا
جن کو محمد ابن مسلمہ نے گرفتار کیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ بیعت رضوان ایک ایسا موثر طریقہ سرکار دو عالم صلی اللہ
علیہ وسلم نے اختیار فرمایا تھا جس سے نہ صرف عثمانؓ ابن عفان کی جان بچ گئی بلکہ قریشی
کفار مکہ پر ایک خاص رعب جم گیا اور مسلمان جو پریشان تھے اُن کو تسکین ہوگئی اسی
تسکین کی طرف قرآن مجید سورۃ الفتح میں اشارہ کیا گیا ہے جہاں کہا گیا ہے

"لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ" حقیقت یہ ہے کہ اللہ مسلمانوں سے راضی تھا

---

[1] صحیح بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحہ مع اہل حرب [2] روضۃ الصفا حالات حدیبیہ۔

إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا۔"	جب کہ وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کرتے تھے پس جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پھر ان پر اللہ نے تسکین نازل کی اور قریب میں فتح دی۔"

دوسری فصل

صلح نامہ حدیبیہ کی تکمیل مسلمانوں کا ملال۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشویش۔ حضرت ام سلمہؓ کا مشورہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قافلہ کی حدیبیہ سے مدینہ کو واپسی سورہ انا فتحنا کا نزول صلح نامہ میں ترمیم

صلح نامہ حدیبیہ کی تکمیل مسلمانوں کا ملال رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی تشویش حضرت اُم سلمہؓ کا مشورہ

فتح الباری میں ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سہیل ابن عمر کے باہم گفتگو جاری رہی یہاں تک کہ قریشی کفار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چار[1] برس تک جنگ ملتوی رہنا قرار پا گیا۔ اس کی تفصیل یہ[2] ہے کہ ابتدائی گفتگو کے بعد سہیل نے کہا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان تحریر قلمبند ہو جانا چاہیئے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو طلب فرمایا اور حکم دیا "لکھ بسم اللہ الرحمن الرحیم" سہیل کہنے لگا "لیکن 'الرحمن' میں نہیں جانتا وہ کیا ہے بلکہ لکھ باسمک اللّٰھم اور یہی زمانہ جاہلیت کے عرب کا دستور تھا مسلمانوں نے کہا۔ "واللہ! ہم نہیں لکھیں گے مگر سوائے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے" اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] فتح الباری باب الشروط مع الناس بالقول اس جگہ التواء جنگ کی مدت میں اختلاف لکھا ہے مگر فتح الباری کے مصنف کی رائے ہی کہ التواء جنگ کی مدت چار برس تھی۔ [2] صحیح بخاری و فتح الباری باب الشروط مع الناس بالقول۔

حضرت علیؓ سے فرمایا "لکھ دے باسمک اللّٰھم" پھر آپ نے فرمایا "یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ راضی ہوئے" سہیل کہنے لگا "اگر ہم تجھ کو رسول اللہ جانتے ہوتے تو تجھے گھر سے نہ روکتے نہ تجھ سے جنگ کرتے"۔ حضرت علیؓ سے سہیل نے کہا "لکھ محمد ابن عبداللہ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قسم ہے اللہ کی میں یقینی رسول اللہ ہوں۔ اگرچہ تم لوگ جھٹلاتے ہو" پھر علیؓ سے حضور صلعم نے فرمایا "لکھ دے محمد ابن عبداللہ"[1]۔ صحیح بخاری اور فتح الباری باب الشروط مع الناس میں بس اسی قدر ہے۔ اس کی مزید تفصیل ان ہی کتابوں میں باب عمرۃ القضا میں ہے یہاں فتح الباری میں خود حضرت علی کا قول نقل کیا گیا ہے کہ "میں حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا پھر میں نے لکھ لیا یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی پھر سہیل نے کہا اگر ہم جانتے ہوتے کہ وہ رسول اللہ ہے تو ہم اُس سے نہ لڑتے اس کو مٹا دو پھر میں نے کہا۔ واللہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تیری ناک پر خاک قسم اللہ کی میں اس کو نہیں مٹاؤں گا"[2] اس کے آگے اس موقع پر یہ ہے "پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ ہاتھ میں لیا اور اُس پر نظر ڈالی پھر علیؓ نے کہا جو کچھ آپ نے حکم دیا اُس کے بموجب لکھ لیا گیا"۔ حضور صلعم نے فرمایا "دکھاؤ مجھے وہ کہاں ہے[3]"۔ حضرت علیؓ نے اُس[4] جگہ پر انگلی رکھ دی آپ نے رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا[4]" پھر لکھ دیا "یہ وہ ہے جس پر محمد ابن[5] عبداللہ راضی ہوئے"

اس موقع پر قدیم سے بحث چلی آتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو امّی تھے پھر لکھنا کیسا؟ فتح الباری میں نہایت گہری نظر ڈالی گئی ہے مگر علامہ

---

[1] صحیح بخاری و فتح الباری باب الشروط مع الناس بالقول [2] فتح الباری باب عمرۃ القضا۔ سیرۃ النبی جلد اول۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے۔ [3] سیرۃ النبی جلد اول [4] سیرۃ النبی جلد اول
[5] صحیح بخاری باب عمرۃ القضا

شبلی نعمانی نے اس مقام پر خوب لکھا ہے "لیکن حقیقت یہ ہے کہ لکھنے پڑھنے کا کام روز مرّہ جب نظر سے گزرتا رہتا ہے تو ناخواندہ شخص بھی اپنے نام سے حرف آشنا ہو جاتا ہے اس سے اُمیّت میں فرق نہیں آتا۔ بے شبہ اُمّی ہونا آپ کا فخر ہے اور خود قرآن مجید میں یہ وصف شرف و عزّت کے موقع پر استعمال ہوا ہے اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ "

محمد ابن عبد اللہ لکھے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[1] "اور اس پر کہ تم لوگ ہم کو اور بیت (اللہ) کو چھوڑ دو تاکہ ہم اُس کا طواف کریں سہیل نے کہا "واللہ عرب نہ کہنے لگیں کہ ہم زبردستی پکڑے گئے۔ لیکن یہ آیندہ سال کے واسطے، سوائے تلوار کے کوئی ہتھیار اگلے سال بھی ہمراہ نہ ہوگا اور تلوار[2] بھی نیام میں اور آپ لوگوں کو مکّہ میں قیام کی صرف[3] تین روز کے واسطے اجازت ہوگی" یہ بھی لکھ دیا گیا۔ سہیل نے کہا کہ "ہم میں سے کوئی آپ کے پاس نہیں آسکے گا اگرچہ وہ آپ کے دین پر ہو مگر یہ کہ وہ شخص ہمارے پاس واپس بھیج دیا جائے گا" مسلمان کہنے لگے "سبحان اللہ وہ شخص مشرکین کی طرف کیسے واپس کیا جائے گا جب کہ وہ مسلمان ہو کر آگیا" اور مسلمانوں نے اس کو پسند نہیں کیا مگر سہیل نے اس پر زور دیا اور یہ[4] شرط بھی لکھ لی گئی۔

سیرۃ النبی[5] میں صحیح مسلم کے حوالہ سے صلح حدیبیہ کی جو شرائط لکھی گئی ہیں اُن میں یہ اور ہیں:

"مکّہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہ جانا چاہے تو اُس کو نہ روکیں۔

---

[1] صحیح بخاری باب الشروط مع الناس بالقول [2] و[3] فتح الباری باب عمرۃ القضا و سیرۃ النبی جلد اول [4] فتح الباری باب الشرط مع الناس بالقول [5] سیرۃ النبی جلد اول

کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ جائے تو واپس کر دیا جائے گا لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔

قبائل عرب کو اختیار ہو گا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہو جائیں۔"

صلح حدیبیہ کے یہ شرائط تھے جس پر مکہ کے قریشی کفار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو گئے اور باہم معاہدہ قلم بند ہو گیا۔ مسلمانوں کی طرف سے اس صلح نامہ پر بطور گواہ[1] کے ابو بکرؓ بن ابی قحافہ، عمرؓ ابن الخطاب، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص، عثمانؓ بن عفان، ابو عبیدہؓ الجراح، محمدؓ ابن مسلمہ، ابو جندل ابن سہیلؓ ان اصحاب نے دستخط کر دیئے اور کفار قریش کی طرف سے حویطب ابن عزیٰ، مکرز ابن حفص اور جو موجود تھے اُن لوگوں نے دستخط کر دیئے اس طرح صلح حدیبیہ کا عہد نامہ مرتب ہو گیا۔

یہ صلح نامہ لکھا ہی جا رہا تھا ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ مکہ کے کفار قریش کی طرف سے معاہدہ لکھانے والے اس ہی سہیل کا بیٹا ابو جندل ابن سہیل جو مکہ میں مسلمان ہو گیا تھا اور مسلمان ہو جانے کے سبب سے اس کے باپ نے اُس کو بیڑیاں پہنا کر قید میں ڈال رکھا تھا کسی طرح سے موقع پا کر قید سے بھاگ چھوٹا اور مکہ سے گرتا پڑتا چل کر لوہے میں جکڑا ہوا حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسلمانوں کے درمیان آ کر گر گیا۔ اس پر سہیل نے کہا "محمدؐ! صلح نامہ کی تعمیل کا یہ[2] پہلا موقع ہے یہ کہ اس کو مجھے واپس دے دو" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابھی تو معاہدہ مکمل بھی نہیں ہوا"۔ سہیل نے کہا تو واللہ ہم تجھ سے کسی چیز پر ہرگز صلح نہیں کریں گے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] روضۃ الصفا حالات حدیبیہ [2] صحیح بخاری باب الشروط مع الناس بالقول

فرمایا "اس کو میرے پاس رہنے کی اجازت دے دو" سہیل نے کہا "میں اس کی اجازت نہیں دوں گا" حضور نے پھر یہی فرمایا۔ سہیل نے پھر انکار کیا۔ پھر جب کہ سہیل نے انکار پر اصرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوجندل کو سہیل کے حوالہ کر دینے پر راضی[۱] ہو گئے اور سہیل سے کہا کہ اس کے بعد اس کو ایذا[۲] مت دینا اور اس پر سختی مت کرنا۔ مکرز بن حفص نے اس کی ضمانت کی کہ ابوجندل[۳] پر اب کوئی سختی نہیں ہوگی اب ابوجندل نے کہا "اے مسلمانوں کے گروہ! مجھے مشرکوں کو واپس کئے دیتے ہو، اور حالت یہ ہے کہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں کیا نہیں دیکھتے کہ مجھ پر کیا گزری" عمرؓ[۴] ابن خطاب نے عرض کیا "کیا آپ اللہ کے سچے نبی نہیں ہیں" حضور نے فرمایا "بے شک" پھر عمرؓ نے عرض کیا "کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں" حضور صلعم نے فرمایا "بے شک" عمرؓ نے عرض کیا "تو پھر ہم اپنے دین میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں" آپ نے فرمایا "میں اللہ کا رسول ہوں میں اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرسکتا۔ وہ میرا مددگار[۵] رہے" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل سے فرمایا:

" ابا جندل اصبر واحتسب[۶] فان اللہ جاعل لک ولمن معک من المستضعفین فرجاً ومخرجا وانا صالحنا القوم وانا لا نغدر "

"ابوجندل! صبر کر اور ضبط سے کام لے پھر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے لئے اور ان کے لئے جو تیرے ساتھ کمزوروں میں سے ہیں خوشی کا راستہ نکالے گا اور ہم نے قوم سے صلح کر لی ہے اور ہم بدعہدی نہیں کریں گے"

---

۱ فتح الباری باب الشروط مع الناس بالقول ۲و۳ روضۃ الصفا جلد دوم حالات حدیبیہ
۴ صحیح بخاری باب الشروط مع الناس ۵ صحیح بخاری باب الشروط مع الناس
۶ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد خامس ابوجندلؓ کا حال۔

اس واقعہ سے مسلمانوں کی دل شکنی میں کتنا اضافہ ہوا اس کا اندازہ حضرت عمرؓ جیسے غیور صحابی کی گفتگو سے کیا جا سکتا ہے۔ یہاں حضور رحمۃ للعالمین کے خاص اسوۂ حسنہ معاہدہ پر استقامت۔ مخصوص توجہ چاہتی ہے۔

صلح نامہ حدیبیہ کی تحریر اور تکمیل سے فراغت پا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ "اُٹھو! قربانی کرو۔ پھر حجامت بناؤ۔ مگر ان میں سے کوئی نہیں اُٹھا یہاں تک کہ حضور صلعم نے تین مرتبہ فرمایا۔ جب کہ اس پر بھی کوئی شخص نہیں اُٹھا تو حضور صلعم ام المومنین[1] حضرت ام سلمہ کے پاس تشریف لے گئے جو اس سفر میں ازواج مطہرات میں سے آپ کے ہمراہ تھیں اور ان سے آپ نے واقعہ بیان کیا اور ہمراہیوں کا طرز عمل بتایا۔ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا۔ نبی اللہ! ان لوگوں سے حضور کوئی بات نہ فرمائیں۔ صلح نامہ کی سختی اور فتح کے بغیر واپسی کے خیال سے حضور کی نسبت ان لوگوں پر امر عظیم آ گیا ہے۔ آپ اپنا جانور قربانی کر دیں اور حجام کو بلا کر اپنی حجامت بنوائیں۔ حضور صلعم حضرت اُم سلمہ کے پاس سے باہر تشریف لائے اور اُن کے مشورہ کے بموجب آپ نے کسی ہمراہی سے کوئی بات نہیں کی یہاں تک کہ حضور صلعم نے اپنے جانور کی قربانی کر دی اور حجام کو بلا کر اپنی حجامت بنوائی۔ لوگوں نے جب یہ دیکھا

---

[1] ام المومنین حضرت ام سلمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے نکاح کا حال موقع پر ۴ھ ہجری کے حالات میں اس تصنیف میں درج ہونے سے رہ گیا ہے جو یہاں اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ سے لکھا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے حالات پر الگ الگ عمیق نگاہ ڈالو تو پتا لگتا ہے کہ کاشانۂ نبوت میں کیسے کیسے انمول موتی جمع کئے گئے تھے اور اُن کے اجتماع میں کیا کیا بلیغ حکمۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھی اور ان اُمہات المومنین میں سے ہر ایک کے وجود باجود سے اُس عہد خیر القرون میں اور اُس کے بعد کیسے کیسے بیش بہا مذہبی، اخلاقی، علمی، انتظامی اور سیاسی فوائد میسر آئے (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

تو اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی اپنی قربانیاں کر دیں اور ایک نے دوسرے کی حجامت بنائی لیکن سب کے سب لوگ نہایت رنجیدہ تھے۔ اس واقعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس قدر و منزلت کا پتا چلتا ہے جو آپ طبقۂ اناث کی فرماتے تھے کہ اہم ترین امور میں حضور صلعم بی بیوں سے مشورہ فرماتے تھے اور ایسے مشورہ پر عمل کرتے تھے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) اب ذرا ام المومنین حضرت ام سلمہ کے حالات پر نگاہ ڈالو۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں دو جگہ ان کے حالات درج ہیں ایک جگہ ہند کے تحت میں جو ان کا نام تھا اور ایک جگہ ام سلمہ کے تحت میں جو ان کی کنیت تھی ام سلمہ کے تحت میں ہے کہ ان کا نام ہند بنت ابی امیہ ابن مغیرہ ابن عبد اللہ ابن عمر ابن مخزوم القرشیہ المخزومیہ تھا ان کے والد ابی اُمیہ شہسواری میں مشہور تھے ہند کے تحت میں ابی اُمیہ کے متعلق لکھا ہے کہ قریش میں یہ فیاضی میں مشہور تھے اور حضرت ام سلمہؓ کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر لکھا ہے۔ ام المومنین حضرت ہند ام سلمہؓ کے پہلے خاوند عبد اللہ ابن عبد الاسد ابی سلمہ مخزومی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپی زاد بھائی تھے ابو سلمہ اور ام سلمہ دونوں ابتدائی مسلمانوں سے تھے اور ۵ سنہ نبوی کی حبشہ کی ہجرت میں شامل تھے۔ ابو سلمہ عبد اللہ سے حضرت ام سلمہ کے چار بچے تھے (۱) سلمہ (۲) عمر (۳) درہ (۴) زینب اور سلمہ کی مناسبت سے حضرت ام سلمہ کی کنیت مشہور ہوئی۔ عبد اللہ ابو سلمہ جنگ بدر اور جنگ احد میں مسلمانوں کی طرف ہو کر شریک ہوئے اور جنگ اُحد میں زخمی ہوئے اس زخم کی شدت سے جمادی الآخر ۳ سنہ ہجری میں عبد اللہ ابو سلمہ کا انتقال ہو گیا۔ بیوگی کی عدت گزرنے کے بعد پہلے حضرت ابو بکرؓ نے ام سلمہؓ کے پاس نکاح کا پیام بھیجا جو نامنظور کیا گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے ذریعہ سے نکاح کا پیام بھیجا جواب میں حضرت اُم سلمہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ میں غیور عورت ہوں اور بال بچے دار ہوں۔ حضور نے فرمایا ام سلمہ سے کہدو کہ میں اللہ سے دعا کروں گا اُس کی غیوری کم ہو جائے گی۔

(بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

حضرت ام سلمہؓ کس پایہ کی ام المومنین تھیں اس کے متعلق صحیح بخاری کی شرح فتح الباری کا مولف باب الشروط مع الناس بالقول میں لکھتا ہے۔

"فضل ام سلمۃ وفور عقلہا حتی قال امام الحرمین لا نعلم امراۃ اشارت برای فاصابت الا ام سلمۃ"

"ام سلمہؓ کا فضل اور اس خاتون محترم کی عقل کی بیشی اس درجہ تھی کہ امام الحرمینؒ نے کہا کہ ہم کسی عورت کو نہیں جانتے جس نے مشورہ دیا ہو اور ٹھیک ہوا ہو مگر ام سلمہؓ"

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ)

اور بچوں کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ سیرۃ النبی میں ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے یہ بھی کہلا بھیجا تھا کہ میری عمر زیادہ ہے۔ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب گوارا فرمایا اور سنہ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے نکاح کر لیا۔ یہ حالات صاف بتاتے ہیں کہ حضرت ام سلمہؓ سے رسول اللہ صلعم کا نکاح (نعوذ باللہ) ہرگز و زنہار کسی نفسانی جذبہ کے ماتحت کسی طرح نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ ایک عمر رسیدہ بیوہ چار بچوں کی ماں، ایسی خاتون سے نکاح کا خیال نفسانی جذبات کے اندر کسی طرح نہیں کہا جا سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک طرف حضرت ام سلمہؓ کی ناچاری اور دوسری طرف اُن کی عقل کی بیشی اور قابلیت جس سے حضور صلعم اُن کے خاندانی ہونے کے سبب سے واقف تھے۔ اس لیے حضور صلعم نے حضرت ام سلمہؓ سے نکاح کیا۔ اور اس نکاح کا اہم فائدہ صلح حدیبیہ کے موقع ظاہر ہوا کہ حضرت ام سلمہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا بہترین مشورہ ملا جس سے ایک بڑی سیاسی قومی گتھی سلجھ گئی اور حضور صلعم نے فرما دیا کہ "میں کسی عورت کو نہیں جانتا جس نے مجھے ایسا ٹھیک مشورہ دیا ہو جیسا ام سلمہ" حضرت ام سلمہؓ کا یہی ایک کارنامہ اتنا وقیع ہے جس سے اُن کی عظمت دوبالا ہو جاتی ہے اور حضور صلعم کے ازواج مطہرات کے متعلق آپ کی اعلیٰ نظر انتخاب کا پتا چلتا ہے۔

اللھم صل علی محمد و بارک وسلم

یہ بھی عورت کے طبقہ کی عزت کے متعلق حضور رحمۃ للعالمین صلعم کی عملی تعلیم جس طبقہ کو دنیا نے جہالت سے نکما کر دیا ہے اور اس مثال سے معلوم ہو جاتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات میں شامل کرنے کے واسطے کیا مفید انتخاب فرماتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہیوں کی حدیبیہ سے مدینہ کو واپسی اور سورۃ الفتح کا نزول

قربانی اور حجامت سے فارغ ہو جانے کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی حدیبیہ سے مدینہ کے واسطے روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں مکہ اور مدینہ کے درمیان سورۃ الفتح نازل ہوئی[لہ]۔

رات کا وقت تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عمرؓ ابن خطاب سفر کر رہے تھے۔ عمرؓ نے حضور صلعم سے کوئی بات دریافت کی حضور صلعم نے جواب نہیں دیا۔ عمرؓ نے پھر دریافت کیا پھر جواب نہیں ملا۔ پھر دریافت کیا پھر جواب نہیں ملا۔ عمرؓ نے کہا اے عمر تیری ما تجھے کھو دے تو نے تین مرتبہ حضور صلعم سے سوال کیا تینوں مرتبہ تجھے جواب نہیں ملا۔ پھر عمرؓ ابن خطاب کے اونٹ نے حرکت کی اور وہ امام الناس صلعم سے آگے بڑھ گیا۔ عمرؓ ڈر گئے کہ اُن کے متعلق قرآن مجید میں کچھ نازل ہوا ہو گا۔ پھر اُن کو آواز آئی کہ کوئی پیچھے سے بلاتا ہے پھر وہ ڈرے کہ شاید اُن کی نسبت قرآن مجید میں کچھ نازل ہوا۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درحقیقت آج رات مجھ پر ایسی سورہ نازل ہوئی ہے جس سے میں ہر اُس چیز سے زیادہ محبت کرتا ہوں جس پر سورج کی روشنی پڑتی ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ

لہ فتح الباری باب الشروط مع الناس بالقول۔

فَتْحًا مُّبِيْنًا - یہ حدیث صحیح بخاری[1] سے لی گئی ہے جہاں یہ حدیث ہے اسی مقام پر فتح الباری میں ہے کہ "یہ سفر حدیبیہ[2] کا سفر تھا"

حدیبیہ کے صلح نامہ کی شرطیں سرسری نگاہ میں مسلمانوں کی ناکامی اور مکّہ کے قریش کفار کی کامیابی بلکہ چیرہ دستی پر دلالت کرتی ہیں اور اس صلح نامہ کا فوری نتیجہ تو بظاہر مسلمانوں کی کھلی ناکامی سامنے لے آتا ہے کہ مسلمانوں کا یہ قافلہ جو عمرہ کرنے کی نیت اور ارادہ سے مدینہ سے کئی منزلیں طے کر کے مکّہ کے مضافات میں سے حدیبیہ تک گویا حرم کی حد تک پہونچ گیا تھا لیکن حدیبیہ کے معاہدہ کے ذریعہ سے اس قافلہ کو عمرہ کی حد اور کعبہ کے مطاف تک پہونچنا نصیب نہیں ہوا۔ اور بے نیل مرام یہ قافلہ حدیبیہ سے مدینہ واپس جانے پر مجبور ہو گیا۔ اس طرح بظاہر حدیبیہ کے معاہدہ کے شرائط مسلمانوں کے واسطے ایسے دل شکن تھے کہ جس وقت یہ معاہدہ لکھا جا رہا تھا اُس وقت بھی مسلمانوں کی عام رائے اس معاہدہ کو مسلمانوں کے حق میں کمزور محسوس کر رہی تھی اور مسلمانوں کی طرف سے رنج و ملال کا اظہار ہو رہا تھا اور عمرؓ ابن خطاب جیسے سیاست داں تو صلح حدیبیہ کے خلاف اس درجہ متاثر ہوئے کہ ضبط نہ کر سکے جیسا کہ اُن کی گفتگو سے ظاہر ہے جو صلح حدیبیہ کے معاہدہ لکھے جانے کے حالات میں نقل کی گئی ہے پھر صلح حدیبیہ کو فتح مبین کہنا کیسا؟ مگر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ صلح حدیبیہ ضرور فتح مبین تھی جیسا کہ آیندہ تفصیل میں بتایا جائے گا

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا کی شانِ نزول میں کہ یہ آیۃ صلح حدیبیہ کے متعلق ہے یا فتح مکّہ کے۔ صحابہ کے وقت سے اختلاف چلا آتا ہے لیکن جیسا کہ لکھا گیا ہے غور کرنے سے اور حالات کے جانچ کرنے سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا صلح حدیبیہ سے تعلق رکھتی ہے۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب

---

[1] و [2] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب انا فتحنا لک فتحا مبینا۔

غزوۂ حدیبیہ میں البراؓ کا قول ہے کہ "تم لوگ فتح کو فتح مکّہ سے شمار کرتے ہو حقیقت میں فتح مکّہ ضرور فتح تھی اور ہم فتح کو بیعت الرضوان یوم حدیبیہ سے شمار کرتے ہیں ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چودہ سو تھے۔" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ براءؓ جو خود حدیبیہ میں شریک تھے وہ اِنَّا فَتَحْنَا کو صلح حدیبیہ کے متعلق کہتے ہیں۔ البراءؓ کی اس حدیث کی شرح لکھتے ہوئے فتح الباری کا مولف لکھتا ہے کہ "اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا یہ مقام ہے جس پر قدیم سے اختلاف چلا آتا ہے .... یہاں فتح سے مراد حدیبیہ ہے اس لیے کہ یہ فتح مبین کی ابتدا تھی۔ اس وجہ سے کہ یہ صلح اس طرح مرتب کی گئی تھی جس سے جنگ موقوف ہو گئی اور امن قائم ہو گیا اور جو لوگ اسلام میں داخل ہونے اور مدینہ آنے سے ڈرتے تھے، اس صلح سے اُن کے واسطے یہ ممکن ہو گیا جیسے کہ خالد ابن ولید اور عمرو ابن عاص وغیرہ کا واقعہ ہوا" یعنی یہ لوگ اس دوران صلح کے فیض صحبت سے مسلمان ہو گئے۔ پھر اس مقام پر فتح الباری میں زہری کا قول نقل کیا گیا ہے "اسلام میں فتح حدیبیہ سے پہلے اس سے بڑی کوئی فتح نہیں تھی وہ تو کفر کی حیثیت سے جنگ کی حالت تھی جب کہ سب کے سب لوگ امن میں آ گئے تو بعض نے بعض سے بات چیت کی۔" پھر زہری اس کا نتیجہ بتاتا ہے کہ "ان برسوں میں جتنے لوگ مسلمان ہوئے اتنے اُس سے پہلے اسلام میں داخل نہیں ہوئے۔" شمار و اعداد سے اس کو فتح الباری میں اس مقام پر ایک اور قول سے ثابت کیا گیا ہے کہ "حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۰۰ چودہ سو آدمیوں کے ساتھ نکلے تھے اور چند سال کے بعد فتح مکّہ کے موقع پر ۱۰۰۰۰ دس ہزار آدمیوں کو ہمراہ لے کر نکلے۔" اور یہ سب حدیبیہ کی فتح مبین کا اثر تھا کہ مسلمانوں کی تعداد میں اتنا اضافہ ہو گیا کہ وہ فتح مکّہ کے موقع پر ۱۰۰۰۰ دس ہزار کی تعداد میں اکٹھے ہو سکے صحیح بخاری کتاب التفسیر باب انّا فتحنا میں انسؓ کی روایت ہے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر موجود تھے کہ "اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا - یہ حدیبیہ سے متعلق ہے"

حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور ایمان سلامتی اور امن کا منبع ہے صلح حدیبیہ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو لڑائیاں لڑنا پڑیں وہ انتہائی مجبوری کے اندر بچاؤ کے لیے لڑنا پڑیں جیسا کہ مواقع جنگ پر بتایا جا چکا ہے۔ صلح حدیبیہ سے کم سے کم ایک محدود مدت کے واسطے جنگ وجدال کا خطرہ جاتا رہا اور سلامتی اور امن کے اندر کام کرنے کا موقع مل گیا اور مکہ کے قریشی کفار جو اسلام اور مسلمانوں کے جداگانہ وجود کو تسلیم کرنا تو درکنار اس کو دُنیا سے نیست نابود کرنے کے واسطے برابر ساعی رہتے تھے اور نعوذ باللہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات کی جان لینے کے درپے رہتے تھے۔ صلح نامہ حدیبیہ کے ذریعہ سے ان قریشی کفار مکہ نے اسلام اور مسلمانوں کی اہمیت اور اُن کے باوقار جداگانہ وجود کو تسلیم کرلیا اور نبی کریم کے وقار اور عظمت کو مان لیا اور اقرار کرلیا کہ معینہ مدت کے بعد مسلمان حج اور عمرہ کو آسکتے ہیں۔ اس نظر سے یقینی صلح حدیبیہ فتح مبین ہے جس سے امن اور سلامتی کے اندر نہ صرف عرب میں بلکہ دُنیا بھر میں امن اور سلامتی کا پیغام پہونچانے کے واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت مل گیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یورپ میں قیصر روم کے نام، افریقہ میں عزیز مصر اور نجاشی حبشہ کے نام، وسط ایشیا میں کسریٰ ایران کے نام اور عرب میں اس خطہ کے چند فرماں رواؤں کے نام۔ مبارک مراسلات کے ذریعہ سے سلامتی اور امن کا پیغام پہونچا دیا۔ اس طرح تمام اقصاء عالم میں اسلام کی اشاعت کردی گئی اور یہ عظیم الشان مہم صلح حدیبیہ کے التواء جنگ کی مدت کے دوران تکمیل کو پہونچی جس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ کسی باب میں آئے گی۔

اسلام کی عالمگیر اشاعت کے علاوہ التواء جنگ کے دوران میں اس سلسلہ اشاعت اسلامیہ کے متعلق خود مکہ مدینہ میں کیا ہوا اس کی نسبت علامہ ابن اثیر

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں لکھتے ہیں "جب کہ لوگوں کو امن مل گئی اور لوگوں نے فیض رسان راہ کی تلاش کی تو کوئی شخص اسلام کے متعلق بات نہیں کرتا تھا مگر اس میں داخل ہو جاتا تھا۔ اس دو برس کی مدت میں درحقیقت اسلام کے حلقہ میں اس سے بہت زیادہ آدمی داخل ہوئے جو اس سے پہلے ہو چکے تھے اور صلح حدیبیہ تو فتح عظیم تھی"۔

جو لوگ تلوار کو اسلام کی اشاعت کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ صلح حدیبیہ کے التوائے جنگ کے دوران میں اشاعت اسلام کے ان واقعات پر نگاہ ڈالیں اور اپنے غلط خیال کی ترمیم کریں۔

صلح نامۂ حدیبیہ میں ترمیم

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں ام کلثومؓ کے حال میں ہے کہ یہ صحابیہ ام کلثوم بنت عقبہ قرشیہ امویہ عثمانؓ بن عفان کی ماجائی بہن تھیں اور ابتدائی مسلمانوں میں سے تھیں مگر ان کو مکہ سے مدینہ آنے کا موقع نہیں مل سکا تھا اور صلح نامہ حدیبیہ کی ترتیب تک وہ برابر مکہ میں اپنے کافر خاندان میں رہتی رہیں۔ حدیبیہ کے سال جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے مدینہ واپس پہونچ لیے ام کلثوم کو موقع مل گیا اور مکہ سے ہجرت کر کے یہ صحابیہ پیدل چل کر مدینہ آ گئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ ام کلثوم کے پیچھے پیچھے ان کے دو بھائی ولید اور عمارہ ام کلثوم کو پکڑ کر واپس لے جانے کی غرض سے مدینہ آئے اور انھوں نے صلح نامہ حدیبیہ کی ایک شرط کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ ام کلثوم کو واپس دے دیا جائے تاکہ ان کو لے کر مکہ چلے جائیں۔ اسد الغابہ میں ہے کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ام کلثوم کے ساتھ ہی امیہ

ل؎ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جز الخامس حالات ابو بصیر

بنت بشر اور سبیعہ بنت حرث ان مہاجرات کا نام بھی لکھا ہے یہ صحابیات بھی مکہ سے چل کر مدینہ آئیں اور کفار مکہ نے ان کا مطالبہ کیا۔ ان سب صحابیات کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت یہ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْــَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْــَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

(قرآن مجید۔ سورہ ممتحنہ)

اے ایمان والو جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں آئیں ہجرت کر کے تو اُن کو جانچ لو اللہ اُن کا ایمان بہتر جانتا ہے۔ پھر اگر جانو کہ وہ ایمان پر ہیں تو اُن کو کافروں کو واپس مت کرو۔ نہ وہ عورتیں اُن مردوں کے واسطے حلال ہیں اور نہ وہ مرد اُن عورتوں کے واسطے حلال ہیں اور اُن مردوں کو دے دو جو اُن پر خرچ ہوا اور تم پر گناہ نہیں ہے کہ اُن عورتوں سے نکاح کر لو۔ جب کہ اُن کے مہر دے دو اور کافر عورتوں کا ناموس قبضہ میں مت رکھو اور مانگ لو جو تم نے خرچ کیا اور وہ مانگ لیں جو اُنھوں نے خرچ کیا یہ اللہ کا فیصلہ ہے تم میں فیصلہ کرتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

اس حکم الٰہی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرات صحابہ کو اُن کے کافر ورثا کو واپس دینے سے انکار کر دیا کہ عورتیں صلح نامہ حدیبیہ کی شرط سے مستثنیٰ ہیں اور اس طرح صلح نامہ حدیبیہ کی شرط کہ مکہ سے جو مسلمان ہو کر مدینہ آئے گا وہ کفار مکہ کے مطالبہ پر واپس کر دیا جائے گا" مہاجرہ عورتوں سے متعلق نہ رہی۔ عورتیں اس شرط کے اثر سے مستثنیٰ ہو گئیں۔ صرف مردوں سے

اس شرط کا تعلق رہ گیا یہ ایک تشریح ہوگئی۔ اس کے بعد مہاجرات عورتیں مکہ سے مدینہ آتی رہیں اور اسلام کے زمرہ میں شامل ہوتی رہیں۔

ایک شخص مکہ کے رہنے والے ابوبصیرؓ عتبہ ابن اُسید ثقفی حدیبیہ کے صلح نامہ کی تکمیل کے بعد التواء جنگ کے دوران میں مدینہ آئے اور مسلمان ہوکر مدینہ میں مقیم ہوگئے۔ جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے حدیبیہ کے صلح نامہ میں شرط تھی کہ مکہ کا کوئی آدمی مسلمان ہوکر مدینہ آجائے گا تو اُس کو مکہ کے کفار قریش کی طلب پر مکہ واپس کردیا جائے گا۔ اس شرط کے مطابق مکہ کے کفار قریش میں سے اخنس ابن شریق ثقفی اور ازہر ابن عبد عوف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مراسلہ بھیجا جس کے ذریعہ سے ابوبصیر کا مطالبہ کیا گیا۔ یہ مراسلہ لے کر دو قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے اور مراسلہ پیش کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبصیر کو بلا کر ارشاد فرمایا "ابوبصیر! بات یہ ہے کہ یہ وہ قوم ہے جس سے ہم نے صلح کرلی ہے اور جس پر صلح کی ہے اُس سے تو خوب واقف ہے ہم بدعہدی نہیں کرسکتے پس حق تیری قوم کا ہے۔" ابوبصیر نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجھے مشرکوں کے حوالہ کئے دیتے ہیں جو میرے دین میں فتنہ پیدا کریں گے۔" رسول اللہ صلعم نے فرمایا "ابوبصیر! صبر کر اور سوچ حقیقت میں اللہ تیرے لیے اور تیرے ساتھ جو مومنین میں سے کمزور ہیں اُن کے لیے خوشی کا مخرج پیدا کرے گا۔" یہ حکم پاکر ابوبصیر قاصدوں کے ساتھ مکہ کو روانہ ہوگئے۔ یہ لوگ چلتے چلتے ذوالحلیفہ کے مقام پہونچے اور وہاں ٹھیر گئے۔ قاصدوں میں سے ایک شخص عامری تھا ابوبصیر نے اُس سے کہا کہ دیکھوں تمہاری تلوار کیسی ہے قاصد نے اپنی تلوار دیکھنے کو ابوبصیر کے حوالہ کردی۔ ابوبصیر نے دیکھنے کے واسطے

---

[1] یہ سب حال اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ حالات ابوبصیر سے لیا گیا ہے۔

تلوار میان سے نکالی اور جھپٹ کر قاصد عامری کی گردن اُڑا دی۔ دوسرا ہمراہی قاصد بھاگا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اُس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ قاصد نے عرض کیا کہ آپ کے صحابی ابوبصیر نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا۔ اتنے میں ابوبصیر بھی شمشیر بکف حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور نے اپنا معاہدہ پورا کر دیا اور میں نے اپنے کو بچا لیا۔ حضور نے فرمایا افسوس جنگ کا شعلہ بھڑک اُٹھا اگر اس کے ساتھ آدمی ہوتے۔ ابوبصیر مدینہ سے چلے گئے اور شام کے راستہ میں شام اور مکّہ کے درمیان عیص کے مقام ابوبصیر نے سکونت اختیار کر لی۔ اس کی اطلاع مکّہ میں پہونچ گئی اور مکّہ میں جو مسلمان مجبوری کی حالت میں تھے وہ بھی بھاگ کر عیص کے مقام اکھٹے ہو گئے اور عیص میں مسلمانوں کی ایک مضبوط جماعت ہو گئی اور ان کی تعداد ساٹھ ۶۰ ستّر تک پہونچ گئی اور ابوجندل جو صلح نامہ حدیبیہ کی تحریر کے وقت مکّہ بھیج دیئے گئے تھے وہ بھی مکّہ سے بھاگ کر عیص میں آ گئے۔ مشرکین مکّہ کا جو قافلہ شام کے ملک کو آتا جاتا تھا ایسے قافلہ کی لوٹ مار سے عیص کے مسلمانوں کی گزر ہوتی تھی۔ اس سے مکّہ کے کفّار قریش بہت پریشان ہو گئے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ صلح نامہ حدیبیہ کی یہ شرط نکال دی جائے جس کے ذریعہ سے مکّہ کے بھاگے ہوئے مسلمان کو کفار مکّہ کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے آئندہ جو مسلمان مکّہ سے مدینہ پہونچ جائے گا اُس کو طلب نہیں کیا جائے گا۔ اس طرح حدیبیہ کے صلح نامہ میں یہ ترمیم ہو گئی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ابوبصیر اور ابوجندل کو تحریر فرمایا کہ اب تم لوگ مدینہ چلے آؤ اور ابوجندل مدینہ میں حاضر ہو گئے۔ ابوبصیر بیمار تھے اور اُن کا انتقال عیص میں ہو گیا اور وہیں دفن کر دیئے گئے۔

تیسری فصل

یہودیوں سے مختتم جنگ اور فتح خیبر

پالتو گدھے کے گوشت کی حرمت۔ خودکشی سے نفرت کا اظہار۔ حضرت علی فاتح خیبر۔ حضرت صفیہ ام المومنین کے زمرہ میں اور دشمن کے احترام کا خیال۔ فتح کے بعد خیبر بٹائی کے عوض میں یہودیوں کے حوالہ کر دیا گیا۔ چند خاص احکام۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے باہم جنگ پر ایک عمیق نظر

اس کتاب کے ایک حصہ مصطفائی کمال میں مدینہ کے یہود کے بنی نضیر قبیلہ کا حال اُس قبیلہ کی چالاکی اور فتنہ پردازی اور بنی نضیر کا مدینہ سے دیس نکالا اور یہودیوں کے اس قبیلہ کی خیبر کی آبادی کا تذکرہ قلمبند کیا جا چکا ہے۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری باب غزوۃ الخیبر میں ہے کہ "وہ (خیبر) ایک بڑا شہر ہے جس میں قلعے ہیں اور کھیت ہیں۔ یہ مدینہ سے آٹھ منزل پر شام کے ملک کی طرف آباد ہے" خیبر کی قدامت کی نسبت ہے کہ "عمالیق کے زمانہ میں اُن کے کسی شخص کے نام پر آباد کیا گیا تھا"

اس سے ظاہر ہے کہ مدینہ کی سلامتی اور امن کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ باسعادت میں خیبر خاص اہمیت رکھتا تھا اور جب کہ شکست خوردہ بنی نضیر خیبر میں جا کر آباد ہو گئے تو انتظامی نقطہ خیال سے مدینہ کو خیبر کی طرف اور بھی مخصوص توجہ کی ضرورت لاحق ہو گئی۔

جیسا کہ مصطفائی کمال میں بتایا گیا ہے بنی نضیر قبیلہ کے یہودیوں نے

خیبر میں آباد ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مدینہ کے مسلمانوں کے خلاف ایک ہنگامہ برپا کر رکھا تھا اور اس قبیلہ کے سردار حیی ابن اخطب نے مکّہ کے مشرکین کو اُبھار کر جنگ احزاب برپا کرائی تھی۔

صحیح بخاری باب قتل ابی رافع میں سلام ابن ابی حقیق ابو رافع بنی نضیر یہودی کے حال میں لکھا ہے کہ "وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہونچایا کرتا تھا اور دشمنوں کی امداد کیا کرتا تھا"۔ پھر فتح الباری میں اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "وہ اُن لوگوں میں تھا جو غطفان وغیرہ مشرکین عرب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بہت سے مال سے امداد کیا کرتا تھا" اور اپنی اس شر انگیزی کے سبب سے یہ ابو رافع رمضان سنہ ۶ ہجری میں قتل کر دیا گیا۔

غرض کہ بنی نضیر یہودیوں کی آبادی اور اُن کی آئے دن کی فتنہ پردازی کے سبب سے خیبر میں بنی نضیر کا استحکام مدینہ کی امن اور سلامتی کے واسطے ایک دامی خطرہ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم "رحمۃ للعالمین" کے مخصوص فرض منصبی میں جس کے واسطے ایک خاص سکون اور امن امان کی ضرورت تھی۔ خیبر کے یہودیوں کی ریشہ دوانی کا خطرہ ایک روک تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ امن سلامتی اور بنی آدم کے اتحاد کی عظیم الشان مہم میں کام کرنے والوں کو ہمیشہ پریشان رکھتا تھا۔ قرآن مجید جو انسانی سلامتی اور امن کے واسطے ایک مکمل دستور العمل ہے اُس میں فساد اور فتنہ کو ایک بہت بڑا جرم بتایا گیا ہے اور کہا گیا ہے "اَلْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ" (قرآن مجید سورۂ بقرہ) "فتنہ قتل سے شدید تر ہے"۔ اس لئے کہ قتل کی واردات تو ایک ہی شخص پر بیتتی ہے اور فتنہ بہت سے آدمیوں کی عافیت تنگ کر دیتا ہے۔ اور اسلام تو انسان کو فتنہ فساد سے ہٹا کر

---

۵ صحیح بخاری باب قتل ابی رافع

باہم اتحاد اور سلامتی اور امن کی تعلیم دینے آیا ہے۔ یہ اسباب تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضروری ہوا کہ مدینہ کے مسلمانوں کو خیبر کے فتنہ سے ہمیشہ کے واسطے نجات دے کر ایک اور مفید تر مدبرانہ انتظامی اسوۂ حسنہ سے عالم انسانیت کو آگاہ فرمائیں۔

پھر حدیبیہ سے واپسی کے بعد حضور رحمۃ للعالمین کو ایک عظیم الشان پیمانہ پر عالمگیر سلامتی اور امن اور عالمگیر اتحاد انسانی کا کام کرنا تھا جس کی تشریح انشاء اللہ آئندہ باب میں آئے گی اور اس سبب سے بھی مدینہ کے ماحول میں ایک خاص سکوت اور سکون اور اطمینان ضروری تھا اور خیبر کے بغلی گھونسے کے موجود ہوتے ہوئے یہ ناممکن تھا اس سبب سے بھی خیبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تسلط ہوجانا ضروری اور لابد تھا۔

سیرۃ النبی میں علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں "سلام کے بعد یہودیوں نے اسیر ابن زرام کو مسندِ ریاست پر بٹھایا اُس نے قبائل یہود کو جمع کرکے تقریر کی اور کہا میرے پیش روؤں نے محمد (صلعم) کے مقابلہ میں جو تدبیریں کیں وہ غلط تھیں صحیح تدبیر یہ ہے کہ خود محمد (صلعم) کی دارالریاست پر حملہ کیا جائے اور یہی طریقہ میں اختیار کروں گا" پھر اس کتاب میں اسیر ابن زرام کا بنی غطفان کا قبیلہ میں گشت اور اُن کو آمادہ کرکے ایک بڑے لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کا حال لکھا ہے اور لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ رضؓ ابن رواحہ کو خیبر بھیجا اور اُن کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی غرض سے اسیر ابن زرام مدینہ کو روانہ ہوگیا پھر راستہ میں اسیر ابن زرام کا ایک صحابی پر حملہ آور ہونے کا حال لکھا ہے۔ غرض تاریخ میں واقعات کا ایک سلسلہ ہے جس میں خیبر کی طرف سے آئے دن فتنہ اور فساد کا مسلسل پتا چلتا ہے

ؔ سیرۃ النبی

اور سلسلہ کو دیکھتے ہوئے مورخانہ نظر سے ہر طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیبر پر فوج کشی حق بجانب معلوم ہوتی ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ انتظامی نقطہ خیال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیبر پر قبضہ کر لینے کا قصد نہایت ضروری اور نہایت مفید قصد تھا۔

سیرۃ النبی[1] میں ذی قرد کے محاربہ کو ۶ھ کا واقعہ بتایا ہے اور اس کو غطفان کی جنگ کا دیباچہ بتایا گیا ہے اور فتح الباری[2] میں غزوہ ذات القرد کو غزوہ خیبر سے تین یوم قبل ختم ہونا بتایا گیا ہے مگر اس مقام پر تشریح کرتے ہوئے ابن سعد کے ایک قول کے مطابق ذی قرد یا ذات القرد کا وقوع ربیع الاول ۶ھ ہجری پھر ایک اختلاف کے ذریعہ سے اس کا وقوع جمادی الاوّل میں پھر شعبان میں مقرر کیا گیا ہے اور یہاں تک اختلاف بتایا ہے کہ ذی قرد کے غزوہ کو حدیبیہ سے بھی پہلے شمار کیا جاتا ہے بہرحال یہ تاریخ ہی صرف تاریخ کا اختلاف ہے یہ یقینی معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ ذات القرد بھی غزوہ خیبر کا ایک سلسلہ تھا اور بخاری میں اس غزوہ کا باب ان الفاظ سے قائم کیا گیا ہے "باب غزوۃ ذات القرد التی اغاروا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبل خیبر" اس سے بھی غزوۂ ذات القرد کا غزوہ خیبر سے کوئی خاص تعلق معلوم ہوتا ہے۔ ذی قرد کا خلاصہ[3] سیرۃ النبی میں اس طرح ہے "ذی قرد کی چراگاہ پہ جو آں حضرت صلعم کی اونٹنیوں کا چراگاہ تھا اس قبیلہ (غطفان) کے چند آدمیوں نے بہ سرداری عبدالرحمٰن ابن عیینہ چھاپا مارا اور بیس اونٹنیاں پکڑ کر لے گئے حضرت ابوذر کے صاحبزادہ کو جو اونٹنیوں کی حفاظت پر متعین تھے قتل کر دیا اور ان کی

---

[1] سیرۃ النبی غزوہ خیبر۔ غزوہ ذات القرد کی تعین تاریخ کے متعلق قدیم سے نہایت سخت اختلاف رہا ہے اور قدیم متجسسین کے لیے ایک دل چسپ مضمون چلا آتا ہے۔

[2] فتح الباری غزوۂ ذات القرد [3] سیرۃ النبی جلد اول غزوۂ خیبر۔

بی بی کو گرفتار کر کے لے گئے۔ مسلمانوں نے جب تعاقب کیا تو وہ درّہ میں گھس گئے وہاں عیینہ بن حصن جو قبائل غطفان کا سپہ سالار تھا ان کی مدد کو موجود تھا۔ مسلمانوں میں سلمہ بن الاکوع ایک مشہور قادر انداز صحابی تھے سب سے پہلے ان کو اس غارت گری کی خبر ہوئی اُنھوں نے واصباحا کا نعرہ مارا اور دوڑ کر حملہ آوروں کو جالیا وہ اُنٹنیوں کو پانی پلا رہے تھے سلمہ نے تیر برسانا شروع کئے حملہ آور بھاگ نکلے۔ اُنھوں نے تعاقب کیا اور لڑ بھڑ کر تمام اُنٹنیاں چھڑا لائے۔ دربارِ نبوت میں آ کر عرض کیا کہ میں دشمنوں کو پیاسا چھوڑ آیا ہوں اگر سو آدمی مل جائیں تو ایک ایک کو گرفتار کر لاتا ہوں۔ آپ نے رحمتِ عالم کے لحاظ سے فرمایا جب قابو پاؤ تو عفو کام لو۔ بہر حال خیبر کے یہودیوں کی طرح طرح کی خونی ریشہ دوانی اور جنگی تیاریاں ایسی تھیں جن کا انسداد امنِ عامہ کے لحاظ سے ضروری تھا اور حدیبیہ سے واپس تشریف لاتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے یہودیوں کے فتنہ کے انسداد کی جانب متوجہ ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر فوج کشی کر دی اور یہ واقعات شاہد ہیں کہ یہ چڑھائی دشمن کے شدید حملہ کا حفظ ما تقدم تھا۔

غزوۂ خیبر کے حملہ کی تاریخ کے متعلق فتح الباری شرح صحیح بخاری میں دو راویوں سے یہ روایت نقل کی گئی ہے "حدیبیہ سے واپس پلٹتے ہوئے مکہ اور مدینہ کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۃ الفتح نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیبر اس آیت میں عطا فرمایا۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ

"تم کو اللہ نے بہت سے مالِ غنیمت کا وعدہ کیا ہے جو تم لوگے ان مالوں کو پھر یہ تم کو جلد تر دے گا۔"

اس سے خیبر مراد ہے۔ پھر آپ مدینہ تشریف لائے ذی الحجہ کے مہینے میں اور آپ مدینہ میں ٹھیرے رہے اور محرم کے مہینے میں خیبر کو روانہ ہوگئے۔ خیبر کی

ل فتح الباری باب غزوۃ الخیبر۔

فوج کشی کے مہینے کے تعین میں بہت اختلاف ہے جیسا کہ فتح الباری[1] میں تشریح کی گئی ہے۔ بہرحال فتح الباری کی تحریر کے مطابق حدیبیہ سے واپس تشریف لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً بیس رات سے زیادہ مدینہ میں قیام نہیں فرمایا اور اسد الغابہ[2] فی معرفۃ الصحابہ کے قول کے مطابق حضرت سباع ابن عرفۃ الغفاری کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی فتح کی مہم پر روانہ ہو گئے۔

صحیح بخاری باب غزوۃ الخیبر میں دوسری حدیث سلمہ ابن الکوع کی ہے سلمہ کہتے ہیں "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے اور رات بھر چلتے رہے۔ ایک نے عامر سے کہا کہ اے عامر! کیا تم ہم کو اپنے اشعار نہیں سناؤ گے۔ عامر شاعر تھے وہ سواری سے اتر پڑے اور قوم سے مخاطب ہو کر یہ اشعار پڑھے۔" عامرؓ کے اشعار اور کس کی فرمائش سے انھوں نے اشعار پڑھے اس میں روایت کا فرق ہے اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں ان ہی عامر ابن اکوع کے حالات میں ہے کہ عامر سے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار پڑھنے کی فرمائش کی اور عامر نے یہ اشعار پڑھے۔

واللہ لولا انت ما اھتدینا — ولا تصدقنا ولا صلینا
قسم اللہ کی اگر تو ہم کو ہدایت نہ کرتا — تو نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے

فانزلن سکینۃً علینا — وثبت الاقدام ان لاقینا
پھر ہم پر تسکین اُتار — اور ہم کو ثابت قدم رکھ جب ہم ملیں

ان بنی الکفار قد بغوا علینا — وان ارادوا فتنۃ ابینا
درحقیقت کافر بچوں نے ہم سے بغاوت کی اور جب وہ فتنہ کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں

---

[1] فتح الباری باب غزوۃ الخیبر [2] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ۔ سباع ابن عرفۃ الغفاری کا حال

ان اشعار سے بھی خیبر کے یہودیوں کی فتنہ پردازی کا پتا چلتا ہے اور اس طرح ایک ایسے شخص کی شہادت سے خیبر کے یہودیوں کی فتنہ پردازی کا ثبوت ملتا ہے جو خود اس جنگ میں شریک ہوا اور لڑتے لڑتے شہید[1] ہو گیا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس کی روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں رات کے وقت پہونچے آپ جب کبھی رات کے وقت کسی قوم تک پہونچتے تھے تو اس قوم کے پاس رات میں نہیں جاتے تھے جب صبح ہوئی تو یہودی اپنے کھیتوں میں کام کرنے کے آلات لے کر نکلے اور اُن کی نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر پر پڑی تو وہ پکار اُٹھے "واللہ محمد (صلعم) اور لشکر"۔

سیرۃ النبی جلد اول میں غزوہ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہی لشکر کی تعداد سولہ سو ۱۶۰۰ لکھی ہے جس میں دو سو سوار اور باقی پیدل تھے اور لکھا ہے کہ "ازواج مطہرات میں حضرات ام سلمہ ساتھ تھیں"۔

اس وقت تک لڑائیوں میں علم کا رواج نہ تھا بلکہ جھنڈیوں سے کام لیا جاتا تھا۔ خیبر کی لڑائی کے علم نبوی کے متعلق سیرۃ النبی میں ہے کہ "خاص علم نبوی جس کا پھریرا حضرت عائشہؓ کی چادر سے تیار ہوا تھا۔ جناب امیرؓ کو مرحمت ہوا۔" اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ صحیح بخاری میں خیبر کے علم نبوی کے متعلق لفظ "الرایۃ" استعمال ہوا ہے فتح الباری میں اس کی تشریح اس طرح کی گئی ہے "الرایۃ سے لوا مراد ہے اور وہ وہ علم ہے جو لڑائی میں فوج کے افسر کے قیام گاہ پر کھڑا کیا جاتا ہے کبھی اس کو لشکر کا سردار اُٹھا کر چلتا ہے اور کبھی وہ کسی اور کے حوالہ کیا جاتا ہے جو لشکر کے آگے آگے چلتا ہے"۔ پھر ابن عباس

---

[1] عامر ابن اکوع غزوہ خیبر میں لڑتے لڑتے دشمن کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ دیکھو اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ عامر کا حال

کی روایت سے لکھا ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم سیاہ رنگ تھا اور آپ کا لوا سفید رنگ تھا"۔ پھر لکھا ہے "اور اس میں لکھا ہوا تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ"۔ پھر ایک روایت لکھی ہے "سب سے پہلے رایت خیبر کے دن دیکھا گیا اس سے پہلے لوگ اس سے واقف نہ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر خیبر کے نواح میں صہبا کے مقام پہونچ لیا تو آپ نے ہمراہیوں کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی۔ خیبر کے مکانات نظر آئے تو آپ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ ٹھیر جاؤ پھر خدا کا نام لے کر یہ دعا[1] فرمائی

انا نسئلك خير هٰذه القرية	الٰہی ہم تجھ سے اس گاؤں اور اس
وخير اهلها وخير ما فيها و	گاؤں والوں کی اور اس گاؤں میں جو کچھ ہے
نعوذ بك من شرها وشر	اس کی بھلائی چاہتے ہیں اور ان سب کی
اهلها وشر ما فيها	برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی نئی جگہ تشریف لے جاتے تو یہ دعا فرما لیا کرتے تھے"۔ یہ سیرۃ النبی سے لیا گیا ہے۔ دیکھو! کیسا بھی موقع ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم برابر قادر و قیوم سے مدد مانگتے رہتے تھے۔

پالتو گدھے کے گوشت کی حرمت

دن نکلنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا محاصرہ کر لیا اور پہلا محاصرہ قلعہ عاصم[2] کا کیا گیا اور یہی قلعہ سب سے اول فتح ہوا۔ شدید معرکہ جاری تھا۔ دوسرے روز لوگوں کو شدت سے بھوک لگی اور لشکریوں نے گدھے ذبح کر کے ان کا گوشت بھوننے کے واسطے آگ جلائی آپ نے آگ جلتی دیکھ کر دریافت کیا کہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ کھانے کے لئے پالتو گدھے کا گوشت بھونا جا رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کے ذریعہ سے اعلان

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول۔ خیبر [2] فتح الباری غزوہ خیبر۔ ابن اسحٰق کے حوالہ سے

گرادیا کہ گھریلو گدھے کا گوشت ناپاک[1] ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔ اس حرمت میں پالتو گدھے کی خصوصیت ہے جنگلی حرمت کی حد سے خارج معلوم ہوتا ہے۔

فتح الباری میں ایاس ابن سلمہ کی روایت ہے جو خود خیبر کی جنگ میں شریک تھے کہ محاصرہ کے دوران میں یہودیوں کا بادشاہ[2] مرحب جوش و خروش کے ساتھ یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا:

قد علمت خیبر انّی مرحب ∴ شاکی السّلاح بطل مجرب

خیبر واقف ہے کہ میں مرحب ہوں — ہتھیار بند ہوں آزمودہ کار ہوں بہادر ہوں

مرحب کے مقابلہ کے واسطے عامرؓ ابن اکوع بڑھے اور اُنھوں نے اپنا نام ڈال کر مرحب کا رجز پڑھا اور مرحب سے مقابلہ کیا۔ عامر پستہ قد تھے اور اُن کی تلوار چھوٹی تھی اور یہ مقابلہ تلوار سے ہوا۔ بہادر عامر نے بڑھکر دشمن کے تلوار ماری، ہاتھ اوچھا پڑا اور عامرؓ کا زور شور کا ہاتھ پلٹا کھا کر خود عامر پر آکر کاری پڑا اور بہادر عامرؓ خود اپنی ہی تلوار سے جاں بحق ہوئے۔ لوگوں کو خیال ہوا کہ عامرؓ خود اپنے ہاتھ سے مرے شاید وہ شہادت پانے کے مستحق نہ ہوں لوگوں نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے دو انگلیاں اُٹھا کر ارشاد فرمایا "انّ لہ اجرین" (اُس کے واسطے دہرے اجر ہیں) پھر فرمایا "انہ لجاھدٌ مجاھد" وہ درحقیقت جہاد کرنے والا مجاہد تھا)

خیبر کا محاصرہ دس روز سے زیادہ رہا۔ بہادر برابر مبارز طلب کرتے تھے اور مارتے تھے اور مرتے تھے مگر کوئی فریق ہار نہیں مانتا تھا۔

خودکشی سے نفرت کا اظہار

صحیح بخاری میں غزوہ خیبر کے باب میں سہل ابن سعد کی حدیث ہے کہ لڑائی میں مسلمانوں کی طرف کا ایک شخص سخت زخمی ہوا

---

[1] صحیح بخاری غزوۂ خیبر [2] فتح الباری میں اس مقام پر "خرج ملکھم مرحب" لکھا ہے۔

اور زخموں کی شدت سے اس قدر بے تاب ہوا کہ ضبط نہ کر سکا اور اپنی تلوار سے خودکشی کر لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی آپ نے فرمایا "انہ من اھل النار" "حقیقت میں وہ دوزخی ہے" یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی اخلاقی برائی کی اصلاح فرمادی جس سے دنیا کے کام کاج میں نہایت نقصان پہونچتا ہے خودکشی فطرت اللہ کے خلاف ہے ہر آدمی دنیا میں خلافت کا کام انجام دینے کی غرض سے ایک مقررہ زمانہ تک کے واسطے بھیجا گیا ہے ہر شخص اسی طرح آتا ہے اور معینہ وقت تک جس کا تعین فطرت اللہ کے اختیار میں ہے دنیا میں کام کر کے چلا جاتا ہے۔ کسی آدمی کو کیا حق ہے کہ وہ اپنی زندگی پر خودکشی کے ذریعہ سے ڈاکہ ڈالے اور کام چوری کے واسطے اپنے آپ کو وقت مقررہ سے پہلے ختم کردے اور اُن لوگوں کی حق تلفی کرے جن کے کام اُس کی زندگی سے نکلتے اگر وہ اور زندہ رہتا اور اپنے آپ کو ختم نہ کردیتا۔ درحقیقت اس خراب حرکت خودکشی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار نفرت فرمانا عالم انسانیت پر بہت بڑا احسان ہے۔ کاش ایڈورڈ پول لیکی اور اُس کے ہم وطن رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی احکام کی تعمیل کرتے تو نہ اُس کے ہم وطن خودکشی کے عذاب میں مبتلا ہوتے اور نہ لیکی یورپ کے اس عذاب پر اتنا روتا!

حضرت علی فاتح خیبر

جنگ شدت سے جاری تھی خیبر میں یہودیوں کے متعدد قلعے تھے جو یکے بعد دیگر فتح تو ہو رہے تھے مگر یہودی سختی کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے۔ یہودیوں کا بادشاہ مرحب نہایت بہادری سے لڑ رہا تھا اور خیبر کی جنگ فتح کامل کے قریب نہیں پہونچ سکتی تھی۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری باب غزوہ خیبر کی دسویں گیارہویں حدیث میں خیبر کی جنگ کی شدت کے متعلق ہے:

لما کان یوم خیبر اخذ ابوبکر اللواء فرجع ولم یفتح له فلما کان الغد اخذہ عمر فرجع ولم یفتح له وقتل محمود ابن سلمہ۔

جب کہ خیبر کا دن ہوا تو حضرت ابوبکر نے لوا اُٹھایا مگر فتح حاصل نہیں ہوئی اور وہ واپس چلے آئے پھر دوسرا دن ہوا تو لوا کو حضرت عمر نے لیا مگر وہ بھی پلٹ آئے اور اُن کو بھی فتح حاصل نہیں ہوئی اور محمود ابن سلمہ مارے گئے۔

اسد الغابہ میں محمود ابن سلمہ کی جنگ خیبر میں شجاعت اور اس بہادر سپاہی کی شہادت کا حال لکھا ہے اور اُس مقام پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے میدان جنگ میں جانے اور ناکامیاب واپس آنے کا تذکرہ قریب قریب فتح الباری کے مذکورہ الفاظ میں ہے۔

خیبر کی فوج میں حضرت سلمہ ابن اکوع ایک صحابی تھے اسد الغابہ میں ان کے حالات میں ہے کہ "بڑے بہادر تیر انداز تھے اور اچھے آدمی تھے فاضل تھے" ان کے متعلق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد قلمبند کیا ہے کہ "ہمارے اچھے آدمیوں میں سلمہ ابن اکوع ہے" اس سے بڑھکر سلمہ کے معتبر ہونے کی کیا شہادت ہوسکتی ہے۔ بخاری میں باب غزوۃ الخیبر میں دسویں حدیث ان ہی سلمہ کی ہے جس کی شرح میں فتح الباری نے مذکورہ فقرہ ایک اور راوی سے نقل کیا ہے۔ حضرت سلمہ ابن اکوع کی روایت کے مطابق خیبر کی فتح سے ایک رات پہلے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کل عَلَم ایسے شخص کو ملے گا جو اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اُس کے ہاتھ پر فتح ہے" سلمہ کہتے ہیں "ہم اُمیدوار رہے پھر کہا گیا وہ حضرت علیؓ ہیں اور اُن کو فتح حاصل ہوئی" بخاری میں اس سے اگلی حدیث سہل ابن سعد ایک اور صحابی کی قریب قریب اسی طرح ہے اُس میں ذرا تشریح ہے کہ "رات بھر

لوگ اُمید میں رہے کہ کل علم کسے عنایت ہوگا اور ہر شخص اُمیدوار تھا کہ علم مجھے ملے گا۔ آواز آئی علی کہاں ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی آنکھیں دُکھتی ہیں۔ حکم ہوا اُن کو بلاؤ اور وہ حاضر ہو گئے۔ حضور صلعم نے اُن کی آنکھ پر لب لگا دیا اور دعا فرمائی اُن کو افاقہ ہو گیا۔ پھر اُن کو علم عطا فرمایا حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اُن سے جنگ کرتا رہوں جب تک کہ مثل ہمارے نہ ہو جائیں۔ ارشاد ہوا کہ اُن کو اسلام کی دعوت دو اور اُن کو بتاؤ کہ اُن پر کیا واجبات ہیں اللہ کے حق کے۔ اگر اُن میں سے ایک بھی راہ راست پر آگیا تو تمھارے لیے سُرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔" حضرت علی کے بہادرانہ استفسار اور حضور کے جواب دونوں پر غور کرو۔ میدان جنگ میں بھی دشمن کو سمجھا کر راہ راست پر لانے کی ہدایت اور اس کے نتیجہ کی عظمت کا اظہار کہ کسی گمراہ کے راہ راست پر لے آنے کی قیمت سونے کے لدے اونٹ سے زیادہ ہے۔

حضرت علیؓ علم نبوی لے کر اپنے لشکر کے ساتھ میدان جنگ میں برآمد ہوئے اُدھر سے مرحب رجز پڑھتا ہوا نکلا اور حضرت علیؓ کے مقابلہ پر آ ڈٹا۔ حضرت علیؓ نے بھی رجز پڑھا اور مرحب کے سر پر ایک ضرب رسید کی جو کاری لگی۔ مرحب ٹھنڈا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے خیبر کی فتح حضرت علیؓ کو عطا فرمائی۔ جو قلعہ حضرت علیؓ کے ہاتھ سے فتح ہوا اُس کا نام قموص تھا اور یہ قلعہ یہودیوں کے سب قلعوں سے بڑا تھا۔

حضرت صفیہ ام المومنین کے زمرہ میں اور دشمن کے احترام کا خیال

قموص قلعہ کے مال غنیمت میں من جملہ اور مال کے باندیاں بھی ہاتھ لگیں۔ من جملہ ان کے ایک حضرت صفیہ بنت حیی ابن اخطب ابن سعیۃ ابن عامر ابن عبید ابن کعب حضرت

ہارونؑ کی نسل میں تھیں۔ یہ حضرت صفیہ سلام ابن مشکم کی بی بی تھیں اُن سے الگ ہوکر کنانہ ابن ربیع ابن حقیق کی زوجیت میں آئیں۔ کنانہ جنگ خیبر میں مارا گیا اور حضرت صفیہؓ جنگی قیدی ہوگئیں۔ دحیہ کلبی ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک باندی مانگی آپ نے حکم دیا کہ پسند کرکے لے لو۔ دحیہ کلبی نے حضرت صفیہؓ کو لے لیا۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے حضرت صفیہ کو وحیہ کلبی کو عطا فرما دیا۔ وہ تو شہزادی ہے اور قبیلہ قریظہ اور نضیر کے سردار کی بیٹی ہے وہ وحیہ کلبی کے واسطے کسی طرح موزوں نہیں ہے وہ تو بس حضور کے قابل ہے۔ آپ نے وحیہ کلبی اور صفیہ کو طلب فرمایا اور حضرت صفیہ کو وحیہ کلبی سے لے لیا اور ان کی عوض میں وحیہ کو اور باندی دے دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو آزاد کرکے اُن سے نکاح کرلیا۔ حضرت صفیہ کے نکاح کا یہ قصہ فتح الباری شرح صحیح بخاری سے لیا گیا ہے۔ اس میں صاف صاف ہے کہ ابتدا میں بوجہ حضرت صفیہ کے درجہ کی لاعلمی کے وہ وحیہ کلبی کے پاس پہنچ گئیں۔ لیکن جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صفیہ کے درجہ کا حال معلوم ہوا اور جب کہ حضور صلعم سے عرض کیا گیا کہ شہزادی ہونے کے سبب سے حضرت صفیہ تو آپ ہی کے لائق ہیں تو حضور نے حضرت صفیہ کے احترام کے لحاظ سے یہ سفارش منظور فرمائی اور حضرت صفیہ کو آزاد کرکے اُن سے نکاح کرلیا اور اس میں آپ نے یہ اسوۂ حسنہ چھوڑا کہ دشمن کے احترام کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے۔ اس موقع پر علامہ شبلی نعمانی سیرۃ النبی میں لکھتے ہیں "یہ ظاہر ہے کہ حضرت صفیہ کا خاندان تباہ ہونے کے بعد خاندان سے باہر بیوی یا کنیز بن کر رہتیں وہ رئیس خیبر کی بیٹی تھیں اُن کا شوہر بھی قبیلہ بنی نضیر کا رئیس تھا۔ باپ اور شوہر

دونوں قتل کئے جا چکے تھے اس حالت میں اُن کی پاسِ خاطر، حفظِ مراتب اور رفع غم کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ اور تدبیر نہ تھی کہ آں حضرت صلعم اُن کو اپنے عقد میں لے لیں وہ کنیز ہو کر بھی رہ سکتی تھیں لیکن آں حضرت صلعم نے اُن کی خاندانی عزّت کے لحاظ سے اُن کو آزاد کر دیا اور پھر نکاح پڑھایا حسن خلق رحم اور مصیبت زدہ کی چارہ نوازی کے علاوہ سیاسی اور مذہبی حیثیت سے بھی یہ کارروائی نہایت موزوں اور بجا تھی" حضرت صفیہؓ کے نکاح کے مصالح کے متعلق یہ آج کے زمانہ کی رائے نہیں ہے بلکہ قدیم زمانہ میں بھی یہی خیال تھا اوّل تو معترض کا اعتراض کہ حضرت صفیہ وحیہ کلبی کو کیوں دی گئیں وہ تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے قابل ہیں۔ اس مصلحت کا اظہار کرتا ہے۔ پھر حافظ ابن حجر شارح بخاری فتح الباری باب خیبر کی چوتھی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"فکان المصلحت العامۃ ارتجاعها منه واختصاص النبی صلی اللہ علیہ وسلم بها فان فی ذٰلک رضاء الجمع"	"اُن (حضرت صفیہ) کے (دحیہؓ کلبی سے) واپس لوٹا لینے میں مصلحت عامہ تھی اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مخصوص کئے جانے میں درحقیقت سب کی رضا جوئی تھی"

حضرت صفیہؓ کا پہلا نام زینب تھا چونکہ آپ صاف صاف اس طرح رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اس لیے آپ کا نام صفیہ ہو گیا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ کی اس قدر عزت کرتے تھے کہ خیبر کے سفر سے واپس لوٹتے ہوئے آپ اُن کو اونٹ پر سوار کرانے کو لائے تو اپنے پیچھے اپنے عبا میں لائے اور اُن کے اونٹ کے پاس بیٹھ گئے اور حضرت صفیہ حضور صلعم کی رانوں پر اپنا پاؤں رکھکر سوار ہوئیں۔[1]

---

[1] صحیح بخاری باب غزوۂ خیبر

فتح کے بعد خیبر بٹائی کی عوض یہودیوں کے حوالہ کر دیا گیا

صحیح بخاری میں باب معاملۃ النبی صلّی اللہ علیہ وسلم اہل خیبر میں حدیث ہے کہ ”رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے خیبر یہودیوں کو عطا فرما دیا اس لیے کہ یہ لوگ اس میں اپنا کاروبار کریں اور اس میں کھیتی باڑی کریں اور جو کچھ پیداوار ہو اس میں ان کا حصّہ بھی ہے۔“ یہ عدیم المثال فیاضی دیکھو کہ تلوار کے ذریعہ سے خیبر فتح کر کے پھر یہودیوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے اور صرف پیداوار کی بٹائی میں حصّہ مقرر کر لیا جاتا ہے۔ سیرۃ النبی میں ہے ”بٹائی کا وقت آتا تھا تو آپ حضرت صلّی اللہ علیہ وسلم عبداللہ ابن رواحہ کو بھیجتے تھے وہ غلّہ کو دو حصّوں میں تقسیم کر کے یہود سے کہتے تھے کہ اس میں سے جو حصّہ چاہو لے لو۔“ دیکھو مالیہ نہیں پیداوار کا نصف لیا جاتا ہے۔ یہ تھا انصاف اور انصاف کی تعمیل!

خیبر کی جنگ کے سلسلہ میں مختصر سی جنگ کے بعد حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے وادی القریٰ پر بھی قبضہ فرما لیا۔

چند خاص احکام

سیرۃ النبی میں ہے کہ ”اس موقع پر متعدد جدید شرعی احکام نازل ہوئے

(۱) پنجہ کش پرند حرام ہو گئے۔

(۲) درندہ جانور حرام کر دیئے گئے۔

(۳) گدھا اور خچر حرام کر دیا گیا۔

محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے باہم جنگ و جدل پر ایک عمیق نظر

اگر غور سے دیکھا جائے تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کا جنگی زمانہ تین حصّوں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے جس میں سے ایک حصّہ یہودی قوم کے مقابلہ میں جنگ کا زمانہ ہے جس کی آخری جنگ خیبر کی فتح ہے جو محرم ۷ھ کا واقعہ ہے۔

یقینی خیبر کی فتح کے ساتھ حضرت علی شیر خدا کا نام ہمیشہ درخشاں رہے گا۔

جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منتخب کردہ سپہ سالار تھے۔ درحقیقت فتح خیبر کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہودیوں کے باہم ہمیشہ کے واسطے جنگ کا خاتمہ ہوگیا اور حضور صلعم کی جنگی مدت کا ایک ثلث اس طرح ختم ہوگیا۔ اور فتح خیبر یہود کے مقابلہ میں مسلم جنگ کا ایسا خاتمہ ہے کہ جہاں تک اسلامی تاریخ پر ہماری نظر نے کام دیا ہے وہاں تک خیبر کی فتح کے بعد مسلمانوں اور یہودیوں کے باہم کبھی جنگ برپا نہیں ہوئی! نہ اس ساڑھے تیرہ سو برس ۱۳۵۰ کے عرصہ میں مسلمانوں کے مقابلہ میں یہودیوں کی طرف سے استکبار، غرور اور تبختر کا مظاہرہ ہوا اور نہ مسلمانوں کو اپنے وقار، اپنی عظمت اور اپنی صولت کی حفاظت کے لیئے تلوار اٹھانے کی ضرورت پڑی اور نہ مسلم اور یہود کے باہم کبھی معرکۃ الآرا رن پڑا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام عالم انسانیت کی سلامتی اور امن کا مخزن ہے اور اس کے واسطے قرآن مجید دستور العمل ہے اس میں کسی خاص گروہ کی تخصیص نہیں ہے، بلکہ دنیا کے ہر طبقہ کی سلامتی اور امن کا قرآن مجید میں انتظام کردیا گیا ہے۔ یہودی اہل کتاب ہیں وہ اپنے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کہتے ہیں اور توریت شریف کو اپنی الہامی کتاب بتاتے ہیں۔ اسلام بھی یہودیوں کو اہل کتاب سمجھتا ہے اور قرآن مجید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اہل کتاب کے ساتھ خاص تعلق کا مسلم کو حکم دیتا ہے اور اہل کتاب اور مومنین کو اس طرح ایک زمرہ میں شمار کرتا ہے۔ سورہ مائدہ میں بتاتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ	حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور
هَادُوا وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ	اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے اور صابئی اور
مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ	نصاریٰ جو کہ اللہ پر ایمان لایا اور آخری
وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ	دن پر اور صلاحیت کے کام کئے پھر نہ تو ان پر

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہیں۔

دیکھو اس آیت میں خاص کر یہود کا نام ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ذریعہ سے مسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ اہل کتاب کو اس طرح اپنی طرف بلاؤ:

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

"کہدے اے اہل کتاب چلے آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہیں کرتے اور ہم اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور نہ اپنے میں سے بعض ہمارے بعض کو اللہ کے سوا اپنا رب بناتے ہیں۔

دیکھو ان دونوں آیتوں میں مکمل توحید کی حفاظت کے ساتھ تمام اہل کتاب اور یہودیوں کی سلامتی اور امن کا کس درجہ مستحکم انتظام ہے۔ مدینہ پہونچکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے میل جول کرنے سے ذرا بھی دریغ نہیں کیا مدینہ کی امن کے واسطے یہودیوں سے معاہدے کئے اُن کے مذہب کی حفاظت کا اُن کے معاہدوں میں تحریری اقرار کیا جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ مگر یہودیوں کی طرف سے فریب کاری ہوئی بدعہدی ہوئی اور سلسہ ہجری میں بنی قینقاع یہودیوں کا فرقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ چھیڑ بیٹھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود کے درمیان جنگ شروع ہوگئی۔ مگر رحمۃ للعالمین جنگ کی مدت کو دیر تک قائم رکھنا کہاں پسند فرماتے تھے۔ یہود کے مقابلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح جنگی انتظام فرمایا کہ صرف پانچ برس اور کچھ مہینہ کے عرصہ میں سنہ ہجری میں فتح خیبر کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے یہودیوں سے جنگ ختم ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ کا ایک حصہ ختم ہوگیا۔

یہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے انسانی امن کا خدائی انتظام۔

چوتھی فصل

عمرۃ القضاء (یا) جھگڑے کا عمرہ

مکہ میں شاندار داخلہ - خودداری کی تعلیم - ایفاء عہد پر استقامت
شفقت - دودھ کے رشتہ کا لحاظ

صلح نامہ حدیبیہ میں شرط لکھی گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگلے سال عمرہ (چھوٹا حج) کرنے کو تشریف لائیں۔ اس طرح کہ ہمراہیوں کے پاس سوائے ایک تلوار کے کوئی ہتھیار نہ ہو اور تلوار بھی میان میں ہو۔ اس کی تشریح اوپر گزر چکی ہے۔ اس کے مطابق ذی قعدہ ۷ھ ہجری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو ہزار ہمراہیوں کے ساتھ عمرۃ القضاء کے واسطے مدینہ سے مکہ کو روانہ ہو گئے بی بیاں اور بچے اس کے علاوہ تھے۔

عمرۃ القضاء یا جھگڑے کا عمرہ اس کو اس لیے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین مکہ کے درمیان ایک جھگڑے کے بعد خاص معاہدہ کے ذریعہ سے مشرکین مکہ کی طرف سے اس کی اجازت خاص شرائط کے ماتحت دی گئی تھی۔

فتح الباری باب عمرۃ القضاء میں ہے کہ روانگی سے پہلے خیبر کی واپسی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کرا دیا کہ جو لوگ صلح نامہ حدیبیہ کی مہم میں موجود تھے ان میں سے کوئی شخص رہ نہ جائے۔ سب کو عمرہ کرنے کے واسطے

چلنا ہے اس طرح سوائے اُن لوگوں کے جو اس عرصہ میں مر گئے باقی حدیبیہ کی مہم کے سب کے سب عمرۃ القضا میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور غالباً اُن کے علاوہ اور بھی تھے کیونکہ عمرۃ القضا میں جانے والوں کی تعداد حدیبیہ والوں سے زیادہ تھی۔

اس دوران میں واقعات ایسے پیش آچکے تھے کہ مشرکین مکہ کی طرف سے خطرہ تھا کہ مبادا عمرہ کے ارکان کے درمیان میں کوئی اور جھگڑا پیدا کر کے لڑائی ٹھان دیں۔ اس لیے حضور صلّی اللہ علیہ وسلم ہتھیاروں کے ساتھ مسلح ہو کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ اس کی خبر قریش کفار مکہ کو ملی اُن کی طرف سے یقین دلایا گیا کہ وہ حدیبیہ کی شرط کی تعمیل کریں گے۔ اس لیے شرط کے مطابق سوائے تلوار کے اور کوئی ہتھیار ہمراہ نہیں ہونا چاہیے۔ آپ نے احتیاطاً ہمراہیوں میں سے ایک مختصر جماعت کی سپردگی میں حدود حرم سے باہر ہتھیار چھوڑ دئے تاکہ عند الضرورت منگائے جاسکیں اور حسب معاہدہ آپ کے ہمراہی معتمرین صرف تلوار میان میں لے کر مکہ میں داخل ہوئے۔

اس مقام پر فتح الباری میں ہے۔ "رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضا کے دن مکہ میں داخل ہوئے اور عبداللہ ابن رواحہ آپ کی جلو میں کہتے جاتے تھے

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ کافر بچو اُس کے راستہ سے ہٹ جاؤ	الیوم نضربکم علی تنزیلہ آج ہم تم کو ماریں گے اگر تم نے اُترنے سے روکا
ضربا یزیل الھام عن مقیلہ ایسی ضرب کہ سر کو سر کی جگہ سے الگ کر دے	ویذھل الخلیل عن خلیلہ اور دوست کو اُس کے دوست سے بھلا دے

حضرت عمرؓ نے عبداللہ ابن رواحہ سے کہا "ابن رواحہ! رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے آگے اور اللہ کے حرم میں شعر پڑھتے ہو؟" حضور صلعم نے

فرمایا "عمر! اُس سے الگ ہو جاؤ وہ جوش میں ہے۔"

اس شان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری اللہ کے حرم میں داخل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم لبیک لبیک کہتے ہوئے اللہ کے حرم میں اداءِ عمرہ کے واسطے تشریف لائے۔ ذرا خیال کرو دو ہزار جاں باز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد و پیش ہیں اور سواری مبارک کے ہمراہ دربارِ مصطفوی کا شاعر جوش میں نقیب بنا ہوا یہ اشعار پڑھتا جاتا ہے اور سات برس کے وطن سے بچھڑے ہوئے اور اللہ کے حرم سے رُکے ہوئے مہاجر اپنے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لبیک لبیک کہتے ہوئے اللہ کے حرم میں داخل ہو رہے ہیں! دیکھو! کیا زیبا منظر ہوگا اور خوشی اور فخر کے ساتھ فاتحین بدر و احد و احزاب کیسے اُبلے پڑتے ہوں گے کہ اُن کے خلوص، اُن کے مجاہدہ اور اُن کی پے در پے خونی قربانیوں کے بعد ساتویں برس اللہ تعالیٰ نے یہ فتح مبین کا ثمرہ عطا فرمایا کہ مشرکین مکہ کے علی الرغم مشرکین مکہ کی موجودگی میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ شان دار جلوس اللہ کے حرم میں داخل ہوا! اللھم صل علیٰ محمد و آلہ و اصحابہ

خود داری کی تعلیم

مکہ میں پہونچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی صحابہ نے کعبہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کے درمیان دوڑ کر سعی کی۔

یہ اسلامی قافلہ جب کہ مکہ میں پہونچا تو کفار میں چرچا ہوا کہ ان لوگوں کو مدینہ کی گرمی نے کمزور کر دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم جاری فرمایا کہ مسلمان مکہ کے کفار کے سامنے اس طرح اپنی قوت کا مظاہرہ کریں کہ کعبہ کے ابتدائی تین طواف اکڑتے ہوئے سینہ نکال کر کریں تاکہ اُن کی شان ظاہر ہو اور یہ طریقہ کعبہ کے طواف اور حج و عمرہ کے ارکان کا ایک جز ہمیشہ کے لیے قرار پا گیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ عجز و انکسار اللہ قادر قیوم کے سامنے دل سے کرنا اور اپنے سرپرستوں کے ساتھ

متانت اور ادب کا برتاؤ کرنا اور مخالف اور دشمن مشرکین کے مقابلہ میں وقار اور وجاہت اور دبدبہ اور صولت کا اظہار کرنا یہ مسلمان کی شان ہے اور ہر مسلمان کو جو حج کے شرف سے فیض یاب ہوتا ہے اُس کو یہ خود داری کی تعلیم عملاً دی جاتی ہے دیکھو اس حکم کے اجرا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے شان دار الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ صحیح بخاری باب عمرۃ القضا میں الفاظ ہیں :

"اُرملوا لیری المشرکون قوتکم" "اکڑتے ہوئے چلو تاکہ مشرکین تمہاری قوت دیکھیں"

دیکھو اس حکم میں تعلیم ہے کہ اسلام کی شان اور اسلام کی قوت دکھاؤ۔

ایفاء عہد پر استقامت | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا شان دار گروہ ادائے عمرہ اُس کے ارکان کی تکمیل اور عبادت الٰہی میں خود داری متانت اور سنجیدگی کے ساتھ مصروف رہا اور تین دن گزرنے پر مشرکین مکہ کی طرف سے سہیل ابن عمرو اور حویطب ابن عبدالعزیٰ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اپنے سرکار صلعم سے عرض کرو کہ حدیبیہ کے معاہدہ کے مطابق تین روز ختم ہوتے ہیں۔ اب مکہ سے تشریف لے جائیں۔ حضرت علیؓ نے کفار کا پیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عرض کیا اور آپ فوراً مکہ سے مدینہ کو روانہ ہو گئے۔ یہ بھی ایفاء عہد پر استقامت دشمنانِ دین کفارِ مکہ کے ساتھ بھی! - اور یہ تھا قول و فعل کا تطابق!! اور یہ تھی "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" کے مطابق عالم انسانیت کے واسطے عہد و مواثیق کی تکمیل کے واسطے اُسوۂ حسنہ مصطفوی جو عمرۃ القضا میں ظاہر ہوئی!!!

شفقت | ایک اور محبت، مکرمت، شفقت اور عنایت کا منظر عمرۃ القضا میں دیکھو! محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا جلوس روانہ ہوتا ہے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت جعفر طیارؓ اور اُن کی بی بی اسماؓ اور زید ابن حارث بھی

جلوس میں ہیں بی بیاں اپنی اپنی سواریوں میں ہیں اور مرد جلوس کے انتظام میں مصروف ہیں اور شہید احد حضرت حمزہؓ کی بیٹی چھوٹی سی بچی عمارہ بنت حمزہ یا عم یا عم (چچا چچا) کہتی ہوئی بھاگتی آتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید احد حضرت حمزہ کے دودھ شریک بھائی بھی ہیں اور اس نظر سے چھوٹی سی بچی عمارہ بنت حمزہ کے چچا ہیں۔ حضرت علیؓ عمارہ کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور حضرت فاطمہؓ سے کہتے ہیں لو یہ تمہارے چچا کی بیٹی ہے۔ خاتون جنت پیاری بچی کو اٹھا لیتی ہیں حضرت جعفر طیار حضرت علیؓ سے جھگڑتے ہیں بچی مجھے دو میرے گھر میں اس کی سگی خالہ ہے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں تم کو کیا حق ہے یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ زید ابن حارث کہتے ہیں پیاری بچی تو میرے بھائی کی بیٹی ہے میں اس کو لوں گا۔ غرض یہ پر لطف جھگڑا تینوں جلیل القدر صحابیوں میں ہوتا ہے۔ رحمۃ للعالمین اس پر محبت نظارہ کو دیکھتے ہیں اور فرماتے ہیں "خالہ بمنزلہ ماں کے ہے"۔ اور بچی حضرت جعفر طیارؓ کی بی بی کے حوالہ کر دی جاتی ہے اور سرکار رحمۃ للعالمین حضرت علیؓ سے فرماتے ہیں "انت منی وانا منک" "تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے"۔ پھر حضرت جعفر کی طرف مخاطب ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں "اشبھت خَلقی وخُلقی" "تو میری صورت اور میرے خُلق کے مشابہ ہے"۔ پھر حضرت زید ابن حارث سے فرماتے ہیں "تو تو ہمارا بھائی ہے اور ہمارا مولا ہے"۔ دیکھو فیصلہ صادر کر دیا اور حضرت فاطمہؓ سے لے کر بچی کو اس کی خالہ کو دے دیا اور تینوں جھگڑنے والوں سے اپنا مخصوص تعلق ظاہر کر کے ان کی شان بڑھا دی اور فطرت اللہ کے لحاظ مسلم دنیا کو بتا دیا "الخالۃ بمنزلۃ الام" "خالہ بمنزلہ ماں کے ہے" اس سے عورت کی عظمت اور ادب میں اور اضافہ کر دیا گیا۔ کیسا پر لطف جھگڑا ہے اور کیا نفیس فیصلہ ہے اور کیسی شفقت کا اظہار ہے اور دو بہنوں کی اولاد

کے درمیان کیسا مشفقانہ دستور العمل ہے۔

دُودھ کے رشتہ کا لحاظ اور دُودھ شریک بھائی کی اولاد سے نکاح ناجائز

جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے حضرت عمارہ بنت حمزہ رضؓ اپنی خالہ کے پاس حضرت جعفر طیار رضؓ کے یہاں رہنے لگیں جب کہ حضرت جعفر طیار رضؓ غزوۂ موتہ میں جانے لگے جس کی تشریح انشاء اللہ آگے آئے گی تو حضرت جعفر رضؓ نے حضرت عمارہ بنت حمزہ رضؓ کو حضرت علی رضؓ کی سپرد کر دیا اس جہاد میں حضرت جعفر طیار شہید ہو گئے اور حضرت عمارہ جوان ہو گئیں حضرت علی رضؓ نے حضرت عمارہ رضؓ کے واسطے جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی بیٹی تھیں خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کو تجویز کیا اور آپ کی خدمت میں پیغام بھی عرض کر دیا۔ آپ نے پیام سُن کر ارشاد فرمایا "انہا ابنۃ اخی من الرضاعۃ" "وہ تو دودھ کے رشتہ سے میرے بھائی کی بیٹی ہے"۔

حضرت میمونہ سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کا نکاح

مکہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سات برس کے بعد تشریف لے گئے اور صرف تین دن کے واسطے تشریف لے گئے مگر ہر ایک مصلحت تھی کہ مکہ سے اور تعلق پیدا کر لیا جائے تاکہ یہ اجنبیت جو ہجرت کے سبب سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم اور مکہ کے درمیان پیدا ہو گئی تھی اُس میں کمی آجائے۔ اس لئے حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کے ذریعہ سے اُن کی سالی حضرت میمونہ بنت حارث کو پیام دے دیا۔ حضرت میمونہ بیوہ تھیں چنانچہ یہ پیام منظور ہو گیا اور حضرت میمونہ سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہو گیا۔

اتنی اخلاقی اور سیاسی اسوۂ حسنہ کے بعد عمرۃ القضاء کے ارکان ادا کر کے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کو تشریف لے آئے۔

دوسرا باب

رحمۃ للعالمین

پہلی فصل - محمد رسول اللہ علیہ وسلم عالم انسانیت کے واسطے اللہ کے رسول۔
حضور صلعم اور سارے بنی آدم کے اتحاد کی عملی جدوجہد۔ قلم کے ذریعہ سے
وسیع پیمانہ پر اشاعت اسلام کا اہتمام۔

دوسری فصل - حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلیغی فرمان
حضرت ام حبیبہ کے ساتھ رسول اللہ صلعم کا نکاح اور ایک لاوارث پر
رحم کی مثال۔ مصر کے فرماں روا جابرج مقوقس کو رسول اللہ صلعم کا
تبلیغی فرمان۔ مقوقس کا جواب اور حضرت ماریہ قبطیہ حرم نبوی میں اور
بین الاقوامی اتحاد کی عملی مثال۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
فرمانوں کے ذریعہ سے براعظم افریقہ کے رہنے والوں کو بین الاقوامی اتحاد
میں شرکت کی دعوت اور اُس کے فوائد۔

تیسری فصل - فارس کے شخصی سلطنت کے بادشاہ خسرو پرویز کسریٰ ایران کو
حضور صلعم کا فرمانِ مبارک اور ممالکِ محروسہ ایران اور وسطِ ایشیا کے
رہنے والوں کو سلامتی اور امن کے عالمگیر اتحاد میں شرکت کا پیغام۔

چوتھی فصل - چین کے ملک کو حضور صلعم کی طرف سے اسلام کے سلامتی اور امن
اور اتحاد میں شرکت کی دعوت کا پیام۔

پانچویں فصل - یمن۔ شام اور عرب کے مختلف حکمرانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس فرامین اور ان ملکوں کے رہنے والوں کو سلامتی اور امن کے عالمگیر اتحاد میں شرکت کی رہنمائی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قاصد الحرث شہید کا قتل بصرے کے راستہ میں شرحبیل ایک نصرانی کے ہاتھ سے۔

چھٹی فصل - روما کی جمہوریہ کے فرماں روا قیصر ہرقل کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک اور اس ذریعہ سے یورپ کے رہنے والوں کو سلامتی اور امن کے ادارہ اسلام کے عالمگیر اتحاد میں شرکت کی عام دعوت۔

ساتویں فصل - اسلام کے اتحاد اور انسانی سلامتی اور امن میں شرکت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند مختلف فرمان اور اسلام نہ قبول کرنے والوں کے ساتھ حضور صلعم کے سلوک کی ایک مثال۔

پہلی فصل

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم انسانیت کے واسطے اللہ کے رسول حضور صلعم اور سارے بنی آدم کے اتحاد کی عملی جد وجہد۔ قلم کے ذریعہ سے وسیع پیمانہ پر اشاعتِ اسلام کا اہتمام۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم انسانیت کے واسطے اللہ کے رسول	"وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا" (قرآن مجید۔ سورۂ سبا)	اور (اے محمد) ہم نے تجھکو نہیں بھیجا مگر سارے آدمیوں کے واسطے خوش خبری اور ڈر سنانے والا (بناکر)'

علامہ زمخشری تفسیر کشاف میں لکھتا ہے:

"قال الزجاج المعنی ارسلناک جامعا للناس فی الانذار والابلاغ"	"زجاج نے کہا ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ ہم نے تجھے بھیجا سارے آدمیوں کے لیے خوف دلانے اور پہونچانے کو"

ایک اور جگہ قرآن مجید میں ہے:

"وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ" (سورۂ انبیا)	"اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے واسطے رحمت بناکر"

قرآن مجید کی یہ آیتیں شاہد ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عربوں کی ہدایت کے واسطے مختص القوم رسول نہ تھے بلکہ رب العالمین کی جانب سے ساری کی ساری انسانی نسل کے ہادی اور رہنما بن کر تشریف لائے تھے اور ساری دنیا کے انسانوں کے واسطے اللہ کے رسول تھے اور آپ کی رسالت تمام دنیا میں پھیلی ہوئی آدمی کی نسل کے واسطے تھی اس میں کسی خاص خاندان، کسی خاص قوم، کسی ملک اور کسی خاص براعظم کی تخصیص نہ تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اپنے اس جلیل القدر مرتبہ کا خیال رکھا اور آپ نے ہمیشہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے عالم انسانیت کے اجزا کو اپنی رحمت کے سایہ میں لینے کی سعی فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "بشیر" کا فرض منصبی اس طرح ادا فرماتے رہے کہ نیکی کو اللہ کی رضا مندی کا ذریعہ اور اللہ کے فضل اور مکرمت اور صواب دارین کا وسیلہ بتاتے رہے جو انسانی سلامتی اور امن کی کنجی ہے اور برائی یا بدی کو اللہ کے غضب اور اس کے عذاب کا ماخذ اور دنیا اور آخرت میں تباہی کا باعث فرماتے رہے اور اس طرح "نذیر" کا فرض منصبی ادا ہوتا رہا۔ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس حیات کا ایک ایک لمحہ

دیکھو تو تم کو ہر جگہ بشیر و نذیر کے فرض منصبی کی ادائگی میں مصروف ملے گا۔

حضور صلعم اور بنی آدم کے اتحاد کی کوشش

عالم انسانیت کی سلامتی اور امن کا مستحکم اور مستقل انتظام یہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی مقصد تھا جس کے واسطے آپ رب العالمین کی جانب سے مامور فرمائے گئے تھے۔ آپ کے تشریف لانے سے قبل دنیا بھر میں بدی پھیلی ہوی اور انسانی نسل باہم منافرت کے جال میں ایسی پھنسی ہوئی تھی کہ سوائے باہم عداوت اور مخاصمت اور بدامنی اور فساد کے ان کے باہم کوئی واسطہ نہ تھا۔ کرۂ ارض کا بنی آدم مختلف قوموں اور مختلف نسلوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ انھوں نے مختلف معبود مقرر کر لیے تھے اور باہم کوئی تعلق باقی نہیں رہا تھا اس کا یہ اثر تھا کہ انسانی ہمدردی کے جذبات مفقود ہو چکے تھے اور بنی آدم کا اطمینان اور سلامتی اور امن مفقود ہو چکا تھا۔

حضور رحمۃ للعالمین کی غار حرا کی پہلی وحی میں انسانی مساوات کی حقیقت فطرۃ اللہ کے ماتحت "خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ" (سورۂ علق) انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا" اس عمیق فقرہ میں منکشف کی جا چکی تھی اور معلوم ہو چکا تھا کہ دنیا بھر کا بنی آدم فطرۃ اللہ کے لحاظ سے ایک ہے ہر آدمی کی پیدایش "علق" "لوتھڑا" اس اہم جز سے ہے اور یہ عین حیات فرض نسلی، مقامی، قومی، ملکی، رنگی یا بر اعظمی تفریق عارضی تفریق ہے۔ ایسی کسی تفریق کو انسانی فطرت سے کوئی علاقہ نہیں۔ دنیا بھر کے سارے کے سارے آدمی یکساں حالت میں فطرت اللہ کے ماتحت لوتھڑے کے سلسلہ میں پیدائش حیات اور موت کے پابند ہیں اور ایک رب العالمین کی مخلوق ہیں جو رحم مادر میں لوتھڑا بناتا ہے۔

اس انکشاف سے انسانی سلامتی اور امن کے مستقل اور مستحکم دوامی انتظام کا پتہ لگ چکا تھا کہ یہ انتظام بس توحید کے اندر مضمر ہے۔ "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي

خَلَقَ ہ" "پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا" خالق پیدا کرنے والا ایک انسانی مخلوق جس کو لوتھڑے سے پیدا کیا گیا ایک۔ پھر یہ فطرت اللہ سے غیر متعلق یہ فرضی تفریق کا جال کیسا اور عارضی مدت کے واسطے یہ منافرت اور مخاصمت کیوں؟ مخلوق ہونے کے لحاظ سے سب ایک اللہ کے بندے ہیں اور نسلی مقامی ملکی تفریق کے منافرت خیز جذبات اور انسانی سلامتی اور امن کو درہم برہم کر دینے والے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی وحی کے یہ حقائق تھے!

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی آدم کی سلامتی اور امن کا مستحکم مستقل اور دوامی انتظام اس طرح فرمایا کہ بنی آدم کو اُس کا بھولا سبق یاد دلایا کہ رب العالمین ایک ہے۔ اور بتا دیا کہ بنی آدم کی نجات بس توحید پر ایمان لانا اس پر مبنی ہے اس ایمان سے بنی آدم کو دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی امن ملے گا۔ اس طرح حضور رحمۃ للعالمین نے بنی آدم کے اتحاد کی دوامی رہنمائی فرما دی اور دُنیا بھر میں پھیلی ہوئی آدمی کی نسل کو مستحکم اتحاد کی شاہراہ پر لا کر ڈال دیا تاکہ باہم منافرت، باہم عداوت، باہم عناد اور باہم دشمنی کا ہمیشہ کے واسطے خاتمہ ہو جائے اور سلامتی اور امن کا دور بنی آدم پر جاری ہو جائے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی آدم کے اتحاد کا اس درجہ خیال تھا کہ مکہ میں ہجرت سے قبل جب کہ ادائے فرائض نبوت میں طرح طرح کی سختیوں سے آپ کو سابقہ پڑ رہا تھا اور قسم قسم کی مشکلات پیش آ رہی تھیں اُس حالت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف مکہ، یثرب، طائف اور نواح کے عربوں کو اتحاد کا سبق دینے پر اکتفا نہیں کر رہے تھے بلکہ واقعات شاہد ہیں کہ ۵ سنہ نبوی میں عرب بلکہ بر اعظم ایشیا سے باہر آپ نے مظلوم صحابہ کے ایک مختصر گروہ کو افریقہ کے ایک ملک حبشہ کو روانہ فرما دیا اور اپنے چچیرے بھائی حضرت جعفر ابن ابی طالب کو

اس گروہ کا سردار بنا کر بھیجدیا تاکہ حبشہ میں بھی اتحاد بنی آدم کی تحریک جاری ہو جائے
یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بنی آدم کے اتحاد کی عملی کوشش کا چھوٹا سا نمونہ ہے
مگر قریش کفار کا آئے دن کا فتنہ فساد اور جنگ جدل اور اس کے انسداد کی تدابیر کے سبب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بین الاقوامی اتحاد کا عظیم الشان کام مسلسل جاری نہ رہ سکا۔ البتہ ۶ھ ہجری میں حدیبیہ کے صلح نامہ کی تکمیل کے بعد حجاز کی اندرونی امن کی طرف سے آپ کو اطمینان ہو گیا اور آپ کو فرصت مل گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بین الاقوامی اتحاد بنی آدم کی جانب پوری طرح سے متوجہ ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "رحمۃ للعالمین" کی جلیل القدر شان کے مطابق "کافۃ للناس" کے واسطے "بشیر و نذیر" کا فرض منصبی ادا کرنا شروع کر دیا تاکہ سارے کے سارے بنی آدم کی نسل جو دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی ہے اس کی سلامتی اور امن کا مستحکم مستقل اور دوامی انتظام ہو جاے۔ اس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کرۂ ارض پر پھیلے ہوئے آدمیوں کو آگاہ کر دیا کہ تمام انسانی نسل فطری یگانگت کے لوتھڑے کے تعلق کے اور پیدائش موت حیات کے تعلق کے لحاظ سے ایک ہے اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل کرہ ارض پر پھیلے ہوئے آدمیوں کے باہم نسبی الفت اور نسلی ہمدردی کا مبارک جذبہ پیدا ہو گیا اور اپنی اور دوسرے کی سلامتی اور امن کی طرف توجہ ہو گئی اور فطرت اللہ کے خلاف نسلی منافرت، قومی منافرت، رنگتی منافرت اور مقامی منافرت جس کے اثر سے آدمی آدمی کا دشمن بنا ہوا تھا اور انسانی سلامتی اور امن میں خلل پڑ رہا اس منافرت سے انسان کو خلاصی مل گئی اور چند روزہ حین حیاتی فرضی ملکی غیر ملکی، سدیشی بدیشی، کالا گورا بھورا، سانولا، شرافت رذالت، دولت مندی، غریبی ایسے تباہی خیز منافرتی جذبات تزلزل پڑ گیا جو انسانی نسل کے باہم بغض عناد اور دشمنی اور عداوت پیدا کرنے والے

جذبات تھے اور تمام کرۂ ارض پر پھیلی ہوئی آدمی کی نسل کو باہم اتحاد کا مذہب یارستہ معلوم ہو گیا جو انسانی سلامتی اور امن کی کنجی ہے۔

وسیع پیمانہ پر قلم کے ذریعے اشاعت اسلام کا اہتمام حدیبیہ کے صلح نامہ کی تکمیل سے فارغ ہو کر مدینہ پہونچنے کے بعد محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے قلم کے ذریعہ سے وسیع پیمانہ پر اشاعت اسلام کا خاص اہتمام فرمایا۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری باب کتاب النبی صلّی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ و قیصر میں طبرانی سے یہ روایت نقل کی گئی ہے۔

خرج رسول اللہ صلی اللہ	"نکلے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم اپنے
علیہ وسلم الی اصحابہ	صحابہ کی طرف پھر آپ نے فرمایا حقیقت میں اللہ نے
فقال ان اللہ بعثنی للناس	مجھے سارے آدمیوں کے واسطے مبعوث فرمایا
کافۃ فادوا عنی	ہے پھر اس کو تم لوگ میری جانب سے پورا کرو
ولا تختلفوا علیّ	اور مجھ سے خلاف مت کرو"

فتح الباری[1] میں یہ ۷ھ ہجری کا واقعہ بتایا گیا ہے پھر اس مقام پر قاصدوں کے نام کے ساتھ چند مقدس مراسلات کے مکتوب الیہم کے نام بتلائے گئے ہیں جن کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

۱ ـ عبد اللہ ابن حذافہ ـ کسریٰ کے نام مراسلہ لے کر گئے۔ یہ مراسلہ مبارک ۶ھ ہجری میں منذر ابن ساوی بحرین کے حاکم کے ذریعہ سے بھیجا گیا۔

۲ ـ سلیط ابن عمرو ـ ہودہ ابن علی حاکم یمامہ کے نام مراسلہ لے کر گئے۔

۳ ـ علا ابن حضرمی ـ منذر ابن ساوی حاکم بحرین[2] کے نام مراسلہ لے کر گئے۔ منذر ہجر میں رہتا تھا۔

---

[1] فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب النبی صلّی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ و قیصر

[2] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں دحیہ کے حال میں قیصر کے نام مراسلہ کا ۶ھ ہجری لکھا ہے۔

۴ - عمرو ابن عاص - جیفر اور عباد ابن الجلندی حاکم عمان کے نام مراسلہ لے کر گئے - یہ مراسلہ مبارک ذی قعدہ ۸ھ ہجری میں بھیجا گیا - [۱]

۵ - دحیہ کلبی - ہرقل قیصر روم کے نام مراسلہ لے کر گئے - یہ مراسلہ مبارک [۲] ۶ھ ہجری میں بصرے کے حاکم کے ذریعہ سے بھیجا گیا -

۶ - شجاع ابن وھب - ابن ابی شمر الغانی حاکم دمشق کے نام مراسلہ لے کر گئے -

۷ - عمرو ابن ابی امیہ ضمری - نجاشی حبشہ کے بادشاہ نام مراسلہ لے کر گئے یہ مراسلہ مبارک سب سے [۳] اوّل روانہ کیا گیا -

۸ - مہاجر ابن ابی امیہ [۴] ابن الحرث ابن عبد کلال اور جریر ذوالکلاع کے نام مراسلہ لے کر گئے -

۹ - سائب - مسیلمہ کذاب کے نام مراسلہ لے کر گئے -

۱۰ - حاطب ابن ابی بلتعہ - مقوقس قبطی حاکم اسکندریہ کے نام مراسلہ لے کر گئے -

صحیح بخاری [۵] میں انس رضؓ ابن مالک کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رومہ کو مراسلہ مبارک لکھوانے کا ارادہ فرمایا تو حضور صلعم سے عرض کیا گیا کہ یہ لوگ بغیر مہر کے خط نہیں پڑھتے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا -

---

[۱] قطعہ من طبقات ابن سعد مطبوعہ مفید عام آگرہ ۱۳۰۰ھ [۲] فتح الباری کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ وقیصر [۳] قطعہ من طبقات ابن سعد [۴] عجیب بات ہے کہ اسد الغابہ میں مہاجر کے حال میں ان کا نام مہاجر ابن ابی امیہ ابن مغیرہ لکھا ہے اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مراسلہ لے کر حارث ابن عبد الکلال حمیری کے پاس یمن کو جانا لکھا ہے -

[۵] صحیح بخاری باب دعوۃ الیہود والنصاریٰ وعلے مایقاتلون علیہ

مدرسۃ العلوم علی گڑھ کی جانب سے ۱۳۰۸ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مراسلات مبارک اور وفود کے متعلق طبقات ابن سعد سے ایک انتخاب عربی زبان میں مختصر رسالہ کی شکل میں شائع کیا گیا ہے اس میں حضور صلعم کے قاصدوں کے متعلق لکھا ہے: "کل رجل منھم یتکلم بلسان القوم الذی بعثہ الیھم"

"ان میں کا ہر آدمی اُس قوم کی زبان بولتا تھا جس کی طرف بھیجنے کو وہ مقرر کیا گیا تھا۔"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابۂ کرام کے طبقہ کا کیسا مفید اور کار آمد مجمع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد وپیش اکٹھا تھا اور حضور صلعم ان سے مذہبی اور سیاسی امور میں کیا کیا اہم اور مفید کام لیتے تھے اور یہ حضرات کیسی محنت، کیسی مشقت، کیسی وفاداری اور کیسے خلوص کے ساتھ سخت سے سخت اور دشوار سے دشوار کام کرنے کو مستعد ہو جاتے تھے اور اس موقع پر اجنبی زباں داں صحابہ کے گروہ سے عالم انسانیت کے اتحاد کی مہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسا اہم کام لیا اور صحابہ کے طبقہ میں اجنبی زباندانی کیسی مفید ثابت ہوئی۔

دوسری فصل

حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلیغی فرمان۔
حضرت ام حبیبہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح
اور ایک لاوارث پر رحم کی مثال۔ مصر کے فرماں روا جارج مقوقس کو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلیغی فرمان۔ مقوقس کا جواب اور
حضرت ماریہ قبطیہ حرم نبوی ہیں اور بین الاقوامی اتحاد کی عملی مثال۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن فرمانوں کے ذریعہ سے براعظم
افریقہ کے رہنے والوں کو بین الاقوامی اتحاد میں شرکت کی دعوت

اور اس کے فوائد۔

(۱) حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلیغی فرمان۔ حضرت ام حبیبہ کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ایک لاوارث پر رحم کی مثال

افریقہ کے براعظم میں حبشہ کے متعلق معلوم ہو چکا ہے کہ ۵ نبوی میں ہجرت سے پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے ایک گروہ کو حبشہ کے ملک میں بھیج دیا تھا جس گروہ کے قافلہ سالار آپ کے چچیرے بھائی حضرت جعفر ابن ابی طالب تھے۔ اس واقعہ کو اسلامی تاریخ میں ہجرت اولیٰ کہا جاتا ہے اور اس کا مفصل تذکرہ اس کتاب کے حصہ مولود ہمایوں میں کیا جا چکا ہے اور حضرت جعفر طیار رضی کی تبلیغی تقریر نقل کی جا چکی ہے جو نجاشی کے سامنے نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر نے کی تھی۔ اور حبشہ کے رہنے والوں کو حضور صلعم کی یہ پہلی رہنمائی تھی جو اسلام کے سلامتی اور امن کے بین الاقوامی اتحاد کی دعوت کے سلسلہ میں کی گئی تھی۔ اس کے بعد ۶ھ ہجری جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے مختلف ممالک کو تبلیغی فرامین روانہ فرمائے تو یہ شرف حبشہ کے نجاشی کے حصہ میں آیا کہ اس سلسلہ کا سب سے پہلا فرمان[۱] حضرت عمرو ابن امیہ ضمری کی معرفت حبشہ کے نجاشی کو روانہ کیا گیا جس کا ۶ھ ہجری اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں حضرت عمرو ابن امیہ کے حال میں بتایا گیا ہے۔ حضرت عمرو ابن ابی امیہ ضمری ہجرت اولیٰ میں حبشہ کے ملک میں ہو آئے تھے اور حبشہ کے

---

[۱] طبقات ابن سعد۔

ملک سے پوری طرح واقف تھے۔ نجاشی کے نام فرمان مبارک کے الفاظ یہ ہیں[1]:

"بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى النجاشي ملك الحبشة اما بعد فاني احمد اليك الله الذي لا اله الا هو الملك القدوس المؤمن المهيمن واشهد ان عيسى بن مريم روح الله وكلمته القاها الى مريم البتول الطيبة الحصينة فحملت بعيسى فخلقه من روحه ونفخه كما خلق آدم بيده واني ادعوك الى الله وحده لا شريك له والموالاة على طاعته وان تتبعني وتؤمن بالذي جاءني فاني رسول الله واني ادعوك وجنودك الى الله تعالى وقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصيحتي وقد بعثت اليكم ابن عمي جعفرا ومعه نفر

"شروع اللہ رحمٰن و رحیم کے نام ساتھ۔ محمد رسول اللہ (صلعم) کی طرف سے نجاشی حبشہ کے بادشاہ کے نام اس کے بعد میں تیری طرف ایسے اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ بادشاہ ہے پاک ہے، امن دینے والا ہے، نگہبان ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم روح اللہ ہے اور اُس کا کلمہ ہے جس کو ڈالا مریم کی طرف ممتاز ہے، پاک دامن ہے مرد سے بے خبر ہے پھر حامل کی گئی عیسیٰ سے پھر پیدا کیا گیا اُس کو اُس کی روح سے جیسا کہ پیدا کیا گیا آدم کو اُس کے ہاتھ سے اور میں تجھے بلاتا ہوں اللہ کی طرف وہ ایک ہے اُس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے اور اُس کی طاعت کی موالات کی طرف اور یہ کہ تو میری فرماں برداری کرے اور ایمان لائے اُس پر جو مجھے پہونچا ہے پھر حقیقت یہ ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ میں تجھے اور تیرے لشکر کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ پہونچا دیا میں نے اور نصیحت کردی میں نے پھر تم لوگ قبول کرلو میری نصیحت اور حقیقت میں میں نے اپنے چچا کے بیٹے جعفر کو

---

[1] مواہب لدنیہ۔

من المسلمین والسلام علی	تم لوگوں کی طرف مقرر کر دیا ہے اور اُس کے ہمراہ
من اتبع الھدیٰ	مسلمان لوگ ہیں اور ہدایت کی پیروی کرنے پر سلام ہو"

طبقات ابن سعد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پہونچنے پر نجاشی ادب کی غرض سے اپنے تخت سے اُتر کر فرش پر بیٹھ گیا اور فرمان مبارک کو آنکھوں سے لگایا اور حضرت جعفر کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ گو حضرت جعفر طیار کے ذریعے ۵ نبوی سے حبشہ کے ملک میں اسلام داخل ہو گیا تھا اور اُس وقت سے حضرت جعفر اور اُن کے ساتھی اُس ملک میں اپنے کام میں برابر مصروف تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ۶ ہجری کے مراسلہ مبارک سے اس ملک میں اسلام کی اشاعت میں اور بھی مدد ملی۔

حبشہ کا یہ ملک ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف قلم اور حضور صلعم کی مرسلہ سفارت کے صدر اعظم حضرت جعفر طیار اور اُن کے ساتھی مہاجرین حبشہ کی زبانی ہدایت کے ذریعہ سے اسلام داخل ہوا اور اللہ کے فضل سے آج تک ترقی کر رہا ہے لیکن اس ملک میں حکمراں نصاریٰ حبش خاندان کے خلاف تلوار مسلمانوں نے کبھی استعمال نہیں کی۔ یہ اس الزام کا کہ دُنیا میں اسلام کی اشاعت تلوار کی مرہون منت ہے واقعات کی بنا پر ایک تاریخی جواب ہے کہ حبشہ کا ملک جہاں عرب کے بعد سب سے اوّل اسلام پہونچا ہے اور ۵ نبوی سے ہجرت سے آٹھ برس پہلے سے اسلام اللہ کے فضل سے برابر موجود ہے وہاں نہ مسلمانوں کے امن و سلامتی کے کام میں مداخلت کی گئی نہ مزاحمت ہوئی اور نہ اس ملک کے مسلم اور غیر مسلم کے درمیان تلوار کی ضرورت پڑی اور حبشہ کے ملک میں اسلام صرف قلمی اور زبانی ہدایت کے ذریعہ سے، اپنے سلامتی اور امن کی مفید اصلاحوں اور عالمگیر اتحاد بنی آدم کے اصول کے سبب سے صرف نصائح اور وعظ و تلقین کے ذریعہ سے داخل ہوا اور

انشاء اللہ ہمیشہ موجود رہے گا اور مثال پیش کرتا رہے گا کہ تلوار کے بغیر صرف امن و آشتی کے ساتھ اس طرح اسلام کی اشاعت ہوتی ہے اور مسلم اور نصاریٰ کی اقرب مودۃ کی قرآنی ہدایت کی عملی مثال حبشہ کے مسلم اور نصاریٰ کے باہم دوستانہ تعلقات سے ہمیشہ ظاہر ہوتی رہے گی جو سورۂ مائدہ میں ان الفاظ میں ہے۔

" وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ "

" اور یقیناً تو اُن لوگوں کو مودت کے قریب تر پائے گا اُن لوگوں کے واسطے جو ایمان والے ہیں وہ لوگ جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں۔ اس لیے کہ اُن میں قسیس اور رہبان ہیں اور وہ لوگ تکبّر نہیں کرتے۔"

مسلمانوں کے مقابلہ میں حبشہ کے نصاریٰ اور حبشہ کی نصاریٰ حکومت نے کبھی استکبار کا مظاہرہ نہیں کیا اور اپنی خودداری اور وقار کی حفاظت کے واسطے حبشہ کے مسلمانوں کو کبھی تلوار استعمال کرنے کی ضرورت نہیں لاحق ہوئی۔ حبشہ کا جو نجاشی مسلمان ہوگیا اُس کا نام اصحمہ تھا اس کا انتقال ۹ ہجری میں ہوا اور سنن ترمذی میں کتاب الجنائز میں ہے کہ اس کے انتقال کی خبر پاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نجاشی کے جنازہ کی نماز غائبانہ پڑھی۔ جس نماز میں صحابہ صف باندھکر شریک ہوئے۔

نجاشی کی وساطت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت ام حبیبہ سے اور ایک لاوارث پر رحم

۵ نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے جو لوگ مکہ سے ہجرت کرکے حبشہ کو گئے اُن میں ایک عبید اللہ ابن حجش اور اُن کی بی بی رملہ تھیں حبشہ پہونچکر ان کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہ رکھا گیا اور حضرت رملہ کی کنیت ام حبیبہ قرار پائی۔ حبشہ کے کچھ نصرانی اثرات سے متاثر ہوکر عبید اللہ نے

نصاریٰ کا مذہب اختیار کرلیا اور حضرت ام حبیبہ نے اپنے خاوند سے علیحدگی اختیار کر لی اور وطن سے دُور پردیس میں لاوارث رہ گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے ان کی سرپرستی منظور فرمائی اور عمروؓ ابن ابی امیہ ضمری کے ذریعہ سے نجاشی کو پیام بھیجا کہ حضرت ام حبیبہؓ کو حضور صلعم کی جانب سے نکاح کا پیام دے اگر وہ منظور کریں تو اس کی تکمیل کر دی جائے۔ نجاشی نے اپنی باندی ابرہہ کی معرفت حضرت ام حبیبہ کو حضور صلعم کا پیام پہونچایا۔ حضرت ام حبیبہ نہایت خوش ہوئیں اور ابرہہ کو چاندی کے کنگن اور انگوٹھیاں دیں اور حضرت ام حبیبہ نے اپنی جانب سے خالدؓ ابن سعید اموی کو وکیل مقرر کیا اور نجاشی نے مسلمانوں کے مجمع میں حضرت ام حبیبہ کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھایا اور مہر خود ادا کیا۔

حضرت ام حبیبہ کی پیدائش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ستّرہ برس قبل کی تھی اور نکاح ۶؁ ہجری میں ہوا۔ جب کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ ایک لڑکی کی ماں تھیں۔ ان تمام قرائن پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین نے یہ ایک پردیس میں لاوارث بی بی پر رحم و مکرمت کی غرض سے کیا اس لیے کہ بغیر نکاح کے رحم و مکرمت کی اور کوئی صورت نہ تھی اس بی بی کے ساتھ جو آپ کے حکم سے وطن سے اتنی دور چلی گئی تھی اور وہاں جا کر لاوارث رہ گئی۔

﴿

(۲) مصر کے فرماں روا جارج مقوقس کو رسول اللہ علیہ وسلم کا تبلیغی فرمان اور مقوقس کا جواب اور حضرت ماریہ قبطیہ حرم نبوی میں اور بین الاقوامی

اتحاد کی عملی مثال۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فرمانوں کے ذریعہ سے براعظم افریقہ کے رہنے والوں کو بین الاقوامی اتحاد میں شرکت کی دعوت اور اس کے فوائد

افریقہ کے وسیع براعظم میں ایشیا اور یورپ سے ملا ہوا مصر کا ملک قدیم زمانہ سے علوم و فنون کا مخرج رہا ہے۔ حضور صلعم کے زمانہ میں اس کا پایہ تخت اسکندریہ تھا جہاں جارج مقوقس فرماں روا تھا۔ مصر کا ملک قدیم زمانہ سے مختلف مذہبوں کا جولانگاہ رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باسعادت زمانہ میں مصر کے ملک میں تثلیثی نصرانی مذہب کا دور تھا۔ اسد الغابہ میں حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ کے حالات میں ہے کہ ۶ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جارج مقوقس قبطی فرمانروائے اسکندریہ پایہ تخت مصر کے نام ایک فرمان مبارک کا حاطب ابن بلتعہ کو قاصد بنا کر روانہ فرمایا جس کے الفاظ یہ ہیں:

"من محمد رسول اللہ الی المقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع الہدیٰ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یوتیک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فعلیک اثم القبط۔ یَا اَھْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ

"محمد رسول اللہ کی طرف سے مقوقس قبط کے بڑے آدمی کے نام ہدایت کی پیروی کرنے والے پر سلام اس کے بعد پھر میں تجھکو اسلام کے بلاوے کی طرف بلاتا ہوں۔ سلامتی میں آجا سلامت رہے گا۔ تجھے اللہ دہرا اجر دے گا۔ پھر اگر تو پلٹ گیا تو تجھ پر قبط کا گناہ ہے۔ اے اہل کتاب اُس کلمہ کی طرف چلے آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم سوائے اللہ کے اور کی عبادت نہیں کرتے اور

وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتے اور اپنے میں سے بعض کو بعض آپس میں اللہ کے سوا رب نہیں بناتے پھر اگر پھر جائیں تو کہدو گواہ رہو اس پر ہم مسلمان ہیں"۔

حضرت حاطب یہ فرمان لے کر مقوقس کے پاس پہونچے اور فرمان نبوی اُس کے حوالہ کیا۔ فرمان مبارک پڑھکر مقوقس نے حضرت حاطب سے کہا کہ تمہارا سردار نبی ہے حاطب نے کہا ہاں وہ رسول اللہ ہے۔ مقوقس نے کہا کہ اُس کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ اپنی اُس قوم کو ہدایت کرتا ہے جس نے اُس کو شہر بدر کردیا۔ حاطب نے مقوقس سے کہا کہ کیا تو عیسیٰؑ کو نبی سمجھتا ہے جو مریمؑ کا بیٹا تھا اُس کو کیا ہوگیا تھا کہ جس قوم نے اُس کو صلیب دینے کی تیاری کی اُس قوم کو عیسیٰؑ ابن مریمؑ ہمیشہ ہدایت کرتا رہا جب تک کہ اللہ نے اُس کو اُٹھا نہ لیا مقوقس نے حاطب کی مدح کی اور کہا کہ تو حکیم ہے اور حکیم کا قاصد ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں بھی غیر مسلم تعلیم یافتہ حلقوں میں حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت اونچی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

مقوقس نے حضرت حاطب کو پورے احترام کے ساتھ ٹھیرایا اور خوب خاطر مدارات کی اور فرمان مبارک کے جواب میں مقوقس نے عربی میں یہ خط لکھا:

"محمدؐ ابن عبداللہ کے نام مقوقس رئیس قبط کی طرف سے سلام علیک کے بعد میں نے آپ کا خط پڑھا اور اُس کا مضمون اور مطلب سمجھا۔ مجھکو اس قدر معلوم تھا کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے لیکن میں یہ سمجھا تھا کہ وہ شام میں ظہور کریں گے۔ میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی اور دو لڑکیاں بھیجتا ہوں جن کی قبطیوں میں بڑی عزت کی جاتی ہے

لہ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ حاطب ابن ابی بلتعہ کا حال ۔ ۲ھ سیرۃ النبی جلد اول

اور میں آپ کے لیے کپڑا اور سواری کا ایک خچر بھیجتا ہوں۔" یہ خط حوالہ کر کے مقوقس نے عزت و احترام کے ساتھ حضرت حاطب ابن ابی بلتعہ کو رخصت کر دیا اور تحائف اُن کے ساتھ کر دیے۔

حضرت ماریہ قبطیہ حرم نبوی میں اور بین الاقوامی مخلصانہ اتحاد کی عملی مثال

مقوقس کے تحفوں میں جو خچر تھا اُس کا نام دلدل تھا، وہ حضور صلعم کے استعمال میں آگیا اور جو دونوں لڑکیاں تھیں وہ سگی بہنیں تھیں جن میں سے ایک کا نام سیرین تھا جو ایک صحابی حضرت حسان کو ملیں اور ایک کا نام حضرت ماریہ تھا جو حرم نبوی میں داخل ہوئیں۔ یہ دونوں بہنیں راستہ میں حضرت حاطب رض کی تلقین سے مسلمان ہوگئی تھیں۔ ان واقعات کو لکھ کر سیرۃ النبی میں علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں۔ "دونوں خاتونیں خدمت نبوی میں پہونچنے سے پہلے مسلمان ہوگئی تھیں۔ اس واقعہ کو اس حیثیت سے دیکھنا چاہئے کہ یہ خاتونیں لونڈیاں نہ تھیں اور اسلام قبول کر چکی تھیں اس لیے آں حضرت صلعم نے ماریہ رض سے نکاح کیا ہوگا نہ کہ لونڈی کی حیثیت سے وہ آپ کے حرم میں آئیں۔"

یہ ہی ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کی والدہ تھیں۔ حضرت ابراہیم بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔

ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ کے حرم نبوی میں داخل کئے جانے میں بہت سی حکمتیں ہیں۔

(۱) عزت اور محبت کے ساتھ مصر کے ملک کو اسلام کے بین الاقوامی اتحاد کے زمرہ میں شامل کرنے کی عملی مثال۔

(۲) مصر کے قبطیوں سے مخصوص رشتہ کر کے اس طریقہ سے مصریوں میں اسلام کے سلامتی اور امن کے دائرہ میں عالمگیر اتحاد بنی آدم کے اندر شرکت کا

خیال پیدا کر دینا۔

(۳) مقوقس نے جن لڑکیوں کو باندی کی حیثیت سے تحفۃً بھیجا تھا اُن سے باندی پن کا داغ چھڑانا اور اُن کی عزت بڑھانا کہ اُن میں سے ایک کو ام المومنین کے زمرہ میں شامل کر لیا گیا اور پردیس میں آکر بھی یہ قبطی خاتونیں بے یار و مددگار نہ رہیں

(۴) قومی، لونی، اور بر اعظمی مغایرت اور تعصب جو عالم انسانیت کے باہم عداوت منافرت اور دشمنی کی بنیاد ہے اُس کی عملی اصلاح۔

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ کو اور اُن کی بہن سیرین کو خود مقوقس نے بغیر طلب کئے ہوئے تحفۃً بھیجا تھا۔ حضور صلعم کی جانب سے کوئی تحریک نہ تھی۔

دیکھو اس طرح حضور رحمۃ للعالمین کے مبارک قلم کے ذریعہ سے ۶؁ھ ہجری میں انسانی سلامتی اور امن اور عالمگیر اتحاد کا ادارہ (اسلام) مصر کے ملک میں داخل ہوا آج اللہ کے فضل سے اس ملک مصر کا شمار مخصوص اسلامی ممالک کے زمرہ میں کیا جاتا ہے۔

دیکھو یہ واقعات شاہد ہیں کہ افریقہ کے بر اعظم میں اشاعت اسلام کی بنیاد حضور رسول مقبول صلعم کے ان ہی دو فرامین مقدسہ سے ڈالی گئی جو ۶؁ھ ہجری میں نجاشی اور مقوقس کو بھیجے گئے یا ۵؁ھ نبوی میں حضرت جعفر طیار کی پر امن اور دوستانہ سفارت کے ذریعہ سے جو حضور صلعم کے حکم سے حبشہ کو گئے اور حضور رحمۃ للعالمین کی یہی مخلصانہ قلمی اسوۂ حسنہ ہے کہ آج افریقہ کے بر اعظم کے رہنے والوں میں سب سے زیادہ کامیاب مذہب ہے اور انشاء اللہ کامیاب رہے گا اس لئے کہ اس بر اعظم کے بڑے طبقہ سے غلامی کا دھبا چھڑانے اور غلامی سے آزاد دلانے میں اسلام نے افریقہ کے رہنے والوں کی مدد کی جب غلامی کے چکر میں

یہ لوگ قدیم سے پھنسے ہوئے تھے جس کا تذکرہ اس کتاب کے پہلے حصّہ میں کیا جا چکا ہے جہاں افریقہ کے قدیم مذاہب اور اخلاق پر نگاہ ڈالی گئی ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو واقعات سے ثابت ہے کہ افریقہ کے اُن حصّوں میں جو زمانہ جاہلیت میں غلامی کے واسطے مخصوص کر لیے گئے تھے اُن خطّوں کے سمجھدار باشندوں نے اسلام کے اتّحاد بنی آدم کے زمرہ میں شامل ہو کر غلامی کا جوا اپنی گردن سے اُتار کر پھینک دیا۔

تیسری فصل

فارس کی شخصی سلطنت کے بادشاہ خسرو پرویز کسریٰ ایران کو حضور محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک اور ممالک محروسہ ایران اور وسط ایشیا کے رہنے والوں کو سلامتی اور امن کی عالمگیر اتّحادی جماعت میں شرکت کی دعوت۔

حضور رحمۃ للعالمین کے باسعادت عہد میں ایشیا کے خطّہ میں ایران کی شخصی سلطنت کا دور دورہ تھا جو ایشیا کے بڑے حصّہ پر عرب کے بعض ٹکڑوں تک حاوی تھی۔ صلح نامہ حدیبیہ کی تکمیل کے بعد حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے عالمگیر بین الاقوامی اتّحاد امن وسلامتی میں شرکت کے فرامین دُنیا کے حکمرانوں کے نام روانہ فرمائے اُس زمانہ میں ایران کے تخت پر خسرو پرویز متمکن تھا جس کے نام سرورِ عالم صلعم نے فرمانِ مبارک روانہ فرمایا۔

فتح الباری کے حوالہ سے بتایا جا چکا ہے کہ ۶ھ ہجری میں کسریٰ کے نام رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کا مراسلہ مبارک لے کر حضرت عبداللہ ابن حذافہ

بھیجے گئے۔ ان کو حکم دیا گیا یہ مراسلہ حاکم بحرین منذر ابن ساوی کے حوالہ کیا جائے جو کسریٰ کی طرف سے بحرین میں متعین ہے وہ اپنے ذریعہ سے کسریٰ کو پہونچائے گا۔ فتح الباری[1] میں اس کی مختصر کیفیت لکھی ہے اور لکھا ہے کہ عبداللہ ابنِ حذافہ مراسلۂ مبارک لے کر بحرین گئے اور مراسلۂ مبارک منذر کے حوالہ کر دیا اور منذر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مراسلہ مبارک خسرو پرویز کے پاس پہونچایا۔ مواہب لدنیہ میں خسرو پرویز کے نام مراسلۂ مبارک کے الفاظ یہ ہیں:-

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ و اٰمن باللہ ورسولہ وشھد ان لا الہ الا اللہ وانی محمد عبدہ ورسولہ ادعوک بدعایۃ الاسلام فانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لانذر من کان حیا و یحق القول علی الکافرین اسلم تسلم فان تولیت فعلیک اثم المجوس"

"شروع اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے۔ محمد رسول اللہ (صلعم) کی طرف سے کسرائے عظیم فارس کے نام اُس پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے اور ایمان لائے اللہ اور اُس کے رسول پر اور گواہی دے یہ کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد اُس کے بندے اور اُس کے قاصد ہیں میں تجھکو بلاتا ہوں اسلام کا بلاوا پھر درحقیقت میں اللہ رسول ہوں سارے آدمیوں کی طرف اس لیے کہ جو زندہ ہیں اُن کو ڈراؤں اور حجت تمام ہو جائے کافروں پر تو سلامتی میں آجا سلامت رہے گا پھر اگر تو نہ مانے تو تجھ پر مجوس کا گناہ ہے"

خسرو پرویز کے نام کے اس مراسلہ میں بھی لفظ "اسلم تسلم" ہے جس لفظ کی تشریح قیصر کے نام کے مراسلہ کے ضمن میں بتائی جائے گی۔ یہ ہدایت نامہ صرف خسرو پرویز کے نام نہ تھا بلکہ اُس کی تمام قوم کی طرف خطاب تھا۔ فتح الباری میں ہے

[1] فتح الباری کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ و قیصر۔

الی کسریٰ و جنودہ[1]" یعنی کسریٰ اور اُس کا لشکر۔" پھر اس مراسلہ میں حضور صلعم کا یہ ارشاد کہ "اگر تو نہ مانے تو تجھ پر مجوس کا گناہ ہے۔" اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس مراسلہ کا روئے سخن تمام مجوس کی طرف تھا۔

مگر بد نصیب خسرو پرویز! اُس کے غرور نے اُس کو اور اُس کی سلطنت کو برباد کیا! اُس کے سامنے جب سرورِ عالم صلعم کا مبارک مراسلہ پڑھا گیا تو خسرو اس پر نہایت برہم ہوا کہ اس میں خسرو کے نام سے اول سرورِ عالم صلعم کا نام کیوں ہے اور جذبہ میں آکر بد نصیب خسرو پرویز نے نامۂ مبارک چاک کر کے پھینک دیا اور کوئی جواب نہ دیا۔ اس موقع پر مثنوی شیریں خسرو میں مولانا نظامی نے کیا خوب لکھا ہے ؎

دریدآں نامۂ گردن شکن را نہ نامہ بلکہ نامِ خویشتن را

فتح الباری میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے دعا فرمائی کہ "الٰہی اُس کے ملک کے ٹکڑے کر دے۔"

روضۃ الصفا میں ہے کہ خسرو پرویز نے اسی شقاوت پر بس نہیں کیا بلکہ اپنے والی باذان کو جو اُس کی طرف سے یمن کی ولایت میں مقرر تھا حکم لکھا کہ جس شخص نے حجاز میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے تم کو چاہیے کہ دو معتمد بھیج کر اُس کو پکڑ کر ہمارے پاس بھیجدو۔ باذان نے بابویہ اور خرخرہ دو شخصوں کو مامور کیا کہ یہ لوگ مدینۂ منورہ جائیں اور حضور صلعم کو خسرو پرویز کے پاس لے جائیں۔ روضۃ الصفا[2] میں ہے کہ یہ دونوں قاصد مدینہ جاتے ہوئے طائف پہونچے تو وہاں کفار قریش کے عمائد سے

---

[1] خسرو پرویز کے قصہ میں یہاں جتنے اقتباسات فتح الباری سے لیے گئے ہیں وہ سب "کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ و قیصر" سے لیے گئے ہیں۔ [2] روضۃ الصفا جلد دوم حالات خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم ذکر جرأت و جسارت خسرو پرویز

ملاقات ہوئی اور ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حالات دریافت کیے۔ کفار اس بات کے علم سے کہ یہ لوگ کسریٰ ایران کے بھیجے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) گرفتار کرنے کو جاتے ہیں بہت خوش ہوئے۔ غرض یہ دونوں ایرانی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہو گئے اور اپنا مطلب عرض کر دیا کہ ہم لوگ باذان والیٔ یمن کے بھیجے ہوئے کسریٰ ایران کے حکم سے آئے ہیں اور پیام لائے ہیں کہ حضور صلعم اپنے کو کسریٰ ایران کے حضور میں حاضر کر دیں۔ جہاں باذان آپ کی سفارش کرے گا۔ اگر کسریٰ کے اس حکم کی تعمیل نہ ہوگی تو کسریٰ کی سطوت اور صولت تو معلوم ہے وہ (نعوذ باللہ) حضور صلعم اور آپ کی قوم کو ہلاک کر دے گا اور ملک کو برباد کر دے گا۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ خرافات سن کر مسکرائے اور قاصدوں کو اول اسلام کی دعوت دی۔ قاصد بیامات تو کہہ گزرے مگر ہیبت اور رعب مصطفائی سے لرز گئے اور عرض کیا کہ اگر حضور تشریف نہ لے چلیں تو ہم کو جواب لکھ دیں۔ آپ نے ان دونوں قاصدوں کو ٹھیرایا اور ارشاد ہوا کہ جواب کل ملے گا۔

دوسرے روز جب لوگ دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا کہ باذان سے جا کر کہدو کہ ہمارے رب نے آج رات اُس کے رب کسریٰ پرویز کو قتل کروا دیا اور سات ساعت رات گزرنے پر اُس کے بیٹے شیرویہ نے اُس کا پیٹ چاک کر دیا۔ وہ رات منگل کی رات تھی اور ۱۰ر جمادی الاوّل ۷ھ ہجری تھا۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ باذان سے کہدینا کہ ہمارا دین کسریٰ کی مملکت میں ظاہر ہوگا اگر تو مسلمان ہو جائے تو جو کچھ تیرے تحت و تصرّف میں ہے وہ تیرے پاس رہے گا۔ دونوں ایرانی قاصدوں نے یہ سب لکھ لیا اور روانہ ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرخرہ کو ایک سنہری پیٹی عطا فرمائی جو آپ کو کسی بادشاہ نے تحفہ میں

بھیجی تھی۔

یمن پہنچ کر قاصدوں نے باذان سے تمام حالات بیان کر دیے۔ چند ہی روز بعد باذان کو ایران سے شیرویہ کا حکم ملا کہ خسرو پرویز قتل کر دیا گیا تم کو چاہیے کہ اپنے ملک یمن والوں سے نئے بادشاہ شیرویہ کی اطاعت کا پیمان لو اور یہ کہ حجاز میں جن حضرت نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اُن کے متعلق تا حکم ثانی خسرو پرویز کا حکم منسوخ سمجھو اور اُن سے کوئی تعرض مت کرو۔ یہ حال معلوم کر کے باذان اور اس کے ملک والے اور جو ایرانی یمن میں موجود تھے سب مسلمان ہو گئے اور اس ملک میں حق و صداقت کے زور سے نہ کہ تلوار کے زور سے اسلام پھیل گیا اور خدا کے فضل سے تمام یمن آج مسلمان ہے اور مسلمان رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

خسرو پرویز کے نام سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس مراسلہ جس کے ساتھ گستاخی کر کے خسرو نے سزا پائی، اس خطہ اور مردم خیز وسط ایشیا میں اسلام کا مستحکم اور مبارک قدم تھا کہ اللہ کے فضل سے ایک طرف آج ایران کی حکومت اسلام کے زیر نگیں ہے اور فارس یا ایران کا شمار اسلامی ممالک میں کیا جاتا ہے اور دوسری طرف قریب قریب تمام وسط ایشیا۔ خیوا۔ بخارا۔ قوقند۔ تاشقند وغیرہ وغیرہ یہ وسط ایشیا کے تمام قطعات اسلام کے حلقہ بگوش ہیں اور یہ تمام خطہ انشاء اللہ ہمیشہ اسلام کے بین الاقوامی اتحاد کا ایک جزو رہے گا اور اسلام کی سلامتی اور امن کا اعلان کرتا رہے گا۔

چوتھی فصل

چین کے ملک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسلام کے سلامتی اور امن اور اتحاد میں شرکت کی دعوت کا پیام

قدیم سے عرب اور چین کے درمیان تجارتی تعلقات قائم تھے اور چین کا ملک اپنے عظیم الشان رقبہ، اپنی کثیر انسانی آبادی اور اپنی صنعت و حرفت اور اپنے علوم و فنون کے سبب سے مشہور تھا۔ عرب اور چین کے قدیم تجارتی تعلقات کے متعلق ڈاکٹر آرنلڈ اپنی کتاب دعوت اسلام میں لکھتے ہیں "آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے عرب اور چین میں بحری راستہ سے تجارت شروع ہو گئی تھی۔"[1] چینی علوم و فنون سے عرب ضرور قدیم سے واقفیت رکھتے تھے اس کا باعث عرب اور چین کے درمیان قدیمی تجارتی تعلقات ہو سکتے ہیں اور یہ ایک مستحکم استدلال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث "اطلبوا العلم ولو بالصین" "تم لوگ علم کے طالب ہو اگرچہ وہ چین میں ہو۔" مطالب کے لحاظ سے ضرور حدیث ہے[2]

---

[1] دعوت اسلام ترجمہ پریچنگ آف اسلام باب دہم [2] "اطلبوا العلم ولو بالصین" اس کو علامہ محمد طاہر بن علی الہندی (متوفی سنہ ۹۸۶ ہجری) نے اپنی کتاب "الموضوعات" میں ان الفاظ کے ساتھ موضوعات میں قرار دیا ہے "لابن عدی والبیہقی لفظہ مشہور و اسانیدہ ضعیف" خود علامہ موصوف کا استدلال اتنا بودا ہے کہ اس پر مزید تنقید کی ضرورت نہیں علامہ موصوف خود اس حدیث کے مطلب سے انکار نہیں کرتا بلکہ اس کی شہرت کا اعتراف کرتا ہے جو ایک ہزار برس تک شہرت پائی ہوئی علامہ محمد طاہر کی اطلاع تک پہونچی بے شک اسناد حدیث ممکن ہے کہ علامہ محمد طاہر تک نہ پہونچی ہوں اور صرف محمد طاہر کے کہنے سے کہ "اسنادہ ضعیف" دعویٰ بلا دلیل جب کہ یہ واقعہ ہے کہ چین میں مسلمانوں کا وجود حضور صلعم کے زمانۂ باسعادت سے ہے کس طرح تسلیم کر لیا جائے۔ ان حالات کے اندر علامہ محمد طاہر کی تنقید اور فیصلہ کہ یہ حدیث موضوعات میں سے ہے کسی طرح تسلیم کرنے کے قابل نہیں ہے۔

اور یقینی حضور صلعم کا ارشاد ہے گو الفاظ یہ نہ ہوں مگر کسی موقع پر علم کے حصول کی تاکید کے واسطے حضور صلعم نے اس مطلب کا کوئی فقرہ ضرور ارشاد فرمایا ہوگا۔

چین کے ملک میں اشاعتِ اسلام کس طرح شروع ہوئی اس کے متعلق ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں "حالات[1] یہ ہیں کہ ۶ھ ہجری مطابق ۶۲۸ء میں جس کو سنۃ الوفود کہتے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہب ابن ابی کبشہ کو شہنشاہ چین کے پاس اسلام کی خبر دینے کے لیے روانہ فرمایا تھا۔ کانٹن میں اُن کی بہت تعظیم و تکریم ہوئی اور بادشاہ کی طرف سے اُن کو اور مصاحبین کو سلطنت چین میں اسلام کی علانیہ پیروی کرنے اور مسجد تعمیر کرنے کی اجازت مل گئی ۱۱ھ ۶۳۲ء میں وہب ابن

---

[1] دعوت اسلام ترجمہ پریچنگ آف اسلام باب دہم۔ یہاں ڈاکٹر آرنلڈ کو مغالطہ ہوا ہے انھوں نے ۶ھ ہجری کو سنۃ الوفود قرار دیا ہے حالاں کہ سنۃ الوفود ۹ھ ہجری ہے جیساکہ اس کتاب میں وفود کے حال میں مشرح بتایا گیا ہے ۶ھ ہجری وہ سال ہے جس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ملکوں کے فرماں رواؤں کو مقدّس مراسلات روانہ فرمائے ہیں۔

[2] صحابۂ کرام کے حالات میں جو کتابیں دستیاب ہوسکیں اُن میں حضرت ابن ابی ابوکبشہ کا نام نہیں ملتا۔ لیکن جب کہ اُن کا مزار آج تک چین میں موجود ہے اور جب کہ چینی تاریخوں میں ان کا حال موجود ہے جس کا مشرّح تذکرہ ڈاکٹر آرنلڈ نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور دوسری طرف کفارِ مکّہ ازراہ (نعوذ باللہ) توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "ابوکبشہ" کہتے تھے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابوکبشہ نام کا کوئی شخص عرب میں گزرا ہوگا ممکن ہے کہ اُس کا بیٹا وہب ابن ابوکبشہ مسلمان ہوگیا ہو۔ جس کا حال اسد الغابہ یا اصابۃ الغابہ یا اصابہ یا طبقات ابن سعد میں نہیں جب کہ ان بزرگ کی قبر کنٹن میں موجود ہے اور جب کہ یہ تذکرہ چین کی تاریخوں میں موجود ہے پھر حضرت وہب ابن ابوکبشہ کے قصّہ کو کس طرح نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔

ابی کبشہ اس کام سے فارغ ہوکر عرب کو واپس گئے لیکن جب وہاں پہونچے تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی جاں کاہ خبر سُنی جو اُسی سال میں ہوا تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس دفعہ وہب ابن ابی کبشہ نے عرب میں بہت کم قیام کیا کیوں کہ جب وہ دوبارہ چین کو روانہ ہوئے تو ایک جلد قرآن شریف کی اُن کے ساتھ تھی جو ہجرت کے گیارہویں یا بارہویں سال (سنہ ۶۳۳-۳۴ء) میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جمع ہوا تھا۔ کانٹن پہونچ کر وہب ابن ابی کبشہ نے سفر کی تکان سے بیمار پڑکر انتقال کیا اور شہر کے قریب دفن کئے گئے۔ یہاں اب تک اُن کا مزار مسلمانانِ چین کی زیارت گاہ ہے۔"

درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہی مقدس پیام چین میں اشاعت اسلام کی بنیاد ہے جس کو لے کر وہب ابن ابی کبشہ اور اُن کے ساتھی چین کو گئے تھے۔ اور اسلام زبردستی نہیں بلکہ اپنے حقانی اثر سے پھیلا ہے۔ اس کے واسطے مثال میں چین کا اسلام بھی پیش کیا جاتا ہے جو صرف حضور صلی اللہ علیہ کے قلمی یا زبانی پیام رسانی کا مرہونِ منت ہے اور جس کو تلقین وہدایت کے ذریعہ سے چین میں خاموشی کے ساتھ پہونچے ہوئے صحابۂ کرام۔ وہب ابن ابی کبشہ اور سعد ابن وقاص[1]۔ جن کا مزار کنٹن میں ہے۔ شائع کرتے رہے اور جو اس تیزی کے ساتھ فضل الٰہی سے ترقی کر رہا ہے کہ یورپ کے محققین گھبرا رہے ہیں کہ کہیں چین کی ساری آبادی[2] مسلمان تو نہ ہو جائے گی اور ممکن ہے کہ سلطنت چین کا مذہب[3] اسلام قرار پا جائے۔

---

[1] ممکن ہے کہ یہ سعد ابن ابی وقاص مشہور سعد ابن وقاص نہ ہوں جو عقیق کے مقام مرے جو مدینہ سے سات میل پر واقع ہے اور یہ سعد جن کا مزار کنٹن میں ہے کوئی اور سعد ہوں واللہ اعلم

[2] و [3] دیکھو دعوت اسلام باب دہم۔

مشرک چین کے ملک میں اسلام کی اشاعت اور چینی حکومت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باہم نامہ و پیام اور اُس کے بعد بھی خلافت راشدہ کے عہد میں کافر چینی حکومت اور خلافت راشدہ کے جلیل القدر کارپردازوں کے باہم رسل و رسائل سے جو دوستانہ حیثیت سے کبھی آگے نہیں بڑھے اور جس خط و کتابت اور نامہ و پیام نے کسی وقت معاندانہ یا مخاصمانہ شکل اختیار نہیں کی ان حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اگر خواہ مخواہ مجبور نہ کیا جائے تو مسلمان کفار اور مشرکین سے بھی معاملات قائم رکھ سکتے ہیں جیسا کہ مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ باسعادت سے آج تک چین میں برابر کرتے رہے ہیں۔ نہ کبھی مشرک سلطنت چین کی طرف سے مسلمانوں کے مقابلہ میں تلوار اُٹھی اور نہ مسلمانانِ چین نے اپنی خودداری کی حفاظت کے لیے یا اپنے دین کے وقار کی حفاظت کے لیے چین کے ملک میں تلوار کا استعمال ضروری سمجھا۔ اس لیے کہ چین کی مشرک حکومت اور چین کے مشرک باشندے اپنے ہم وطن چینی مسلمانوں کا برابر احترام کرتے ہیں اور مسلمانوں کے مذہبی قوانین اور رسم و رواج کا لحاظ ہمیشہ سے کرتے چلے آئے ہیں اور اس کے عملدرآمد میں کبھی تعرض نہیں کرتے اور مسلمان اپنے ہم وطن مشرک چینیوں کا لحاظ کرتے ہیں چین میں درحقیقت مسلمانانِ چین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے آج تک

لہ ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں کہ "جب کہ یزدجرد کا انتقال ہوا تو فیروز ابن یزدجرد نے دشمنوں کی مدافعت کے لیے شہنشاہ چین سے فوجی مدد چاہی۔ شہنشاہ نے جواب بھیجا کہ ایران چین سے اس قدر دُور ہے کہ فوج روانہ نہیں ہو سکتی۔ البتہ حضرت عثمانؓ سے فیروز کی سفارش ہو سکتی ہے جب چین کا سفیر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں فیروز کی سفارش کے لیے آیا تو اس کی بہت مدارات ہوئی اور روانگی کے وقت ایک عرب سپہ سالار کو اُس کے ساتھ کر دیا گیا۔ ۶۱۵ء میں شہنشاہ چین نے اس عرب سپہ سالار کی بہت خاطر تواضع کی۔" دعوت اسلام باب دہم۔

قرآن مجید کی اس آیت کی تعمیل کرتے رہے ہیں جس میں غیر مصافی غیر مسلموں سے معاملات رکھنے کی مسلمانوں کو اجازت دی گئی ہے اور جس کا مفصل حال اس کتاب میں فتح مکہ کے موقع پر بیان کیا گیا ہے اور جو سورۂ ممتحنہ میں ان الفاظ میں ہے:

"لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ"

"تم کو اللہ نہیں روکتا اُن لوگوں سے جو تم سے دین میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ یہ کہ تم اُن کے ساتھ بھلائی کرو اور اُن کی طرف انصاف کرو۔ حقیقت میں اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

(قرآن مجید۔ الممتحنہ)

پانچویں فصل

یمن، شام اور عرب کے مختلف حکمرانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس فرامین اور ان ملکوں کے رہنے والوں کو سلامتی اور امن کے عالمگیر اتحاد میں شرکت کی رہنمائی۔ محمد رسول اللہ صلعم کے ایک قاصد الحرث شہید کا قتل بصرے کے راستہ میں شرجیل ایک نصرانی کے ہاتھ سے۔

فتح الباری میں جو حضور صلعم کے مراسلات مقدس کی فہرست دی گئی ہے اور جس کا تذکرہ کیا جا چکا ہے اُس میں یمن، شام اور عرب کے مختلف حکمرانوں کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانوں میں (۱) ہوذہ ابن علی حاکم یمامہ کا نام سب سے اول ہے جس کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مقدس لے کر

سلیطؓ ابن عمرو گئے۔ اسد الغابہ[1] میں ہوزہ کے ساتھ اس مراسلہ کے مکتوب الیہم ثمامہ بن اثال کا نام بھی لکھا ہے اور اس کو بھی حاکم یمامہ لکھا ہے اور اس مراسلہ کا زمانہ ۶ یا ۸ ہجری بتایا ہے۔ روضۃ الصفا[2] میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس مراسلہ لے کر سلیط یمامہ پہونچے تو ہوزہ نے ان کو اعزاز و اکرام کے ساتھ ٹھیرایا۔ مواہب[3] میں فرمان مبارک کے الفاظ یہ ہیں:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی ھوذہ ابن علی سلام علی من اتبع الھدیٰ واعلم ان دینی لیظھر الی منتھاے الخف والحافر فاسلم تسلم واجعل لك ما تحت یدیك"	"شروع اللہ رحمٰن رحیم کے نام ساتھ۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے ہوذہ ابن علی کے نام اُس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اور جان لے کہ درحقیقت میرا دین وہاں تک پہونچے گا جہاں تک اونٹ اور گھوڑے پہونچ سکتے ہیں اسلام لے آیا تو سلامت رہے گا اور میں تیرے مقبوضات تیرے قبضہ میں رکھوں گا"

ہوزہ نے جواب دیا کہ آپ کا ارشاد بسر و چشم لیکن آپ جانتے ہیں کہ عرب میں میرا درجہ کس قدر بلند ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے میرے واسطے بعض امور مخصوص کر دیجئے۔ مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوزہ کو ولی عہد یا اپنا خلیفہ بنالیں اور نبوت کے معاملہ میں مشورہ میں شریک کرلیں۔ حضرت سلیط ہوزہ کا جواب لے کر رسول اللہ صلعم کے حضور میں حاضر ہوئے ہوزہ کا جواب سُن کر حضور صلعم نے فرمایا "اگر زمین کا گرا ہوا کھجور کا ٹکڑا بھی مجھ سے مانگے تو میں نہیں دوں گا" "لو سئلنی نسابۃ من الارض ما فعلت بھا" حضور صلعم کے مذکورہ مراسلہ پہ نگاہ ڈالو بس سلامتی اور امن کے عالمگیر اتحاد میں شرکت کا مطالبہ ہے اس سے

---

[1] اسد الغابہ سلیط ابن عمرو کا حال [2] روضۃ الصفا (جلد دوم) ارسال رسولاں بجانب ارباب حکم [3] روضۃ الصفا جلد دوم۔ ارسال رسولاں بجانب ارباب حکم

زیادہ کچھ نہیں چاہا گیا بلکہ صاف کہدیا گیا ہے کہ ہوذہ کی مقبوضات سے کوئی تعرض نہیں ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ ہدایت ہوذہ اور اُس کے ملک کو نورِ ایمانی کی جانب خالصاً لوجہ اللہ کی گئی تھی اور اسلام کا زبانی اور قلبی اقرار چاہا گیا تھا۔ ہوذہ نے اس کے واسطے شرطیں پیش کیں گویا اسلام بالمعاوضہ ہوا اور بالمعاوضہ اسلام اور ہدایت سے کیا تعلق اِس لیے ہوذہ کا مشروط اسلام نامنظور ہوا۔

(۲) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرمان مبارک علا ابن حضرمی کے ذریعہ سے منذر ابن ساوی ہجر بحرین کے حاکم کے نام روانہ فرمایا۔ اس فرمان میں منذر کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی[۱]۔ اس مقدّس تحریر کی تمام وکمال نقل تو دستیاب نہیں ہوسکی مگر اسد الغابہ میں منذر ابن ساوی کے حال میں لکھا ہے:

کُتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المنذر ابن ساوی من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذاکم المسلم

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر ابن ساوی کو لکھا جس نے ہماری نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہی تم میں مسلمان ہے"

غالباً یہ ابتدائی فرمان یا اُس کا ٹکڑا نہیں ہے بلکہ منذر کے کسی استفسار کا جواب ہے۔ مقدّس فرمان کو پڑھکر منذر رض خود اور بہت سے بحرین کے رہنے والے سلامتی اور امن اور عالمگیر اتحاد بنی آدم کے دائرے میں شامل ہوگئے اور جواب میں اُس نے لکھا: "یا رسول اللہ[۲] صلی اللہ علیہ وسلم میں نے حضور کا فرمانِ مبارک بحرین والوں کو پڑھکر سُنایا اُن میں سے بعض نے اسلام کو پسند کیا اور دوست ہوگئے اور مسلمان ہوگئے اور بعض نے اس کو پسند نہیں کیا اور میری زمین میں یہود اور مجوس ہیں ان کے متعلق بھی حکم صادر فرمائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب

---

[۱] قطعۃ من طبقات ابن سعد مطبوعہ ۱۳۰۸ھ مطبع مفید عام اکبر آباد

[۲] رسالات نبویہ علیہ التحیہ مطبوعہ دہلی ۱۳۳۴ھ

یہ تحریر فرمایا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
من محمد رسول اللہ الی منذر
ابن ساوی سلام علیک
فانی احمد الیک اللہ
الذی لَا اِلٰہَ اِلَّا ھو
وَاَشھد اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا
اللہُ وَاَنَّ محمدا رسول اللہ
اما بعد فانی اذکرک اللہ
عزّ وجل فانّہ من ینصح
فانما ینصح لنفسہ وانہ
من یطع رسلی ویتبع امرھم
فقد اطاعنی ومن نصح لھم
فقد نصح لی وان رسلی
قد اثنوا علیک خیرا
وانی قد شفعتک فی
قومک فاترک
للمسلمین ما اسلموا علیہ
وعفوت من اھل
الذنوب فاقبل منھم
وانک مھما تصلح فلن نعزلک

"شروع اللہ رحمٰن اور رحیم کے نام کے ساتھ
محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے منذر ابن ساوی کے
نام۔ تجھ پر سلام ہو پھر میں تیری طرف حمد کرتا ہوں
اُس اللہ کی کہ اُس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے
اور گواہی دیتا ہوں یہ کہ نہیں کوئی الٰہ سوائے
اللہ کے اور یہ کہ محمدؐ اللہ کا رسول ہے۔
اس کے بعد پھر میں تجھے یاد دلاتا ہوں اللہ
عزت والے اور جلال والے کی کیوں کہ جو نصیحت
پکڑے وہ اپنے نفس کی خیر خواہی کرتا ہے پھر جو
میرے قاصدوں کی تابعداری کرے اور
اُن کے احکامات کی تعمیل کرے حقیقت میں
اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے اُن کی
خیر خواہی کی اُس نے میری خواہی کی اور یہ کہ
میرے قاصدوں نے تیری تعریف کی ہے اور
میں نے تیری قوم کی بابت تیری سفارش منظور
کی ہے۔ پھر مسلمانوں کے پاس وہ چھوڑ دے
جس پر قبضہ کے زمانہ میں وہ اسلام لائے اور
خطاکاروں کی خطا معاف کی اُن سے معافی قبول
کرے اور جب تک تو صلاحیت رکھے گا اُس وقت تک
تجھے تیرے کام سے معزول نہیں کیا جائے گا

عن عملك ومن قام علی یهودیة او مجوسیة فعلیه الجزیة	اور جو شخص اپنی یہودیت یا مجوسیت پر قائم ہے اس پر جزیہ ہے۔“

اسد الغابہ میں منذر کو صحابہ کے زمرہ میں شمار کیا گیا ہے اور اس کو حضور صلعم کی طرف سے بحرین کا عامل لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منذر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی تحریر کے اثر سے مسلمان ہوگیا تھا اور ساتھ ہی اُس نے حضور صلعم کی اپنے ملک پر سیادت بھی تسلیم کر لی تھی۔

منذر کے نام کے فرمان مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم اسلام کے حلقۂ اثر سیاسی میں مسلم کے متعلق عفو اور مکرمت کے ساتھ ہی غیر مسلم یہود اور مجوسی تک پر کس درجہ مہربانی اور عنایات فرماتے تھے۔ یہاں دیکھو یہودی اور مجوسی سے صرف جزیہ وصول کرنے کا حکم ہے اُن کے مذہب سے کوئی غرض نہیں رکھی گئی۔ دیکھو منذر کے نام یہ مراسلہ اور حلقۂ اثر کے یہود اور مجوس کے ساتھ یہ سلوک اُس زمانہ کا ہے جب کہ رسول اللہ علیہ وسلم کفار قریش کے آئے دن کے حملوں سے اللہ کے فضل سے محفوظ ہو چکے تھے اور بدر، احد، احزاب وغیرہ میں کفار قریش مکہ اور یہودی شکست پا چکے تھے اور یہ ساری کی ساری جنگیں مسلمانوں کے حق میں ختم ہو چکی تھیں۔ دیکھو اس مراسلت میں یہود اور مجوس کے تذکرہ میں کہیں جبر و تشدد کا خیال بھی آیا ہے یہ ہے ”وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ“ کی عملی تفسیر۔

(۳) ۸ھ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کا فرمان مبارک عمان کے فرماں روا دو بھائیوں جیفر اور عبد بنی جلندری کو لکھا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من محمد ابن عبد اللہ و رسولہ الی جیفر و	”شروع اللہ رحمن اور رحیم کے نام سے۔ محمد ابن عبد اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جیفر اور

عبد ابنا الجلندری سلام	اور عبد الجلندری کے بیٹوں کے نام۔ ہدایت کے
علی من اتبع الهدیٰ اما بعد	اتباع کرنے والوں پر سلام پھر میں تم دونوں کو اسلام
فانی ادعوا کما بدعایة الاسلام	کی دعوت دیتا ہوں۔ سلامتی میں آجاؤ تاکہ سلامت
اسلما تسلما - فانی رسول الله	رہو - پھر میں درحقیقت تمام آدمیوں کی طرف اللہ کا
الی الناس کافة - لانذر	رسول ہوں تاکہ زندوں کو ڈراؤں اور کافروں پر
من کان حیا ویحق القول	اتمام حجت کروں اگر تم دونوں نے اسلام کا اقرار
علی الکافرین وانکما ان اقررتما	کرلیا تو تم کو بدستور میں والی رکھوں گا تمھاری مملکت میں
بالاسلام ولیتکما وان ابیتما ان	اگر تم نے انکار کیا اسلام سے پھر گئے تمھارا ملک تم سے
تقرا بالاسلام فان ملککما زائل	جاتا رہے گا اور میرا لشکر تمھارے میدان میں پہونچ
وخیلی تحل بساحتکما وتظهر نبوتی	جائے گا اور میری نبوت تمھارے ملکوں میں
علی ملککما "	ظاہر ہوگی "

یہ مقدس مراسلہ لے کر عمرو بن عاص رضؓ عمان کو گئے اوّل عمرو عبد سے ملے جو نہایت حلیم تھا اُس نے کہا کہ جیفر مجھ سے عمر میں بڑا ہے اُس کے پاس میں آپ کو پہونچادوں گا جب عمرو رضؓ جیفر کے پاس پہونچے تو فرمان مبارک جیفر کے حوالہ کیا اُس نے لفافہ کی مُہر توڑی اور فرمان پڑھا پھر اُس نے فرمان بھائی کے حوالہ کیا اُس نے بھی اُس کو پڑھا - پھر عمرو رضؓ ابن عاص کو احترام کے ساتھ ٹھیرایا اور ایک دن عمرو ابن عاص رضؓ کو ان بھائیوں نے بلاکر اسلام قبول کرلیا اور بہت سے اُن کے ساتھیوں نے بھی اسلام قبول کرلیا - عمرو ابن عاص رضؓ اس مہم سے واپس نہیں ہوئے تھے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی -

---

سلہ ۲ طبقات ابن سعد -

(۴) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک صحابی شجاع ابن وہب اسدی کو مامور کیا گیا کہ دمشق[1] کے ملحقات میں غوطہ نام ایک بستی کو جہاں قیصر روم کا نائب الحرث یا الحارث ابن ابی شمر الغسانی حاکم تھا اس حارث کے پاس مقدس فرمان لے کر جائیں اس فرمان کے الفاظ یہ ہیں :

"بسم اللہ الرحمن الرحیم	"شروع اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمن اور رحیم ہے
من محمد رسول اللہ الی حارث	محمد رسول اللہ کی طرف سے حارث بن ابی شمر کے نام
بن ابی شمر سلام علی من اتبع الھدیٰ	اُس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ پر
وآمن باللہ وصدق فانی ادعوک	ایمان لایا اور تصدیق کی۔ پھر میں تجھکو بلاتا ہوں یہ کہ
علی ان تومن باللہ وحدہٗ لاشریک لہ	تو اللہ وحدہٗ لا شریک پر ایمان لے آ تیرے واسطے
یبقیٰ لک ملکک"	تیرا ملک باقی رہے گا"

شجاع کا بیان ہے کہ وہ یہ مراسلہ لے کر مکتوب الیہ کے پاس گئے اور ایسے وقت پہونچے کہ حارث غوطہ میں قیصر کی آمد کے اہتمام میں مصروف تھا جو حمص سے ایلیا کو جا رہا تھا۔ شجاع کہتے ہیں کہ وہ اُس کے دروازہ پر دو تین دن پڑے رہے اور اُس کے رومی دربان مری سے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ہیں اُس نے کہا کہ جب تک یہ ایام نہ گزر جائیں حارث تک شجاع کی پہونچ نہیں ہو سکتی۔ مری دربان نے شجاع سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کیا ہیں شجاع نے آپ کی صفات بیان کیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا حال بتایا اس کا اُس پر اتنا اثر ہوا کہ وہ رو پڑا اور اُس نے کہا کہ اُس نے انجیل میں حضور صلعم کی یہی صفات دیکھی ہیں اور مری مسلمان ہو گیا۔ ایک روز الحرث برآمد ہوا اور دربار کیا اور تاج شاہی زیب سر کیا شجاع کہتے ہیں کہ

---

[1] طبقات ابن سعد۔

اس موقع پر اُن کو اذن دیا گیا اور شجاع نے رسول اللہ صلعم کا فرمان مبارک الحرث کے حوالہ کیا۔ فرمان مبارک پڑھکر الحرث بہت ناراض ہوا اور کہا کہ مجھے میرے ملک سے کون محروم کرسکتا ہے اگر وہ یمن میں ہوتا تو میں جاکر اُسے یہاں لوگوں کے سامنے لاتا اور الحرث نے شجاع کو رخصت کر دیا اور سو مثقال سونا شجاع کو دیا اور مرّی نے بھی شجاع کو تحائف دئے اور رسول اللہ صلعم کی خدمت میں سلام کہلا بھیجا۔ شجاع رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حالات بیان کئے اور مرّی کا سلام پہونچایا آپ نے فرمایا مرّی سچّا ہے۔

(۵) فتح الباری کی فہرست میں ذوالکلاع کا ایک نام ہے جس کے پاس دعوت اسلام کا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان مبارک لے کر مہاجر ابن امیہ اور جریر گئے تھے۔ طبقات ابن سعد میں ذوالکلاع بن ناکور بن حبیب بن مالک بن حسان بن تبع لکھا ہے اور اس کے ساتھ ہی ذی عمرو کا نام لکھا ہے کہ ان دونوں کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے اسلام کی دعوت دی گئی تھی اور یہ دونوں مسلمان ہو گئے اور ذوالکلاع کی عورت ضریبہ بنت ابرہہ بھی مسلمان ہوگئی۔ جریر ان ہی لوگوں کے پاس ٹھیرے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وفات پائی اور ذی عمرو نے اس حادثہ کی جریر کو اطلاع دی اور جریر مدینہ کو واپس ہوئے اور ان لوگوں میں فرمان مبارک کے ذریعہ سے اسلام پھیل گیا

(۶) فتح الباری کی مذکورہ فہرست میں رسول اللہ صلعم کے ایک مراسلہ کا تذکرہ ہے جو مسیلمہ کذّاب کے نام لکھا گیا تھا جس کے متعلق روضۃ الصفا میں سنہ ۹ ہجری کے واقعات میں کچھ حالات لکھے گئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ یمامہ سے بنی حنیفہ کا ایک وفد حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ لوگ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ ان میں ایک شخص مسیلمہ نام کا بھی تھا یہ ایک چالاک آدمی تھا

مسلمان ہو کر یہ لوگ اپنے وطن کو واپس چلے گئے۔ احادیث میں مسیلمہ کی مدینہ میں آمد کا اور زبانی گفت و شنید کا تذکرہ آتا ہے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ وطن پہونچ کر مسیلمہ کذّاب مرتد ہو گیا۔ اسی پر بس نہیں کی بلکہ فریبی نبوّت کا مدعی بن گیا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اُس نے لکھا کہ (نعوذ باللہ) وہ بھی اللہ کا رسول ہے اور امور نبوّت میں اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ صلعم کا شریک کیا گیا ہے اور مقبوضات میں آدھی زمین محمد رسول اللہ صلعم کی ہے اور قریش کی اور آدھی مسیلمہ کذّاب اور اُس کی ہم قوم کی ہے۔ اُس نے لکھا کہ لیکن قریش قومی غدار ہیں (نعوذ باللہ) مسیلمہ کذّاب کا یہ خرافات خط لے کر اُس کے قاصد سرکار نبوی صلعم کے حضور میں پہونچے۔ یہ خط کھولا گیا اور پڑھا گیا۔ اس خرافات کو سُن کر حضور صلعم نہایت ناراض ہوئے۔ اس لیے کہ اس کذب کے مخزن خط میں اللہ تعالیٰ پر اتہام تھا اُس وقت رسول اللہ صلعم کے دستِ مبارک میں مسواک تھی آپ نے غصّہ کی حالت میں فرمایا کہ مسیلمہ کذّاب اگر مسواک کا ایک ٹکڑا بھی اس طرح مانگے گا تو اُس کو نہیں ملے گا۔ پھر آپ نے قاصدوں سے دریافت کیا کہ وہ کس خیال کے ہیں معلوم ہوا کہ وہ لوگ مسیلمہ کذّاب کے ہم خیال ہیں اس پر آپ کو اور بھی ناگوار ہوا کہ مسیلمہ کذّاب نے کذب و افترا کا ایسا جال پھیلایا ہے کہ اوروں کو بھی مرتد کر رہا ہے مگر اُن کی حیثیت قاصد کی تھی اس لیے آپ نے اُن سے زیادہ تعرض نہیں فرمایا اور مسیلمہ کذّاب کو یہ جواب لکھوایا: "من محمد رسول اللہ" محمد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے

۱۔ طبقات ابن سعد فی بعثۃ رسول اللہ الرسل بکتبہ

۲۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری غزوۃ الموتۃ من ارض الشام

۳۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ الحارث ابن عمر کا حال۔

الیٰ مسیلمۃ کذاب۔ سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ قد بلغنی کتابك کتاب الکذب والافك والافتراء علی اللہ فان الارض بیدہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین	مسیلمہ کذاب کے نام اُس پر سلام جو ہدایت کا پیرو ہو تیرا خط پہونچا ایسا خط جو جھوٹ بہتان اور اللہ پر افترا سے پُر تھا۔ پھر حقیقت یہ ہے کہ زمین اُس اللہ کے ہاتھ میں ہے اپنے بندوں میں سے جس کو وہ چاہے وارث کرے اور عاقبت تو پرہیزگاروں کے لیے ہے

اس مقدس فرمان کے الفاظ پر غور کرو ارشاد ہوتا ہے کہ زمین کا تو اللہ مالک ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے دے دے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان کی طرف یہاں بھی رہنمائی ہے، ذاتی ملکیت کا دعویٰ نہیں کیا گیا۔

(۷) طبقات ابن سعد میں ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے یمن کے حمیر کے تین سردار الحرث اور مسروح اور نعیم بن عبد کلال کو یہ مراسلہ روانہ فرمایا:

"سلموا انتم ما اٰمنتم باللہ و رسولہ وان اللہ وحدہ لاشریک لہ بعث موسیٰ باٰیاتہ وخلق عیسیٰ بکلماتہ قالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصاریٰ اللہ ثالث ثلثہ عیسیٰ ابن اللہ"	"سلامت رہو گے تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس پر کہ اللہ وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں ہے اُس نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ اور عیسیٰ کو اپنے کلمہ سے پیدا کیا۔ یہودیوں نے کہا کہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے اور عیسیٰ اللہ کا بیٹا ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیاشؓ ابن ابی ربیعہ مخزومی کو یہ مراسلہ حوالہ کیا اور حکم دیا کہ "مکتوب الیہم کے شہر میں رات کے وقت مت داخل ہونا صبح کے وقت خوب اچھی طرح سے پاک صاف ہو کر دو رکعت نماز پڑھنا اور اللہ سے نجات اور قبولیت کی دعا کرنا اور اللہ سے پناہ مانگنا اور میرا خط سیدھے ہاتھ سے اُن کے سیدھے ہاتھ میں دینا اور اُن کے سامنے پڑھ دینا لم یکن الذین

كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ" عیاشؓ کا بیان ہے کہ حضور صلعم کے حسب الحکم جیسے حضور نے ہدایت کی تھی عیاشؓ ان لوگوں کے پاس پہونچے اور کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں اور مراسلہ مبارک اُن کے حوالہ کیا یہ لوگ مراسلہ مبارک کو پڑھکر مسلمان ہو گئے۔ ان لوگوں کے مسلمان ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس حضرت معاذ ابن جبل اور مالک ابن مرارہ کو روانہ فرمایا تاکہ ان لوگوں کو شرائع اسلام اور مویشی اور مال میں صدقہ کے فرائض سے آگاہ کریں۔

(۸) فتح الباری شرح صحیح بخاری باب غزوۃ الموتہ من ارض الشام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی اور سلامتی اور امن کے رہنمائی کے مراسلات لے جانے والوں میں ایک صحابی الحرث رضی اللہ عنہ کا نام ہے جو بصرے کے حاکم کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مراسلہ لے کر گئے تھے۔ اسد الغابہ میں علامہ ابن اثیر نے ان کا نام الحارث ابن عمیر لکھا ہے۔ الحارث حضور صلعم کا نامہ مبارک لے کر منزلیں طے کرتے ہوئے اپنے کام پر جا رہے تھے کہ ان کا گزر شام کے ملک کے ایک قصبہ موتہ میں ہوا جہاں قیصر روم کی عملداری تھی جس کی طرف سے موتہ میں شرجبیل ابن عمر والغسانی حاکم تھا۔ حارث رضی اللہ عنہ جب موتہ میں پہونچے اور شرجبیل کو ایک اجنبی کے آنے کی خبر ہوئی تو اُس نے حارثؓ کو طلب کر کے دریافت کیا کہ "تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو" حارث نے کہا کہ "مدینہ سے آ رہا ہوں اور بصرے جا رہا ہوں" شرجبیل نے کہا کہ "غالباً تم محمد (صلعم) کے قاصد ہو" حضرت نے جواب دیا کہ "ہاں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ہونے کی عزت حاصل ہے" اس پر متکبر مغرور اور ظالم شرجبیل نے حضرت حارث کو پکڑوا کر قتل کرا دیا۔ اسد الغابہ میں علامہ

ابن اثیر لکھتا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصدوں میں یہ ایک ہی واقعہ ہے کہ حارثؓ کو قتل کیا گیا"۔ آج کے تاریخی محقق غور کریں بے گناہ قاصد حضرت حارث ابن عمیر کا یہ ہی ٹھنڈا خون ہے جو ۶ ہجری میں شرجیل ابن عمرو الغسانی حاکم موئتہ کے ہاتھ سے بہایا گیا اور یہ ہی صلیبی جنگوں کے نہ ختم ہونے والے سلسلہ کی بنیاد ہے جہاں سے دُنیا کی تاریخ میں صلیبی جنگوں کا ایک باب مورخوں کو بڑھانا پڑا اور اس خونی بدعت سیئہ کی ذمہ داری تاریخی محققانہ نگاہ سے قیصر روم کے نائب حاکم موئتہ شرجیل ابن عمرو الغسانی مسیحی پر آتی ہے۔

چھٹی فصل

رومی فرماں روا قیصر ہرقل کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک اور اس ذریعہ سے یورپ کے رہنے والوں کو سلامتی اور امن کے ادارہ اسلام کے زمرہ میں عالمگیر اتحاد انسانی کے اندر شرکت کی عام دعوت۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ باسعادت میں مشرقی یورپ میں رومی قیصر کا دَور تھا اور اس کا اثر تمام مشرقی یورپ تک حاوی تھا۔ صحیح بخاری میں خاص کر دو مقام پر[1] عبداللہ ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مراسلۂ مبارک قیصر روم کے نام بھیجا گیا جس میں اس کو اسلام کی

---

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۂ آل عمران باب قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ اور باب الجہاد باب دعاء النبی صلی اللہ وسلم الی الاسلام والنبوۃ وان لا یتخذ بعضھم بعضا اربابا من دون اللہ

دعوت دی گئی تھی۔ فتح الباری میں اس مقدس مراسلہ کا زمانہ ؁ہجری بتایا گیا ہے ابن عباس کی روایت میں ہے کہ قیصر کے نام کا مراسلہ مبارک دحیہ کلبی کے حوالہ کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو حکم دیا کہ یہ مراسلہ بصرے کے حاکم کے حوالہ کیا جائے تاکہ وہ اس مراسلہ کو قیصر تک پہونچا دے۔ بظاہر اس میں یہ مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ اسلام کے عالمگیر اتحاد میں شرکت کی دعوت کا علم بصرے کے حاکم اور اُس کے ذریعہ سے اُس کے محکوموں کو بھی ہو جائے مراسلہ مبارک لکھے جانے کے زمانہ میں قیصر روم کو کسرائے ایران پر ایک جنگ میں فتح حاصل ہوئی تھی اور اس کا شکرانہ ادا کرنے کے لیے قیصر بیت المقدس کے حج کو جا رہا تھا اور حمص سے ایلیا کی طرف سفر کر رہا تھا کہ قیصر روم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس مراسلہ ملا اُس کے پڑھے جانے پر قیصر نے دریافت کیا یہ شخص جس کو نبی ہونے کا گمان ہے اس کی قوم کا اس ملک میں کوئی شخص مل سکتا ہے قیصر سے کہا گیا ہاں شام کے اسی ملک میں ایسا شخص مل سکتا ہے۔ ابوسفیان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کفار مکہ کے باہم وقتی صلح کی مدت کے عرصہ میں ابوسفیان کفار قریش تاجروں کے ہمراہ تجارت کی غرض سے شام کے ملک میں گیا ہوا تھا اور یہ عرب گروہ اپنے کاروبار میں مصروف تھا کہ قیصر کا پیام بر ابوسفیان کے پاس آیا اور ان لوگوں کو قیصر کے پاس حاضری کا حکم دیا گیا۔ اس حکم کے مطابق ابوسفیان اپنے چند عرب ہمراہیوں کے ساتھ ایلیا کے مقام پہونچ گیا جہاں وہ قیصرِ روم کے دربار میں پیش کر دیے گئے۔ جس وقت ابوسفیان اور عرب تاجر قیصر کے سامنے پیش ہوئے اُس وقت قیصر تاج شاہی پہنے شاہی تخت پر متمکن تھا اور اُس کے گرد روم کے بڑے بڑے عمائد اور

؁ کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ و قیصر

امرا حلقہ کئے ہوئے تھے۔ قیصر نے ترجمان کے ذریعہ سے ابوسفیان کے گروہ سے دریافت کیا کہ عرب میں جو شخص اپنے کو نبی گمان کرتا ہے تم لوگوں میں اس شخص کا قریب تر رشتہ دار کون ہے ابوسفیان نے کہا کہ "میں" اُن کا قریب تر رشتہ دار ہوں۔ دریافت کیا گیا "کیا قرابت ہے"۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ "وہ میرے چچا کا بیٹا ہے"۔ قیصر نے سوال کیا کہ "نبوت کے مدعی کا حسب نسب کیا ہے"۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ "ہم میں وہ عالی نسب ہے"۔ پھر قیصر نے دریافت کیا کہ "تم لوگوں میں اس سے پہلے کسی شخص نے اور بھی نبوت کا دعویٰ کیا ہے"؟ ابوسفیان نے جواب دیا۔ "نہیں"۔ پھر قیصر نے کہا کہ "نبوت کے دعوے سے پہلے تم لوگوں نے اس پر کبھی جھوٹ کا اتہام لگایا ہے"۔ ابوسفیان نے کہا "نہیں"۔ قیصر نے دریافت کیا کہ اس کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے"؟ ابوسفیان نے جواب دیا کہ "نہیں"۔ پھر سوال کیا گیا کہ "اس کی پیروی ذی اثر لوگ کرتے ہیں یا کمزور"؟ ابوسفیان نے کہا کہ "کمزور لوگ"۔ پھر دریافت کیا کہ اُس کے پیروؤں کی تعداد بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے"؟ ابوسفیان نے کہا کہ "بڑھ رہی ہے"۔ پھر قیصر کی طرف سے دریافت کیا گیا کہ "اُس کے دین میں آکر کوئی مرتد بھی ہوا ہے"؟ ابوسفیان نے کہا "نہیں"۔ پھر قیصر کی طرف سے دریافت کیا گیا کہ تم لوگوں نے اُس سے کبھی جنگ کی ہے"؟ ابوسفیان نے کہا "ہاں"۔ دریافت کیا گیا کہ "جنگ کا نتیجہ کیا ہوا"؟ ابوسفیان نے کہا "کبھی اُس کو کامیابی ہوئی کبھی ہم کو"۔ پھر دریافت کیا گیا کہ "اُس نے کبھی بدعہدی بھی کی"؟ ابوسفیان نے کہا کہ "اب تک تو کبھی بدعہدی نہیں کی مگر اس مدت کے متعلق کہ ہمارا اور اُس کا معاہدہ ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنے عہد پر قائم رہے گا یا نہیں"۔ پھر قیصر کی طرف سے دریافت کیا گیا کہ "وہ شخص تم کو کیا حکم سناتا ہے"؟ ابوسفیان نے کہا

"وہ شخص ہم کو حکم دیتا ہے کہ ہم اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہمارے اجداد جو غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے اُس سے وہ شخص ہم کو روکتا ہے' ہم کو نماز پڑھنے کا' پارسائی کا اور حرام سے بچنے کا' عہد پورا کرنے کا اور امانت ادا کرنے کا حکم دیتا ہے"۔ اس کے بعد قیصر نے ترجمان سے کہا کہ اس سے کہدے کہ "میں نے اُس کا حسب نسب اس لیے دریافت کیا کہ مجھکو گمان تھا کہ تم میں وہ صاحبِ نسب ہوگا۔ اس لیے کہ انبیا اپنی قوم میں صاحبِ نسب ہوتے ہیں اور میں نے دریافت کیا کہ اُس کے اجداد میں کوئی بادشاہ ہوا ہے یہ اس لیے کہ اشخاص اپنے آبائی ملک حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور میں نے دریافت کیا کہ اُس کے پیروؤں میں کمزور لوگ ہیں یا ذی اثر یہ اس لیے کہ انبیا کے پیرو اکثر کمزور لوگ ہوتے ہیں اور میں نے جھوٹ کی تہمت کے متعلق اس لیے دریافت کیا کہ ایسے لوگ آدمیوں پر جھوٹ نہیں بولتے" اس طرح قیصر نے تمام اپنے سوالوں کی تشریح کرنے کے بعد کہا کہ "اگر میں اُس کے پاس ہوتا تو اُس کے پاؤں دھوتا۔ اس کے بعد قیصر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک طلب کیا اور وہ برسرِ دربار پڑھا گیا جس کے الفاظ عبد اللہ ابن عباس کی مذکورہ روایتوں میں یہ ہیں :

"بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدیٰ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم واسلم یوتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فان علیک	"شروع اللہ رحمٰن اور رحیم کے نام سے محمد رسول اللہ کی طرف سے ہرقل عظیم روم کے نام اُس پر سلامتی ہو جو ہدایت کا پیرو ہے اس کے بعد میں تجھکو اسلام کے بلاوے کی طرف بلاتا ہوں۔ اسلام لے آ تو سلامت رہے گا اور سلامتی میں آجا تجھے اللہ دونا اجر دے گا پھر اگر تو انکار کرے تو تجھ پر اریسیون کا گناہ ہے

[1] ثم الاريسيين و يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواءٍ بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضاً اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون

اور اے اہل کتاب چلے آؤ اُس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے یہ کہ ہم نہیں عبادت کرتے اللہ کے سوا اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور نہیں پکڑتے اپنے بعض اشخاص کو بعض پروردگار اللہ کے سوا پھر اگر وہ لوگ پھر جائیں تو اُن سے کہدو کہ گواہ ہو جاؤ اس پر کہ ہم مسلمان ہیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس مبارک مراسلہ میں جس پر حضور صلعم کی مہر محمد رسول اللہ کے الفاظ کے ساتھ چھاپی تھی "اَسلم تسلم" ہیں۔ ان الفاظ کی شرح فتح الباری [2] شرح صحیح بخاری میں اس طرح کی گئی ہے۔

"(قوله اسلم تسلم) فيه بشارة لمن دخل فى الاسلام انه يسلم من الآفات اعتبارا بان ذلك لا يختص بهرقل كما انه لا يختص بالحكم الآخر وهو قوله اسلم يؤتك الله اجرك مرتين لان ذلك عام فى حق من كان مومنا بنبيه ثم آمن بمحمد صلى الله عليه وسلم"

"(اُس کے الفاظ اسلم تسلم) اس میں ہر اُس شخص کے لیے جو سلامتی کے دائرہ میں داخل ہوا بشارت ہے اس لیے کہ ایسا شخص عام اعتبار کے لحاظ سے آفتوں سے محفوظ رہے گا۔ یہ اس لیے کہ یہ ہرقل کی ذات کے ساتھ مخصوص نہیں ہے آخری حکم کے سبب سے اور وہ قول ہے کہ تو سلامتی میں آجا اللہ تجھکو دونا اجر دے گا اس لیے کہ یہ عام ہے ہر اُس شخص کے حق میں جو اپنے نبی پر ایمان لایا۔ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔"

حقیقت یہ ہے کہ اسلام سلامتی کے مصدر یا دائرے کا نام ہے جس کے قانون میں عالم انسانیت کی سلامتی کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اور یہ کتاب الٰہی

---

[1] و [2] فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۂ آل عمران

سلامتی کا ایسا قانون ہے جو علی الدوام کام میں لایا جا سکتا ہے اور جس میں ذرا سی بھی ترمیم سلامتی کے حقیقی دائرہ سے باہر کر دیتی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (قیصر روم کے نام کے) مبارک اور متبرک مراسلہ میں قیصر کو متنبہ کیا گیا ہے کہ "اگر تو انکار کرے تو تجھ پر اریسین کا گناہ ہے"۔ اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلامتی کے دائرہ میں شامل ہونے کے واسطے حضور صلعم کا یہ مبارک بلاوا قیصر ہرقل کی صرف ذات تک محدود نہیں تھا بلکہ ہرقل کے تمام ممالک محروسہ کے باشندے اس میں شامل کئے گئے تھے۔ فتح الباری میں "اریسین" کی تشریح مختلف عرب محققوں کے اقوال سے کی گئی ہے جن میں سے ایک کے الفاظ یہ ہیں۔ "هم الخول والخدم" "وہ لشکر اور خدام ہیں"۔ پھر آگے اور تشریح ہے "ان یرید بالخول ما هو اعم بالنسبۃ الی من یحکم الملک علیہ" "یہ کہ خول سے مراد عام مناسبت سے ہے اس کی طرف جو اس کی ملکیت سے اس کے زیر حکم تھے"۔ اس تشریح سے بھی صاف ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرقل قیصر روم کو مراسلہ مبارک کے ذریعہ سے یہ پیام ممالک محروسہ روم کے تمام باشندوں کے واسطے تھا اور اس ذریعہ سے براعظم یورپ کے رہنے والوں کو سلامتی اور امن کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی شاہراہ دکھائی گئی تھی اور قیصر ہرقل کے نام یہی مراسلہ جو ۶ہجری میں لکھا گیا تھا خطۂ یورپ میں اسلام کا سب سے پہلا مستحکم اور مضبوط قدم ہے جو پہونچ چکا ہے اور انشاء اللہ اس مبارک نشان قدم پر یورپ کے خوش نصیب لوگ ہمیشہ چلتے رہیں گے یہاں تک کہ تمام یورپ اسلام کے دائرہ میں شامل ہو جائے اور اس براعظم کا ہر ملک دوسرے ملک کے باشندے کو سلامتی اور امن کے دائرے کا دینی بھائی سمجھے اور تباہی خیز دشمنی اور عناد کے محرک (قومیت جداگانہ) کے خیال کو دل سے

بھلا دے پھر جرمن اور گال، انگریز اور فرانس کی منافرت خیز جداگانہ قومیت کا خاتمہ ہو جائے اور انسانی خون اور انسانی دولت عناد دشمنی اور عداوت کی بھینٹ سے محفوظ ہو جائے۔ رحمۃ للعالمین کے قیصر روم کے نام مراسلہ کے الفاظ اور معانی پر عمیق نگاہ ڈالو تو تم کو صاف صاف معلوم ہو جائے گا کہ اس سے حضور کا اصلی منشا دنیا کے سفید بر اعظم کے باشندوں کو عالم انسانیت کی سلامتی اور امن کی شاہ راہ کی جانب رہنمائی کرنا تھا۔ علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں دحیہؓ کلبی کے حالات میں قیصر روم کے نام مذکورۂ بالا مراسلہ کا زمانہ ۶ھ ہجری مقرر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس مراسلہ مقدس کے اثر سے قیصر ہرقل ایمان لے آیا اور اس نے تحفۃً حضور صلعم کے واسطے جوتوں کا ایک جوڑا بھیجا جو حضور صلعم نے استعمال فرمایا اور لکھا ہے کہ ہرقل کے درباری بطریق ہرقل کے مخالف ہو گئے تھے جس کی اطلاع دحیہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کی۔ اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو ثابت رکھے گا۔ فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ قیصر ہرقل کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس مراسلہ جبکہ پڑھا گیا اور جبکہ اس میں یہ الفاظ پڑھے گئے کہ یہ مراسلہ "محمد رسول اللہ کی طرف سے روم کے بڑے آدمی کے نام ہے"۔ تو اس پر قیصر ہرقل کا بھائی جو دربار میں موجود تھا نہایت غضب ناک ہوا۔ ہرقل نے اس غصہ کا سبب دریافت کیا تو اس کے بھائی نے کہا کہ "اس کے خط کے لکھنے والے نے ابتدا اپنے نام سے کی ہے اور تجھے صرف والی روم لکھا ہے"۔ قیصر نے بھائی کو ڈانٹا اور کہا کہ "تیری رائے نہایت کمزور ہے کیا تو یہ چاہتا ہے کہ قبل اس کے کہ ہم معلوم کریں کہ خط میں ہے کیا اس خط کو ضائع کر دیں اگر وہ اللہ کے رسول ہیں تو ان کا حق ہے کہ وہ ابتدا اپنے نام سے کریں"۔ پھر ابن عباس رضؓ

کی مذکورہ روایت میں قیصر ہرقل کے ادب اور عقیدت کے اظہار کا پتہ چلتا ہے جو اُس نے حضور صلعم کے حالات سُنکر ظاہر کی۔ ان واقعات کو ملاکر ثابت ہو جاتا ہے کہ علامہ ابن اثیر کی روایت ٹھیک ہے کہ یہ قیصر ہرقل جس کو سرکارِ نبوی کے مراسلہ کے مکتوب الیہ ہونے کی عزت حاصل ہوئی تھی مسلمان ہو گیا تھا واللہ اعلم بالصواب اور اس سے اسلام کے اُس معیار کا پتہ چلتا ہے جو خیر القرون میں تسلیم کیا جاتا تھا۔ افسوس کہ اُس وقت کے اور رومی مسلمان نہیں ہوئے یا کم سے کم ہمارے علم میں نہیں مگر جب کہ بتایا گیا یورپ میں اس مراسلہ کے زمانہ سے اسلام کی بنیاد جم گئی اور یہ بنیاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص دستِ مبارک سے قائم ہوئی اور اللہ کا شکر ہے کہ باوجود زمانہ وسطیٰ کی سخت مخالفت کے آج بھی حضور سرورِ عالم کی دست مبارک کی بنیاد پر یورپ اور امریکہ کے براعظم میں کام ہو رہا ہے اور ان دونوں براعظموں میں خاص کر یورپ میں کوئی ملک اللہ کے بندوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لوگوں سے خالی نہیں ہے" وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُورِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ"

ساتویں فصل

اسلام کے اتحاد اور انسانی سلامتی اور امن میں شرکت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند مختلف فرمان اور اسلام قبول نہ کرنے والے کے ساتھ حضور صلعم کے سلوک کی ایک مثال۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی مراسلات کے سلسلہ میں جن کا مقصد اتحادِ بنی آدم اور انسانی سلامتی اور امن کے انتظام کو ہر جگہ مستحکم بنیاد پر قائم کرنا تھا اور جو ۶ھ ہجری میں یا اُس کے بعد روانہ کئے گئے اس سلسلہ میں

مذکورہ خاص خاص اہم مراسلات کے علاوہ اور بھی مراسلات کا پتہ چلتا ہے جو قلم کے ذریعہ سے اشاعت اسلام کی ایک مقدس اسوۂ حسنہ اسلامیات کے شعبہ میں ہمیشہ محفوظ رہے گی۔ ان مراسلات کی مکمل فہرست جہاں تک نگاہ پہونچ چکی ہے یا اُن مراسلات کے متعلق مفصل کیفیت یہاں طوالت کے خوف سے نظرانداز کی جاتی ہے صرف چند مراسلات مقدسہ کا تذکرہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سلامتی اور امن اور اتحاد بنی آدم کے زمرۂ اسلام میں شرکت بدعوت دعوت کے مراسلات نبویہ علیہ التحیہ کے سلسلہ میں ایسے بھی متعدد مراسلات ملتے ہیں جن کے مکتوب الیہم مسلمان نہیں ہوئے مگر انھوں نے حضور صلعم کے سیاسی سیادت تسلیم کرلی۔ سلامتی اور امن اور اتحاد بنی آدم کے خیال سے ایسے لوگوں کے ساتھ حضور رحمۃ للعالمین کا کیسا برتاؤ رہا۔ اس کے دکھانے کے واسطے ایک خاص مراسلہ کا حال زرا تفصیل کے ساتھ یہاں درج کیا جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی فرامین سے بعض فرامین یہ ہیں:

(۱) اسد الغابہ میں مرثد بن ظبیان دوسی کے حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کا تذکرہ ہے جو بکر ابن وائل دوس کے ایک قبیلہ کو لکھا گیا تھا جس کا ایک فقرہ "اسلموا تسلموا" تھا۔ اس مراسلۂ مبارک پر اپنے قبیلہ کی طرف سے مرثد حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہوکر صحابہ کی جماعت میں داخل ہوگئے اور ان کا قبیلہ بھی مسلمان ہوگیا۔

(۲) طبقات ابن سعد میں غامد کے ابی ظبیان کے نام ایک مراسلہ مبارک کا حال ہے جس مراسلۂ مبارک کا جواب لے کر مخنف ابن سلیم حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ لوگ مسلمان ہوگئے۔ مخنف ابن سلیم کو اسد الغابہ میں صحابہ میں شمار کیا گیا ہے۔

(۳) طبقات ابن سعد میں غسان کے بادشاہ جبلہ ابن الایہم کے نام ایک مراسلہ کا حال ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ یہ شخص مسلمان ہوگیا اور حضور صلعم کی خدمت میں عریضہ بھیجا اور ہدیہ بھیجا۔

(۴) اسد الغابہ میں رفاعہ ابن زید کے حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک تبلیغی مراسلۂ مبارک کا تذکرہ ہے جس کے ذریعہ سے رفاعہ کو متعین کیا گیا تھا کہ اپنی قوم کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائیں یہ رفاعہ جذامی ضبینی قوم کے تھے مراسلۂ مبارک لے کر رفاعہ اپنی قوم میں گئے اور ان کی قوم مسلمان ہوگئی۔ یہ مراسلۂ مبارک حدیبیہ کی سال لکھا گیا۔

(۵) غزوۂ تبوک کی واپسی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران[1] کے اسقف کے پاس یہ مراسلہ روانہ فرمایا:

بسم اللہ الٰہ ابراھیم واسحٰق	"شروع اللہ کے نام سے جو معبود ہے ابراہیمؑ اسحٰقؑ
ولیعقوب۔ امابعد فانی	اور یعقوبؑ کا۔ اس کے بعد میں تم کو بلاوا دیتا ہوں
ادعوکم الی عبادۃ اللہ من	اللہ کی عبادت کی جانب بندہ کی عبادت سے اور
عبادۃ العباد وادعوکم الی	بلاوا دیتا ہوں تم کو اللہ کی دوستی کی طرف بندوں
ولایۃ اللہ من ولایت العباد	کی دوستی سے پھر اگر تم لوگ اس سے انکار کرو تو
فان ابیتم فالجزیۃ فان ابیتم	جزیہ دو اور اگر اس سے بھی انکار کرو تو اعلانِ
فقد اذنتکم بحرب	جنگ ہے۔"

اس مراسلہ میں سب سے اوّل تو اسلام کی دعوت ہے اگر اس سے انکار ہو تو جزیہ کا مطالبہ ہے۔ اس لیے کہ مدینہ کے یہودیوں کی پے در پے ریشہ دوانی اور

---

[1] نجران مکہ سے سات منزل یمن کی طرف ایک آبادی تھی جس میں تہتر قصبے شامل تھے۔ دیکھو فتح الباری قصہ اہل نجران

فتنہ پردازی سے آئے دن سلامتی اور امن میں فتور آتا رہتا تھا جس کو خیبر کی جنگ سے ختم کیا گیا تھا۔ اب ضرورت تھی کہ کم سے کم مدینہ کے گرد و پیش میں سلامتی اور امن میں رخنہ نہ پیدا ہونے پائے اس لیے اس مراسلہ میں اسلام سے انکار کی حالت میں جزیہ کا مطالبہ کیا گیا ہے تاکہ مسلم اور اہل نجران کے باہم اعتماد قائم رہے اور یہی سبب ہے کہ جزیہ سے انکار کی صورت میں اعلانِ جنگ ہے۔ دیکھو! اسلام سے انکار کی صورت میں اعلان جنگ نہیں ہے بلکہ جزیہ کا مطالبہ ہے اور یہاں اسلام اور تلوار کا ساتھ بالکل منقطع ہو جاتا ہے۔

نجران کے اساقفہ کے نام جب کہ یہ مقدس مراسلہ اُن لوگوں تک پہونچا تو اُنھوں نے ایک مجلس شورا منعقد کی اور باہم مشورہ کے بعد مراسلۂ مبارک کے جواب میں حالات معلوم کرنے کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا ایک وفد بھیجا جس میں شرحبیل ابن وداعہ ہمدانی اور عبداللہ ابن شرحبیل اور جبار ابن قیس حارثی تھے۔ یہ لوگ حضور صلعم کی خدمت میں اوّل مرتبہ اسی طرح حاضر ہوئے کہ ان لوگوں نے سفری کپڑے اتار کر یمنی چادروں کے ایسے حلے پہن لیے جن کے دامن زمین پر گھسٹتے تھے اور سونے کی انگوٹھیاں پہن لیں ان قاصدوں کے بناؤ سنگھار کی اس ہئیت کو دیکھکر پہلی دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مخاطب نہیں ہوئے۔ یہ لوگ پریشان ہو کر حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف کے پاس گئے جن سے تجارت وغیرہ کے سلسلہ میں ان لوگوں سے واقفیت تھی اُنھوں نے حضرت علیؓ سے مشورہ کیا اور حضور کی مقدس صحبت والوں کی رائے کے مطابق ان قاصدوں نے حلے اور انگوٹھیاں اُتار ڈالیں اور اپنے سفری کپڑوں میں حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اب حضور صلعم قاصدوں کی طرف مخاطب ہوئے اور بات چیت کی اور گفتگو کے بعد اُن سے معاملات

طے کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے اساقفہ کے متعلق یہ فرمان تحریر فرمایا:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم - ھذا ما کتب
محمد النبی رسول اللہ لنجران اذا کان
علیہم حکمہ فی کل ثمرۃ و فی کل صفراء
بیضاء و سوداء و رقیق فافضل
علیہم و ترک ذالک کلہ علی الفی حلۃ
فی کل رجب الف حلۃ و فی کل صفر
الف حلۃ و کل حلۃ اوقیۃ مازادت
علی الخراج او نقصت عن الاواقی
فبحساب وما قضوا من ذرع
او خیل او رکاب او عرض اخذ منہم
بحساب - وعلی نجران مثواۃ
رسلی و متعتہم بہا عشرون فما دون
فلا یحبس رسول فوق شہر و علیہم
عاریۃ ثلثین فرسا و ثلثین بعیرا
اذا کان کید بالیمن و معذرۃ
وما ہلک مما اعاروا رسولی من
ذرع او خیل او رکاب فہو
ضمان علی رسولی حتی یؤدیہ الیہم
و لنجران و حاشیتہا

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ فرمان ہے جس کو
محمد نبی رسول اللہ نے نجران کے واسطے لکھا یہ کہ
اس وقت ان کو حکم ہے تمام پھلوں، تمام سونے
چاندی، تانبہ اور غلاموں کے لیے پھر انعام کیا
اُن پر اور یہ سب چھوڑ دیا دو ہزار حلوں کی عوض
ہر رجب میں ایک ہزار حلّے اور ہر صفر میں ایک ہزار
حلّے اور ہر حلّہ ایک اوقیہ کا اور جو کچھ اوقیہ کی قیمت
میں زائد یا کم ہو جائے اس کا حساب ہو جائے گا
اور جو وہ زرہیں یا گھوڑے یا اونٹ یا سامان
دینا چاہیں تو اُن سے اوقیہ کے حساب سے لیا جائے گا
اور نجران میں میرے سفیر رہیں گے اور اُن کے
محافظ بیس آدمی سے زائد نہیں رہیں گے اور ایک
مہینہ سے زائد کوئی سفیر نہیں روکا جائے گا۔ نجران
والوں پر لازم ہے کہ جب کبھی یمن سے لڑائی ہو یا
غدر ہو تو وہ تیس زرہیں اور تیس گھوڑے اور
تیس اونٹ مستعار دیں اگر اس مستعار میں سے
کوئی ہلاک ہو جائے یا ضائع ہو جائے زرع یا گھوڑا
یا اونٹ تو وہ میرے سفیر کے ذمہ داری ہے وہ
اُس کو دے گا اور نجران اور اُس کے توابع

جوار اللہ و ذمة محمد النبی علی
انفسهم و ملتهم و ارضهم و اموالهم
و غائبهم و حاضرهم و
عشیرتهم و تبعهم و علی
ان لا یغیروا مما کانوا علیه
ولا یغیر حق من حقوقهم ولا
ملتهم ولا یغیر اسقف من اسقفیة
ولا راهب من رهبانیة ولا واقه
من وقیهته و کل ما تحت ایدیهم
من قلیل او کثیر ولیس
علیهم ربیة ولا دم جاهلیة
ولا یحشرون ولا یعشرون
ولا یطاء ارضهم
جیشا و من سال منهم حقا
فبینهم النصف غیر
ظالمین ولا مظلومین
و من اکل ربی ذی قبل
فذمتی منه بریة ولا یوخذ
رجل منهم بظلم آخر
و علی ما فی هذه الصحیفة
جوار اللہ و ذمة محمد النبی

کے واسطے اللہ اور محمد نبی صلعم کا ذمّہ ہے اُن کے
نفسوں اور اُن کے مذہب پر اور اُن کی زمین پر
اور اُن کے مالوں پر اور اُن کے حاضر و غائب اور
اُن کی جماعت اور اُن کے توابع پر۔ اور اس پر کہ
جس پر وہ ہیں اُس میں تغیر نہیں ہوگا اور اُن کے
حقوق میں سے کوئی حق بدلا نہیں جائے گا اور نہ اُن کا
مذہب بدلا جائے گا اور نہ اُن کے اسقفوں سے
کوئی اسقف بدلا جائے گا اور نہ راہبوں میں سے
کوئی راہب بدلا جائے گا۔ نہ واقہ اپنے واقہ کے
عہدے سے بدلا جائے گا اور ہر تھوڑی یا بہت ملکیت
(اُن کے قبضہ میں رہے گی) اور اُن پر کوئی شبہ یا
دم جاہلیت کا نہیں ہے اور نہ وہ لوگ جمع کئے جائیں گے
اور نہ اُن سے عشر لیا جائے گا اور اُن کے ملک میں
لشکر بھیجا جائے گا۔ اور اگر اُن میں سے کوئی حق کا
دعویٰ کرے گا تو اس میں انصاف کیا جائے گا اس طرح
سے کہ نہ وہ ظالم رہیں اور نہ مظلوم رہیں اور اگر
کوئی سود کھائے دستاویز کے ذریعہ سے تو میرا ذمّہ
اس سے بَری ہے اور اُن کے کسی آدمی سے
مواخذہ نہیں ہوگا دوسرے کے ظلم کے عوض اور
جو کچھ اس تحریر میں ہے اُس پر ذمّہ اللہ کا اور محمد
رسول اللہ کا ہے یہاں تک کہ اللہ کا حکم نازل ہو

رسول اللہ حتیٰ یاتی اللہ بامرہٖ واصلحوا فیما علیھم غیر متقلبین بظلم — اور وہ صلح سے رہیں اُس کے ساتھ جو کچھ کہ اس میں ہے اور زیادتی سے اُس کو نہ بدلیں۔

دیکھا تم نے! نجران والے اسلام نہیں قبول کرتے جزیہ دینے پر آمادہ ہوتے ہیں اور رحمۃ للعالمین اُن پر اس درجہ مہربانی فرماتے ہیں کہ اُن کی نصیحت کی حفاظت اپنے ذمّہ لیتے ہیں اور تحریر دیتے ہیں کہ نہ اُن کا مذہب تبدیل کیا جائے گا اور نہ اُن کے مذہبی پیشواؤں کو اُن کی جگہ سے ہٹایا جائے گا اور یہ سب مراعات غزوہ تبوک کی واپسی کے بعد ۹ھ ہجری میں عطا فرمائی گئیں جب کہ اسلام کا سیاسی تسلّط اللہ کے فضل سے مستحکم ہو گیا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سیاسی اُسوۂ حسنہ اہل نجران کے نام اس معاہدہ کی صورت میں آنے والے اسلامی فرماں رواؤں کے واسطے چھوڑا تھا کہ انسانی سلامتی اور امن کا انتظام غیر مسلم جماعت تک حاوی ہو جائے جو غیر مسلم جماعت اسلام کی حمایت کے اندر آ جائے۔ یہ ہے رحمۃ للعالمین کے نورافشاں شعاعوں کی ایک جھلک جس سے غیر مسلم اہل نجران بہرہ اندوز ہوئے۔

تیسرا باب

استکبار اور رعونت کو شکست

پہلی فصل۔ مستکبر نصاریٰ سے جنگ۔ غزوۂ موتہ۔ تثلیث کی قرآنی تردید۔ نصاریٰ کے مقابلہ میں سلامتی اور امن کا مستحکم انتظام اور اُس کی اہم

شرط۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور نصاریٰ سے حسن سلوک۔ ایک شلبیثی امیر شرحبیل کی طرف سے خونی استکبار کا مظاہرہ اور جنگ موتہ۔ غلامی میں جذبہ علویت کی تحریک۔ جنگ موتہ اور اُس کا خاتمہ۔ غزوہ تبوک اور دومۃ الجندل سے صلح۔ تبوک اور غزوہ تبوک کا سبب۔ اسلام کے لشکر کی تیاری اور تبوک کو روانگی۔ افواہ کی غلطی کا علم، تبوک میں حضور صلعم کے لشکر کا قیام، نصاریٰ قوموں کی حاضری اور صلح۔ دومۃ الجندل کے والی اکیدر سے مقابلہ، اُس کی حاضری اور جزیہ پہ صلح۔ نصاریٰ سے صرف دو جنگیں۔ غزوہ تبوک یا غزوۃ العسرۃ اور اس میں قرآن مجید کی دو آیتیں۔

دوسری فصل۔ مشرکین مکّہ کی طرف سے بدعہدی اور شرک کا دوامی استیصال

فتح مکہ اور سلامتی اور امن، مشرکین کی طرف سے بدعہدی اور اس پہ غزوہ۔ جنگی راز کے انکشاف کا انسداد اور مدبّرانہ عفو، غیر مسلم گروہ کے مختلف اقسام کے ساتھ برتاؤ کا قرآنی دستور العمل۔ لشکر کا انتظام اور قتال سے اجتناب کے احکام۔ دشمن کے مخبروں کی گرفتاری اور جاں بخشی۔ رسول اللہ صلعم کا مکّہ میں داخلہ اور کعبہ شرک کی نجاست سے پاک۔ کفار مکّہ کی مقبوضات پر دست درازی سے اجتناب۔ حضرت خالدؓ کے لشکر سے کفار کی جھڑپ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے باز پرس، مکّہ میں پُر امن تسلط اور قتل و غارت سے اجتناب خطبۂ فتح اور خاندانی غرور اور منافرت سے اجتناب کے احکام۔ عفو برحمت اور اخلاق۔ شراب فروشی کی حرمت۔ چور کی قرآنی سزا اور تعمیل پر سختی سے اصرار اور سفارش پر اظہار ناراضی۔ مکّہ والوں میں سے آمد مکّہ

تیسری فصل - جنگ حنین اور جنگ اوطاس اور جنگ طائف۔ جنگ حنین کے مقامات، اس کے اسباب اور جنگی تیاری اور ایک صحابی کا استعجابی کلمہ۔ جنگی انتظام کے لیے قرضہ اور مستعار ہتھیار۔ دونوں طرف کی فوجیں میدان جنگ میں، ان کا مقابلہ، مسلمان لشکر میں بھگدڑ، رسول اللہؐ کی دلیرانہ استقامت اور نزول سکینہ، مشرکین کو شکست۔ جنگ اوطاس جعرانہ میں مال غنیمت اور اسیران جنگ۔ طائف کا محاصرہ۔ جعرانہ میں دشمن ثقیف کے وفد کی حاضری اور درخواست اور عفو رحمۃ للعالمین اسیرانِ جنگ کی رہائی۔ مال غنیمت کی تقسیم اور اس میں مؤلفۃ القلوب اور اہل طائف کا حصّہ۔ انصار کا احتجاج اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اُن کی تسکین اور انصار کی رضامندی۔ طائف اور اُس کے حوالی مقامات ہمیشہ کے لیے مقدس شہروں میں۔

چوتھی فصل - صاحبزادہ ابراہیمؑ کی پیدائش اور وفات اور سورۂ کوثر کا نزول صاحبزادہ ابراہیمؑ کی پیدائش اور وفات اور اُس کے مراسم۔ سورج گرہن کے اثرات اور اس پر حضور صلعم کا ارشاد۔ صاحبزادہ ابراہیمؑ کی وفات پر بعض کفار کی زبان درازی اور سورۂ کوثر کا نازل ہونا۔ "کوثر" اور "ابتر"۔

پانچویں فصل - مختلف سریّہ کا مختلف مقام کو بھیجنا۔ سریّہ بھیجنے کا مقصد۔ پہلا سریہ خالد ابن ولید کی مہم بنی خزیمہ کی طرف۔ خالص تبلیغی سریہ۔ بنی خزیمہ کا قتل واقعہ قتل سے حضور صلعم کی بے تعلقی۔ مقتولوں کا خون بہا اور مال غنیمت واپس دوسرا سریہ سریّۃ الانصار یا عبداللہ ابن حذافہ کی مہم۔ سریّۃ الانصار کا سبب۔ اسلام کا قانونی نظام اور امر حسن کی

تعمیل کی تشریح - تیسرا سریہ ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل کی مہم
یمن کو اور اُس کا زمانہ - حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور یمن کی مہم کو خاص
ہدایت - حضور صلعم کی زبان سے تبلیغ کا خاص طریقہ "کل مسکر حرام"
چوتھا سریہ - خالد ابن ولید پھر حضرت علی کی مہم یمن کو - عامر ابن شہر ہمدانی
خالد ابن ولیدؓ اور حضرت علیؓ کی مہم کا زمانہ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خاص ہدایت حضرت علیؑ کو - سجدہ شکر نبوی - ہر حال میں یاد الٰہی
پانچواں سریہ جریر ابن عبد اللہ کی مہم اور ذوالخلصہ کا انہدام ذوالخلصہ
اور جریر ابن عبد اللہ - ذوالخلصہ کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا ارشاد - ذوالخلصہ برباد -

چھٹی فصل - وفدوں کا آنا - وفد اور اُن کی آمد کا زمانہ - عیینہ ابن حصن کی
مہم - بنی تمیم کا وفد - اُس کی بے عقلی اور ادب کی تعلیم - تحمل بردباری
اور وفد کا اسلام - شعور کی تعلیم اور وقار کی عظمت - عبد القیس کا
وفد - عبد القیس کا وطن اور وفد کا زمانہ حلم اور حیا - بنی حنیفہ کا وفد
بنی حنیفہ کا وطن اور وفد کا زمانہ - حمیر کا وفد - حمیر کے وفد کا زمانہ اور
اُس کی درخواست - اشعریین کا وفد - ابو موسیٰ اشعری - اشعریین کی
تعریف - دوس قبیلہ کا وفد - طفیل ابن عمرو الدوسی - دوس کا وفد -
حبیب ابن عمرو الدوس - ذوالکفین برباد - عدی ابن حاتم طائی کا
وفد - عدی ابن حاتم طائی -

پہلی فصل

متکبر نصاریٰ سے جنگ

غزوۂ موتہ

تثلیث کی قرآنی تردید۔ نصاریٰ کے مقابلہ میں سلامتی اور امن کا مستحکم انتظام اور اُس کی اہم شرط۔ حضور صلعم اور نصاریٰ سے حسن سلوک۔ ایک تثلیثی امیر شرحبیل کی طرف سے خونی استکبار کا مظاہرہ اور جنگ موتہ غلامی میں جذبۂ علویت کی تحریک۔ جنگ موتہ اور اُس کا خاتمہ۔

اسلام اور اُس کا دستور العمل قرآن مجید انسانی سلامتی اور امن کا دوامی مستحکم مخزن ہے۔ اس میں مسلم دنیا کو ہدایت ہے کہ اپنے ہم عصر ہر مذہب سے سلامتی اور امن کا برتاؤ کرے جب تک کہ فریق ثانی کی طرف سے اس میں رخنہ نہ پیدا ہو۔ بے شک نصاریٰ کے تثلیثی عقیدے اُن کے "ثالث ثلاثۃ" کے خودساختہ مخلوق پرست خیال کی صاف صاف نہایت مستحکم دلائل کے ساتھ قرآن مجید میں جا بجا تردید ہے اور سورۂ مائدہ میں کھول کر کہدیا گیا ہے۔

تثلیث کی قرآنی تردید

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا۟ إِنَّ ٱللَّهَ ثَالِثُ ثَلَـٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَـٰهٍ إِلَّآ إِلَـٰهٌ وَٰحِدٌ ۚ وَإِن لَّمْ يَنتَهُوا۟ عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

"حقیقت میں البتہ کفر کیا اُن لوگوں نے جنھوں نے کہا کہ واقعی اللہ تین میں تیسرا ہے اور کوئی معبود نہیں ہے سوائے ایک اکیلے اللہ کے اور اگر وہ لوگ باز نہ رہیں اُس سے جو وہ کہتے ہیں تو البتہ اُن کو جو کافر ہوئے لگے گا عذاب درد دینے والا۔"

سورہ مائدہ میں اور جگہ بھی دلائل و براہین کے ساتھ تثلیثی عقیدہ کی مشرح تردید ہے۔ اس کے علاوہ اور جگہ بھی اس کی تردید قرآن میں موجود ہے۔ اس لیے کہ تثلیثی عقیدہ شرک پر مبنی ہے اور شرک اور اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نصاریٰ کے مقابلہ میں سلامتی اور امن کا مستحکم انتظام اور اس کی اہم شرط

تاہم نصاریٰ کے تثلیثی عقیدہ کی تردید کے ساتھ ہی نصاریٰ کے ساتھ امن و سلامتی کے برتاؤ کا مسلم کو خاص کر قرآن مجید میں اس سورۂ مائدہ میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے کہ مسلم کی اقرب مودۃ کا اہل نصاریٰ کو بتایا گیا ہے دیکھو یہ آیت:

"وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ"

"اور یقینی تو اُن لوگوں کو مودّت (یعنی محبت) کے قریب تر پائے گا اُن لوگوں کے واسطے جو ایمان لے آئے ہیں وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لیے کہ اُن میں قسیس اور رہبان ہیں اور ایسے لوگ درحقیقت تکبّر کا مظاہرہ نہیں کرتے۔"

یہاں اس آیت میں مسلم کے وقار اور خودداری کی حفاظت کا دائمی انتظام دیکھو! کہ مسلم کی مودّت کا مخصوص ایسے نصاریٰ کو اہل بتایا گیا ہے جو مسلم کے مقابلہ میں تکبر کا مظاہرہ نہ کریں۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ مسلم کے مقابلہ میں تکبّر کا مظاہرہ کرنے والے نصاریٰ مسلم کی مودّت کے اہل نہیں ہیں!

حضور صلعم اور نصاریٰ سے حسن سلوک

عجیب و غریب بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس حیات شریف کے بڑے حصہ میں ابتدا سے ربیع الثانی سنہ ۸ھ تک جس میں معرکہ غزوات و سرایا کا چھ برس کا مسلسل زمانہ سنہ ۲ھ ہجری سے سنہ ۸ھ ہجری تک شامل ہے۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نصاریٰ کے باہم نہایت مخلصانہ برتاؤ رہا جیسا کہ حبشہ کے نصاریٰ سلطنت کے ساتھ برتاؤ میں

دیکھا جا چکا ہے اور مصر کے فرماں روا مقوقس نصاری نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحائف بھیجے جو منظور فرمائے گئے۔ مقدس مراسلات ہدایت کے مکتوب الیہم بہت سے نصاری فرماں روا تھے۔ جن میں روم کا ہرقل بھی شامل تھا مگر اس سلسلہ میں کسی نصاری سے کوئی جھگڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہوا اس لیے کہ کسی نصاری کی طرف سے استکبار کا مظاہرہ نہیں کیا گیا اور نہ اُن کے مقابلہ میں حضور صلعم نے مسلم کے وقار اور خود داری کے مظاہرہ کی ضرورت سمجھی۔

ایک تثلیثی امیر شرحبیل کی طرف سے خونی استکبار کا مظاہرہ اور جنگِ موتہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمگیر دعوتِ اسلام کے قلمی مہم کے زمانہ میں جس کا مفصل حال کسی پچھلے باب میں بتایا جا چکا ہے شام کا ملک نصاری قیصرِ روم کی عملداری میں تھا اور اس ملک کے ایک مقام موتہ[۱] میں قیصر کے اُمرا میں سے ایک شخص شرحبیل ابن عمرو الغسانی حکمراں تھا اور یہ بھی "ثالث ثلاثہ" کے عقیدے کا پابند تھا۔

کسی دوسری جگہ بتایا جا چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت حارث ابن عمیر۔ بصرے کے فرماں روا کے نام حضور صلعم کا سلامتی اور امن کی رہنمائی کا مبارک مراسلہ لے کر سفر کر رہے تھے اور ان حضرت حارث کو بلا کسی خاص سبب کے اسی شرحبیل نے موتہ کے مقام قتل کر دیا اور اس طرح مسلم کا مودت کا ہاتھ جو گزشتہ بیس برس سے غیر متکبر نصاری کے مقابلہ میں برابر بڑھتا رہا تھا متکبر اور خونی تثلیثی شرحبیل نے تلوار کی دھار سے کاٹ کر پھینک دیا۔

حضرت حارث جو مراسلۂ نبوی لئے جا رہے تھے وہ مراسلہ شرحبیل کے نام نہ تھا بلکہ جیسا کہ بتایا گیا بصرے کے حاکم کے نام یہ مراسلہ تھا۔ فتح الباری[۲] شرح صحیح بخاری

---

[۱] فتح الباری شرح صحیح باب غزوۂ موتہ میں ہے کہ موتہ بلقا کے قریب بیت المقدس سے دو منزل شام کے ملک میں ہے [۲] فتح الباری باب غزوہ موتہ

میں صاف ہے ۔

"...... ان شرحبیل بن عمرو الغسانی وھو من امراء قیصر علی الشام قتل رسولا ارسلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی صاحب بصریٰ"

"...... یہ کہ شرحبیل ابن عمرو الغسانی نے جو امرائے قیصر میں سے شام کے ملک پر حکمران تھا اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قاصد کو قتل کردیا جس کو نبی صلعم نے بصریٰ کے حاکم کے پاس روانہ فرمایا تھا۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ شرحبیل اور شخص ہے اور بصریٰ کا حاکم اور ہے اور اس سے شرحبیل کا خونی جرم اور بھی سنگین ہوجاتا ہے ۔

اور جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصدوں میں سے صرف حارثؓ ابن عمیر قتل کیے گئے اور آپ کے کسی قاصد کے ساتھ ایسی خونی واردات پیش نہیں آئی اس سے اس بے گناہ قتل کا اثر اور بڑھ جاتا ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حارثؓ کے اس طرح راستہ میں قتل کردیے جانے کی اطلاع ہوئی تو آپ کو نہایت رنج ہوا اور آپ نے اس حادثہ سے لوگوں کو آگاہ کیا اور تین ہزار کا لشکر جمادی ۸ھ ہجری میں آپ نے شام کے ملک کو شرحبیل کے مقابلہ کے واسطے حضرت حارثؓ شہید کا بدلہ لینے کی غرض سے روانہ فرمایا اور یہی غزوہ جنگ موتہ کے نام سے مشہور ہوا ۔

غزوۂ خیبر ختم ہونے کے بعد حضرت جعفر ابن ابی طالب حبشہ سے واپس چلے آئے تھے ۔ جہاں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر کی حیثیت سے حبشہ کی غیر متکبر نصاریٰ کی حکومت اور حبشہ کے غیر متکبر نصاریٰ باشندوں کے ساتھ اسلامی مودت اور محبت کے ساتھ سولہ برس کا طویل زمانہ صرف کیا تھا اور یہ مسلمہ اور

لے فتح الباری شرح صحیح بخاری باب غزوۂ موتہ اور اسد الغابہ میں حضرت زید ابن حارثہ کا حال

مومن صحابی سلامتی اور امن کے ماحول میں کامیابی کے ساتھ حبشہ، نصاریٰ حبشہ میں اپنے قیام کی مدت پوری کر کے دربارِ نبوی میں حاضر ہو گیا تھا۔[1] فتح الباری نے غزوہ موتہ کے لشکر کے متعلق احمد و نسائی کے حوالہ سے لکھا ہے۔

غلامی میں جذبۂ علویت کی تحریک

"بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیش الامراء" — "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امرا کا لشکر مقرر فرمایا"

اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ موتہ پر چڑھائی کرنے والی فوج میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابی امرار دربارِ مصطفوی میں شریک تھے۔ من جملہ ان کے حضرت جعفر ابن ابی طالب بھی تھے جو حضور صلعم کے حقیقی چچیرے بھائی تھے۔ حضرت عبداللہ ابن رواحہ تھے جو دربارِ مصطفوی کے جلیل القدر شاعر تھے جو بدر، احد، احزاب، حدیبیہ اور عمرۃ القضا میں حضور صلعم کے ہمرکاب تھے داد شجاعت لے چکے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر تھے جو حضرت عمرؓ کے صاحبزادے تھے اور جنگ احزاب کا تجربہ رکھتے تھے اور حضرت خالد ابن ولید تھے جو مشہور اشراف قریش میں سے تھے اور ام المومنین حضرت میمونہ کے بھانجے تھے اور "سیف من سیوف اللہ" کے معزز خطاب سے شرف یاب تھے۔ غرض ایسے ہی امرار دربارِ مصطفوی سے غزوہ موتہ کا لشکر مرکب تھا۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم صادر فرمایا کہ اس لشکر کے پہلے سپہ سالار زید ابن حارثؓ ہوں اگر وہ قتل ہو جائیں تو پھر جعفر ہو جائیں اور اگر وہ بھی قتل ہو جائیں تو عبداللہ ابن رواحہ سپہ سالار ہوں۔ حضرت جعفر نے عرض کیا میرے ماں باپ قربان یا رسول اللہ صلعم آپ ہم پر زید ابن حارثہ کو افسر مقرر فرماتے ہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں حضرت عبداللہ ابن رواحہ کے حال میں لشکر موتہ کو امرا کا لشکر لکھا ہے۔

"امض[1] فانك لا تدری ای ذٰلك خیر" چل درحقیقت تو نہیں جانتا کہ خیر کس میں ہے۔

اس کتاب کے ایک حصہ مصطفائی کمال میں حضرت ابن حارثہ کے متعلق تفصیل سے بتایا جا چکا کہ یہ غلام تھے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کردیا تھا حضور صلعم نے اسی پر اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ ان کو آپ نے اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ تربیت سے ایسے طریقہ سے شرف اندوز کیا تھا کہ عہد جاہلیت کے غلامی کی ذلّت کے احساس حضرت زید کے ذہن سے بالکل فنا ہوگئے تھے اور علویت کے مخصوص جذبات جو انسانی شرافت کی خاص شان ہے، حضرت زید میں خاص کر پیدا کر دیے گئے تھے اور اس طرح حضرت زید ابن حارثہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی مخصوص اصلاح کا نمونہ تھے۔ حضرت زید ابن حارثہ میں علویت کے کیسے بلند جذبات تھے وہ اس مختصر قصہ سے معلوم ہوں گے۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت زید ابن حارثہ کے پرانے وطن کے رہنے والے حج کے واسطے جاتے ہوئے آئے اور اُنھوں نے حضرت زید کو دیکھا اور پہچان لیا۔ حضرت زید نے بھی اُن کو پہچان لیا اور اُن سے کہا کہ میری[2] یہ نظم میرے وطن والوں کو میری طرف سے پہونچا دو۔

احن الی قومی وان کنت نائیا　　فانی قعید البیت عند المشاعر

فکفوا من الوجد الذی قد شجاکم　　ولا تعلموا فی الارض نص الاباعر

وانی بحمد اللہ فی خیر اسرۃ　　کرام معد کابرا بعد کابر

اب غزوۂ موتہ کی ترتیب میں وقت آگیا کہ بتا دیا جائے کہ اسلام نے اسی کر

---

[1] فتح الباری باب غزوۂ موتہ　[2] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ حضرت زید ابن حارثہ کا حال۔

اکتفا نہیں کیا کہ غلامی کے مذلت کے جذبات کا قلع قمع کر کے اسلامی مساوات کا نمونہ دکھایا جائے۔ بلکہ اعلیٰ تعلیم و تربیت سے غلامی میں علویت اور شجاعت کے جذبات پیدا کر کے اُس کو کسی امرا کی جماعت کا امیر بھی بنا دیا جا سکتا ہے اور علویت اور شجاعت کے جوہر کسی غلام کو بھی امرا پر افسر بنا سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضور صلعم نے موتہ کے جانے والے امرا کے لشکر پر حضرت زید ابن حارثہ کو سپہ سالار بنا کر ایسا اُسوۂ حسنہ قائم کر دیا کہ اس مقدس نمونہ کا اتباع کیا گیا اور اسلامی غلاموں کے شجاع اور شریف اعلیٰ افسروں نے دوسری صدی ہجری میں اندلس فتح کر لیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ ۔

اسد الغابہ میں حضرت عبد اللہ ابن رواحہ کے حال میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر عبد اللہ ابن رواحہ بھی قتل ہو جائیں تو جس پر مسلمان راضی ہوں وہ فوج کا افسر بنا دیا جائے۔[2]

جنگ موتہ اور اُس کا خاتمہ

علامہ شبلی سیرۃ النبی[1] میں لکھتے ہیں "گو یہ مہم قصاص لینے کی غرض سے تھی لیکن چوں کہ تمام مہمات کا اصلی محور تبلیغ اسلام تھا، ارشاد ہوا کہ پہلے اُن کو دعوت اسلام دی جائے۔"

مدینہ سے امرا کا لشکر موتہ کو روانہ ہونے لگا تو لوگ رخصت کرنے نکلے اور بہادرانِ درگاہِ مصطفوی کو وداعی سلام کیا تو حضرت عبد اللہ ابن رواحہ رو پڑے لوگوں نے کہا عبد اللہ ابن رواحہ یہ کیا! روتے کیوں ہو! عبد اللہ نے کہا قسم اللہ کی میں دنیا کی محبت اور اس سے نہیں روتا کہ مجھ پر کیا گزرے گی بلکہ روتا اس لیے ہوں

---

[1] سیرۃ النبی جلد اوّل غزوۂ موتہ [2] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ حضرت عبد اللہ ابن رواحہ کا حال۔ اس میں جو سورۂ مریم کی آیت ہے اُس کے متعلق صحیح ترمذی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پل صراط پر گزرنے کے متعلق ہے دیکھو کتاب التفسیر۔

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سُنا ہے:

"وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِيًّا" (سورۂ مریم) "اور ہر گز تم میں سے کوئی نہیں ہے مگر اس پر گزرنے والا یہ تو تیرے رب کا حتمی فیصلہ ہے"۔

میں نہیں جانتا کہ ورود کے بعد میرے دل کی کیا کیفیت ہوگی۔ پھر عبداللہ حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ جلیل القدر لشکر رخصت ہو کر شام کے ملک کو روانہ ہو گیا اور معان کے مقام جا کر ٹھہر گیا۔ یہاں اطلاع ملی کہ ہرقل مآب کے مقام میں روم اور عرب کے دو لاکھ[1] لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہے۔ یہ معلوم کر کے مسلم لشکر معان میں دو روز مقیم رہا اور مشورہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کے لشکر کی کثرت سے اطلاع دینی چاہیئے اور وہاں سے حکم کا انتظار کرنا چاہیے۔ لیکن عبداللہ ابن رواحہ نے کہا "ہمارا اصل مقصد فتح نہیں ہے بلکہ دولتِ شہادت[2] ہے" اور شوقِ شہادت سے بے چین بہادر اور نڈر دل چلے امراء صحابہ کرام کا یہ مختصر تین ہزار کا لشکر جس کو جنگی تعلیم و تربیت احکامات سرکارِ نبوی کے ماتحت ملی تھی اُس زمانہ کی یورپ اور ایشیا کی متحدہ فوج سے جا بھڑا اور دشمن کے زبردست لشکر کے مقابلہ میں حسب الحکم اوّل عَلَم حضرت زید ابنِ حارثہ نے لیا اور اپنے لشکر کو لے کر دشمن کے لشکر کے بہتے سمندر میں جا کودے اور اس بہادر سپہ سالار نے جام شہادت نوش کیا۔ لڑائی نہایت شدت سے جاری تھی اور آدمی پہ آدمی قتل ہو کر گر رہا تھا حضرت زید کے شہید ہوتے ہی دلیر اور بہادر شیرِ خدا حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفرؓ نے دلیرانہ لشکر

---

[1] ہرقل کے لشکر کی تعداد کے متعلق کہ دو لاکھ تھا قدیم اسلامی مورخ علامہ ابن اثیر اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں حضرت عبداللہ ابن رواحہ کے حال میں لکھتا ہے "فبلغھم ان ھرقل نزل بماب فی مائۃ الف من الروم و مائۃ الف من المستعربۃ"

[2] سیرۃ النبی جلد اول غزوہ موتہ

کی کمان اپنے ہاتھ میں لی اور علَم لے کر یہ شیر نر جنگ کے گھمسان میں جا کودے۔ مقصود تو شہادت تھی گھوڑے سے اتر پڑے اور اس کی کونچیں کاٹ دیں اور پیدل میدان قتال میں جا کودے اور لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کیا اور اس دلیری سے لڑے کہ دونوں ہاتھ کٹ گئے مگر علَم کو اس وقت تک نہیں گرنے دیا جب تک خود شہید ہو کر گر نہیں گئے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ جو اس جنگ میں شریک تھے ان کا بیان ہے کہ حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد ان کے زخم شمار کئے گئے تو پچاس[۵] زخم تھے اور کوئی زخم اس بہادر سپاہی کے پشت کی طرف نہیں تھا سب زخم سامنے کو تھے۔ اسلام کا شیر منہ موڑ کر اور پیٹھ پھیر کر لڑائی سے نہیں بھاگ سکتا تھا۔ پھر پشت پر یا پشت کی جانب زخم کیسے آسکتا تھا۔ حضرت جعفر کے دونوں ہاتھ کٹ جانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس کو دو پر عطا فرمائے گا جس سے وہ اڑتا پھرے گا اور اس روز سے بہادر شہید موتہ حضرت جعفرؓ طیار ہوگئے۔ یہ روحانیات سے متعلق مسائل ہیں جب ہم باطن کی آنکھ کھولیں گے تو ایسے صدہا کرشمے سامنے آجائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اب علَم دربار نبوی کے شاعر حضرت عبداللہ ابن رواحہ نے سنبھالا اور یہ بہادر بھی شہید ہوگیا۔ جنگ شدت سے جاری تھی۔ تین ہزار کا لشکر دو لاکھ کے مقابلہ میں برابر جما ہوا تھا۔ حضرت ابن رواحہ کے شہید ہو جانے کے بعد لوگوں نے علَم ثابت ابن اقرم انصاری کو حوالہ کیا۔ علَم لے کر انھوں نے یہ کہہ کر کہ فن جنگ میں خالد ابن ولید مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہیں علَم حضرت خالد ابن ولید کو حوالہ کر دیا۔ حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کو اس طرح پھیلایا کہ دشمن کو خیال ہوا کہ شاید ان کو مدد آگئی آخر تین ہزار اور دو لاکھ کا مقابلہ کیا۔ حضرت خالد نے جنگ اس طریقہ سے لڑی کہ دشمن کے ٹیڑی دل کے مقابلہ سے

۵؎ صحیح بخاری باب غزوہ موتہ

اپنے مختصر لشکر کو صحیح سلامت نکال لائے۔ ادھر دشمن بھی میدان چھوڑ گیا۔ اس موقع پر حضرت انسؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"اخذ الرایۃ سیف من سیوف اللہ حتی فتح اللہ علیہم" "علم اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لیا۔ یہاں تک اس پر اللہ نے فتح دی"

یہ غزوہ موتہ میں بخاری کی حدیث ہے۔ حضرت خالدؓ کو سیف اللہ کا خطاب تھا۔ قدیم مورخوں میں اختلاف چلا آتا ہے کہ جنگ موتہ کا خاتمہ فتح پر ہوا یا نہیں۔ مگر اس پر سب متفق ہیں کہ حضرت خالدؓ ابن ولید اپنے لشکر کے بڑے حصے کو صحیح سلامت بچا کر لے آئے اور درحقیقت جنگی نقطۂ خیال سے یہ بہت بڑی فتح ہے کہ دو لاکھ کے مقابلہ سے تین ہزار کا لشکر بچ کر آ گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نامور بہادر امرا کے مارے جانے کا نہایت ملال ہوا۔ اور یورپ کے متکبر نصاریٰ سے یہ پہلی جنگ اس طرح ختم ہوئی کہ امن و سلامتی کے اندر غیر متکبر نصاریٰ اور مسلم کے باہم مودت کی زندہ تصویر حضرت جعفر طیار جو دم واپسین تک حبشہ کے نصاریٰ کی مودت کا دم بھرتے رہے موتہ کے میدان میں متکبر نصاریٰ کے مقابلہ میں دلیری کے ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

مدبر مورخ واقعات پر غور کر کے ضرور اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ جنگ موتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت مجبوری سے ہتھیار اٹھانا پڑے۔ اگر شرحبیل حضرت حارث ابن عمیر کو اس طرح بے گناہ قتل نہ کر دیتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نصاریٰ سے کبھی کوئی جنگ نہ ہوتی اس خوں ریزی کی ذمہ داری متکبر شرحبیل کی گردن پر رہے گی۔

غزوۂ تبوک

اور

دومۃ الجندل سے صلح

تبوک اور غزوۂ تبوک کا سبب۔ اسلام کے لشکر کی تیاری اور تبوک کو روانگی۔ افواہ کی غلطی کا علم۔ تبوک میں حضور صلعم کے لشکر کا قیام، نصاریٰ قوموں کی حاضری اور صلح۔ دومۃ الجندل کے نصاریٰ والی اکیدر سے مقابلہ، اُس کی حاضری اور جزیہ پر صلح۔ نصاریٰ سے صرف دو جنگیں۔ غزوۂ تبوک یا غزوۃ العسرۃ اور اُس میں قرآن مجید کی دو آیتیں۔

تبوک اور غزوۂ تبوک کا سبب

تبوک مدینہ اور دمشق کے درمیان مدینہ سے چودہ[۱۴] مرحلہ کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جس کا فاصلہ دمشق سے گیارہ مرحلہ بیان کیا گیا ہے۔ غزوہ تبوک کے سبب کے متعلق ابن سعد کے حوالہ سے فتح الباری میں ہے شام کے ملک سے مدینہ کو زیتون کا تیل لانے والوں کی زبانی مدینہ میں خبر مشہور ہوئی کہ روم نے متنصرہ عرب کا اور اپنے زیر اثر دوسرے قبائل عرب کا ایک لشکر جمع کیا ہے جس کی تعداد چالیس ہزار بیان کی گئی اور یہ کہ یہ لشکر قباد نام سپہ سالار کی زیر قیادت مدینہ پر چڑھائی کی غرض سے چل پڑا ہے جس کا پیش خیمہ بلقا تک آگیا ہے۔ غزوۂ موتہ کے بعد فوراً ایسی خبر یقیناً خاص اثر پیدا کرتی تھی جو اثر پیدا کیا۔ پھر اس جرأت کا سبب فتح الباری میں یہ لکھا ہے کہ عرب کے نصاریٰ نے ہرقل کو لکھا کہ جو شخص عرب میں نبوت کا مدعی تھا اُس کا انتقال ہوگیا اور ایسی مصیبت پڑی کہ اُس کا مال و متاع سب ضائع ہوگیا (نعوذ باللہ) یہ خبر پاکر ہرقل نے مدینہ پر چڑھائی کے واسطے لشکر بھیجا جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔ ہرقل قیصر روم کی طرف سے چالیس ہزار

لشکر کی مدینہ پر چڑھائی کی خبر کسی طرح بے پروائی کے قابل نہ تھی خاص کر غزوہ موتہ کے بعد چنانچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اس طرف متوجہ ہو گئے اور آپ نے حسب عادت پیش قدمی کا انتظام فرمایا تاکہ دشمن کا حملہ آگے بڑھ کر روک دیا جائے۔

جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ تبوک کا انتظام فرمایا اور فوجی تیاری کا حکم نافذ فرمایا تو یہ زمانہ سخت گرمی کا زمانہ تھا اور عرب کی گرمی اللہ محفوظ رکھے! پھر دوسری طرف عرب میں قحط پڑا ہوا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عزم بالجزم ان باتوں سے رک نہیں سکتا تھا گو گرمی اور قحط کی وجہ سے لوگوں میں قوت نہ تھی مگر یہ انتظام ہوا۔

اسلام کے لشکر کی تیاری اور تبوک کو روانگی

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد کے اعلان پر بہت سے متموّل صحابہ نے چندے دیے۔ حضرت عثمان جن کا تجارت کا مال شام کے ملک کو جا رہا تھا انھوں نے تین سو اونٹ دیئے۔ بہت سے غربا نے لشکر میں چلنے کے واسطے اپنے کو پیش کیا مگر سواری نہ ہونے کے سبب سے آپ نے ساتھ لے جانے سے انکار فرمایا۔ اس سے یہ لوگ نہایت رنجیدہ ہوئے یہاں تک کہ رو پڑے۔ بعض منافقوں نے جانے والوں کو روکا اور کہا کہ اس شدید گرمی میں کہیں مت جاؤ۔ مگر فتح الباری میں ہے کہ رجب ۹ھ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار لشکر کے ساتھ جس میں دس ہزار گھوڑے تھے تبوک کو روانہ ہو گئے مدینہ کے انتظام کے واسطے آپ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ رہیں حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ کیا مجھے آپ بچوں اور عورتوں میں چھوڑتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تو راضی نہیں ہے کہ تو میرے ساتھ بمنزلہ ہارونؑ کے ہو جائے۔ بس اس قدر باقی رہ جائے کہ میرے بعد نبی نہیں ہوگا۔ حضرت علیؓ جیسے بے مثل عالم علوم

دین کی یہ ایک فضیلت جنگ تبوک میں ظاہر ہوئی۔ اس سے حضرت علیؓ کی علمی اور دینی فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور دوسری طرف اُن کی دلیری اور دشوار سے دشوار دینی کاموں میں شرکت کے واسطے آمادگی کا پتہ چلتا ہے۔

افواہ کی غلطی کا علم تبوک میں حضور صلعم کے لشکر کا قیام نصاریٰ قوموں کی حاضری اور صلح

سیرۃ النبی میں ہے کہ تبوک پہونچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ ہرقل کے مدینہ پر لشکرکشی کی افواہ غلط تھی۔ اس لیے آپ نے لشکر کی آیندہ روانگی روک دی اور فتح الباری کے قول کے مطابق حضور صلعم نے کچھ اوپر دس رات تبوک میں قیام فرمایا۔ سیرۃ النبی میں یہ مدت بیس روز لکھی ہے۔ فتح الباری میں ہے کہ تبوک کے دوران قیام میں اذرح اور ایلہ کے دو جدا جدا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے جزیہ پر صلح کر لی یعنی اُن کو مسلمان ہونے پر مجبور نہیں فرمایا۔ علامہ شبلی نعمانی نے اس کی تشریح لکھی ہے کہ "ایلہ کے سردار نے جس کا نام یوحنا تھا حاضر خدمت ہو کر جزیہ دینا منظور کیا ایک سفید خچر بھی نذر میں پیش کیا جس کے صلہ میں آں حضرت صلعم نے اُس کو ردائے مبارک عنایت فرمائی جرباء اور اذرح کے عیسائی بھی حاضر ہوئے اور جزیہ پر رضامندی ظاہر کی۔"

دومۃ الجندل کے نصاریٰ والی اکیدر سے مقابلہ اس کی حاضری اور جزیہ پر صلح

سیرۃ النبی میں ہے کہ دمشق سے پانچ منزل پر ایک مقام دومۃ الجندل ہے جہاں اُس زمانہ میں اکیدر نام ایک عرب فرماں روا تھا جو نصرانی مذہب کا پابند تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کو چار سو کی جمعیت کے ساتھ اُس کی طرف روانہ کیا اس لیے کہ وہ ہرقل قیصر روم کا ماتحت تھا حضرت خالدؓ نے اُس کو گرفتار کر کے اس شرط پر چھوڑ دیا کہ وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر شرائط صلح

پیش کرے اکیدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش ہوا اور آپ نے اُسے امان دی۔

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ غزوۂ تبوک صرف انتظامی مہم تھی ورنہ نصاریٰ سرداروں کی حاضری اور بلاتبدیل مذہب اُن کی صرف جزیہ پر مصالحت (جیسا کہ ہوئی) نہ ہوتی۔

نصاریٰ سے دو جنگیں

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصاریٰ سے صرف یہ دو جنگیں ہوئیں ایک غزوۂ موتہ اور ایک غزوۂ تبوک جن کا زمانہ ربیع الثانی ۸ھ غزوۂ موتہ سے رجب ۹ھ ہجری غزوۂ تبوک پر ختم ہوگیا۔ ان کے سوا نصاریٰ سے بحیثیت نصاریٰ کے اور کوئی جنگ نہیں ہوئی اور ان دونوں جنگوں کا باعث نصاریٰ کی طرف سے استکبار کا اظہار تھا جیسا کہ واقعات سے ثابت ہے

غزوۂ تبوک یا غزوۃ العسرۃ اور اُس میں قرآن مجید کی دو آیتیں

صحیح بخاری[1] میں غزوۂ تبوک کو غزوۃ العسرۃ بھی لکھا گیا ہے اس کی تشریح فتح الباری[2] میں ہے کہ جیش العسرۃ قرآن مجید کی اُس آیت سے ماخوذ ہے جس آیت میں اس جنگ کا تذکرہ ہے۔ آیت یہ ہے۔

"الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ" وہ لوگ جنھوں نے اس کا اتباع سختی کی گھڑی میں کیا۔"

فتح الباری[3] میں اس موقع پر اس جنگ کی سختی کی نسبت ایک شریک جنگ صحابی کا قول نقل کیا گیا ہے کہ اسلام کا لشکر جنگ تبوک کے واسطے نہایت سختی کی حالت میں نکلا ظہر کا وقت تھا دھوپ نہایت تیز تھی گرمی شدت سے پڑ رہی تھی پیاس کے مارے حلق خشک تھا پانی کا پتا تک نہ تھا لوگ اونٹ ذبح کرتے تھے اور اُس کے کبد سے پانی نکال کر پیتے تھے۔ اس لیے اُس کو غزوۃ العسرۃ کہا گیا۔

فتح الباری[4] میں ہے کہ مذکورہ پوری آیت غزوۂ تبوک کے متعلق حضور صلعم پر

---

[1] صحیح بخاری غزوۂ تبوک وہی غزوۃ العسرۃ [2] [3] و [4] فتح الباری غزوۂ تبوک

نازل ہوئی۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۙ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (قرآن مجید۔ سورہ توبہ)	درحقیقت اللہ پلٹ آیا نبی اور مہاجرین اور انصار پر وہ لوگ کہ سختی کی گھڑی میں اُس کا اتباع کرتے ہیں اس کے بعد کہ قریب تھا کہ پھر جائیں اُن میں سے ایک فریق کے دل پھر پلٹ آیا اُن پر تحقیق وہ اُن پر مہربان اور رحم کرنے والا ہے اور ان تینوں پر جو پیچھے رہ گئے تھے یہاں تک کہ باوجود اپنی فراخی کے اُن کو زمین تنگ معلوم ہوئی اور اُن کے نفوس اُن پر تنگ آ گئے اور انھوں نے سوچ لیا کہ اُن کا ٹھکانا اللہ کے سوائے کہیں نہیں ہے پھر وہ پھر گئے اُن پر تاکہ وہ پھر جائیں حقیقت میں اللہ بہت رجوع کرنے والا مہربان ہے"

اس آیت میں شرکاء غزوۂ تبوک کی خدمات کا اعتراف ہے کہ باوجود ایسی سختی کے جو گرمی کی شدت اور قحط وغیرہ کے سبب سے گزر رہی تھی مہاجرین اور انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی "سختی کی گھڑی میں" تعمیل کی اور ان خدمات کے صلہ میں یہ مہاجرین اور انصار (مہربان اور رحم والے) اللہ کی مہربانی اور رحمت کے سایہ میں داخل ہوگئے۔ پھر ان تین بزرگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت میں لے لیا جو جنگ تبوک میں شرکت نہ کرسکے اور اس اپنے کرتوت کے سبب سے وہ پریشان تھے اور اسد الغابہ میں ان تین صحابہ کے نام کعب ابن مالک کے حالات میں یہ لکھے ہیں:

(۱) کعب ابن مالک (۲) مرارہ ابن ربیعہ (۳) ہلال

ابن امیہ۔ اس سے حضور صلعم کی درگزر اور عفو و مکرمت کی وسعت کا ایک شمہ نظر آتا ہے۔

فتح الباری میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے تبوک میں پہونچنے پر آپ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا (سورۂ بنی اسرائیل) ”اور یہ قریب تھا کہ وہ تجھکو زمین سے دل برداشتہ کریں تاکہ اُس سے وہ تجھکو نکال دیں اور جب کہ وہ بھی تیرے بعد تھوڑی مدت سے زیادہ نہ ٹھیرتے پاتے۔“

جہاں تک قرینہ چاہتا ہے یہ آیت فتح مکہ کے متعلق ہے جہاں کفار مکّہ نے ابتدا سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کردیا تھا یہاں تک کہ آپ نے مکہ چھوڑ دیا مگر بالآخر مکّہ کے کفّار سب کے سب تباہ ہوگئے اور مکّہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلّی علیہ وسلم کے زیر نگین کردیا۔

فتح الباری[1] میں غزوۂ تبوک کو حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ لکھا ہے اور لکھا ہے کہ سورۂ براۃ کی بہت سی آیتیں غزوۂ تبوک کے موقع پر اُتری ہیں۔

دوسری فصل

مشرکین مکّہ کی طرف سے بدعہدی اور شرک کا دوامی استیصال

فتح مکہ اور سلامتی اور امن

مشرکین مکہ کی طرف سے بدعہدی اور اُس پر غرّہ۔ جنگی راز کے انکشاف کا انسداد اور مدبرانہ عفو۔ غیر مسلم گروہ کے مختلف اقسام کے ساتھ برتاؤ کا

---

[1] فتح الباری غزوہ تبوک [2] فتح الباری کتاب التفسیر سورۂ براۃ

قرآنی دستور العمل۔ لشکر کا انتظام اور قتال سے اجتناب کے احکام دشمن کے مخبروں کی گرفتاری اور جاں بخشی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں داخلہ اور کعبہ شرک کی نجاست سے پاک۔ کفار مکہ کی مقبوضات پر دست درازی سے اجتناب۔ حضرت خالد کے لشکر سے کفار کی جھڑپ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے باز پرس۔ مکہ میں پر امن تسلط اور قتل و غارت سے اجتناب۔ خطبۂ فتح اور خاندانی غرور اور منافرت سے اجتناب کے احکام عفو و مرحمت اور اخلاق۔ شراب فروشی کی حرمت۔ چور کی قرآنی سزا اور قانونی تعمیل کی سختی سے اصرار اور سفارش پر اظہار ناراضی۔ مکہ والوں میں سے امیر مکہ۔

مشرکین مکہ کی طرف سے بد عہدی اور اس پر غزوہ

صلح نامہ حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہو جائیں اس کے مطابق بنی بکر ابن عبد مناة ابن کنانہ قبیلہ مکہ کے کفار قریش کا اتحادی ہوگیا اور خزاعہ قبیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتحادی بن گیا۔ بنی بکر اور بنی خزاعہ ان دونوں قبیلوں کے آپس میں قدیم زمانہ سے جنگ برپا رہتی تھی۔ اب معاہدہ حدیبیہ کی وجہ سے یہ دونوں قبیلے معینہ مدت تک باہم مصالحت رکھنے پر پابند تھے مگر اس دوران میں قریش کے اتحادی قبیلہ بنی بکر کی ایک شاخ بنی دیل مین کا ایک شخص نوفل ابن معاویہ۔ خزاعہ قبیلہ کے ایک چشمہ وتیر نامی پر جا پہونچا اور جھگڑا ہوگیا اور لڑائی شروع ہوگئی۔ یہاں تک کہ دونوں فریق لڑتے لڑتے حدود حرم میں جا گھسے پھر بھی جنگ موقوف

نہیں ہوئی۔ اس موقع پر قریش کفار مکہ نے اپنے اتحادی قبیلہ بنی بکر کی ہتھیار وغیرہ سے مدد کی اور کفار قریش کے آدمی بھی بنی بکر کی طرف سے بنی خزاعہ سے لڑے۔ لڑائی بند ہونے کے بعد خزاعہ قبیلہ میں سے عمروؓ بن سالم خزاعی فریاد لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلعم مسجد میں تشریف فرما تھے عمرو ابن سالم نے نظم میں اپنی فریاد پیش کی اور امداد چاہی اور قریش کفار مکہ کی عہد شکنی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمرو ابن سالم! تم کو مدد ملے گی۔ یہ خلاصہ ہے حافظ ابن حجر کی تحریر کا جو وہ فتح الباری میں باب غزوۃ الفتح میں لکھتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ فتح مکہ کا یہی سبب ہوا۔ سیرۃ النبی[لہ] میں علامہ شبلی نعمانی فتح مکہ کے عنوان کے تحت میں اسی مقام پر لکھتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعات سُنے تو آپ کو سخت رنج ہوا تاہم آپ نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش کیں کہ ان میں سے کوئی منظور کی جائے۔

۱ - مقتولوں کا خون بہا

۲ - قریش بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں

۳ - اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا

قرطہ بن عمر نے قریش کی زبان سے کہا کہ صرف تیسری شرط منظور ہے۔"

لہ سیرۃ النبی جلد اول فتح مکہ۔ فتح الباری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کا نام ضمرہ لکھا ہے اور فتح الباری اور سیرۃ النبی میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے بعد قریش کفار مکہ نے ابوسفیان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بھیجا کہ عہدنامہ حدیبیہ کی تجدید ہو جائے مگر ابوسفیان رسول اللہ صلعم کی ذات اقدس تک نہیں پہونچے یا نہیں پہونچ سکے اور یہ یقینی واقعہ ہے کہ حضور صلعم کو کفار قریش کے ارادہ کی خبر نہیں ہوئی دیکھو فتح الباری باب رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح۔ مگر واقدی نے اس سے انکار کیا ہے کہ قریش کی طرف سے ابوسفیان تجدید معاہدہ کو آیا۔ دیکھو فتح الباری باب رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ بنا ہے مکہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کشی کی جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فتح مبین عطا فرمائی۔

جب واقعات یہاں تک پہونچ گئے کہ مشرکین نے بدعہدی کی اور پھر اس پر یہ غرّہ کیا کہ حدیبیہ کا عہدنامہ توڑ دینے کا اعلان کردینا منظور کرلیا اور اپنے کیے پر نادم نہیں ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی دو شرطوں پر کوئی التفات نہیں کیا تو گویا اس طریقہ سے قریش کفار مکہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اعلان جنگ ہوگیا۔ تو اب اسلام کی عزت اسلام کی خودداری اور اسلام کے وقار کی حفاظت ضروری ہوگئی اور اس لیے کہ اسلام کی طرف سے مظلوم اتحادی قبیلہ کی حمایت کی قدر ومنزلت بڑھ جائے اور اسلامی اتحادی فرقے جو جابجا دنیا میں موجود ہوگئے تھے اُن کو اپنی حفاظت کی طرف سے اطمینان ہوجائے اور دنیا جو اسلام سے واقف ہوچکی تھی اس کی نگاہ میں اسلام کی عظمت اور اسلام کا وقار بڑھ جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد جنگی انتظام شروع کردیئے۔

جنگی راز کے انکشاف کا انسداد اور مدبرانہ عفو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مہاجرین کی ایک بڑی جماعت تھی جن کے قریبی رشتہ دار اور بہت سی املاک مکہ میں موجود تھی۔ مہاجرین کی بہادر جماعت میں بعض نرم دل حضرات بھی تھے مہاجرین کے اس گروہ میں حاطب ابن بلتعہ تھے جن کے اعزا اور اقربا اور مال متاع مکہ میں تھا مدینہ میں مکہ پر چڑھائی کے انتظامات دیکھکر حاطب نے مکہ کو اپنے کسی عزیز کے نام ایک خط لکھا جس میں اطلاع دی کہ یہاں مدینہ میں مکہ پر فوج کشی کے انتظامات ہو رہے ہیں اور یہ خط مکہ کی ایک عورت سارہ نام کے حوالہ کیا اور دس دینار دیئے۔ سارہ حاطب کا یہ خط لے کر مکہ کو روانہ ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

۱؎ تفسیر کشاف سورہ ممتحنہ

وسلم کو اس کا علم ہو گیا۔ آپ نے حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو طلب[1] فرما کر حکم دیا کہ تم لوگ فوراً روضۂ خاخ کے مقام کو چلے جاؤ وہاں تم کو ہودج میں سفر کرتی ہوئی ایک عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اس سے لے آؤ۔ یہ حضرات جلدی سے چل کر روضۂ خاخ پہونچے عورت مل گئی ان صاحبوں نے اس سے خط مانگا۔ عورت نے انکار کیا مگر ڈرانے دھمکانے سے آخر کو عورت نے بالوں میں سے کھول کر خط ان صاحبوں کے حوالہ کر دیا اور ان حضرات نے یہ خط لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطبؓ سے فرمایا۔ "یہ کیا ہے؟" حاطبؓ نے عرض کیا "رسول اللہ صلعم! میں نے یہ خط اپنے اعزا اور اقربا اور مال کے بچاؤ کے واسطے لکھا تھا میں ہرگز و زنہار اپنے دین سے مرتد نہیں ہوا اور نہ میں نے کفر کو پسند کیا میں تو مسلمان ہوں"۔ رحمۃ عالم نے فرمایا "تو سچ کہتا ہے"۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اجازت عطا ہو کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔" رحمۃ للعالمین نے ارشاد فرمایا۔ حاطبؓ بدر کا غازی ہے اللہ تعالیٰ نے بدر کے غازیوں کی خطائیں معاف کر دی ہیں۔ حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے اور حضور صلعم نے حاطبؓ ابن بلتعہ کا قصور معاف کر دیا۔

غیر مسلم گروہ کے مختلف اقسام کے ساتھ برتاؤ کا قرآنی دستور العمل

یہ واقعہ ایسا تھا کہ غیر مسلم گروہ کے اعزا اور اقربا کے ساتھ برتاؤ کا خاص دستور العمل معلوم ہونا ضروری تھا چنانچہ اس واقعہ کے بعد[2] یہ آیتیں نازل ہوئیں:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ — اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو میرے دشمنوں

---

۱ صحیح بخاری غزوہ فتح وما بعث حاطب ابن بلتعہ ۲ حاطبؓ ابن بلتعہ کے اس قصہ کے متعلق سورۂ ممتحنہ کی آیتیں اترنے کے متعلق دیکھو تفسیر کشاف۔

وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ
إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا
بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ
الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا
بِاللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ
جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ
مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ
وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنتُمْ
وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ
سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ إِن يَثْقَفُوكُمْ
يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا
إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم
بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ۝
لَن تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَا
أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ
بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ
(سورہ ممتحنہ)

اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ اُن لوگوں کو
دوستی کا پیام بھیجتے ہو! اور حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ
کافر ہو گئے اُس سے کہ تمھارے پاس حق میں سے آیا
وہ لوگ رسول کو اور تم کو نکال رہے ہیں اس وجہ سے
کہ تم ایمان لائے ہو اللہ پر جو تمھارا رب ہے۔ جب تم
نکلے ہو جہاد کے واسطے میری راہ میں اور میری مرضی
کی چاہ میں تم ان کو دوستی کا خفیہ پیغام بھیجتے ہو اور
میں خوب جانتا ہوں وہ جو تم لوگ چھپاتے ہو اور جو
تم ظاہر کرتے ہو اور جس نے تم میں سے ایسا کیا پھر وہ
حقیقت میں سیدھے رستہ سے گمراہ ہو گیا۔ اگر وہ تم پر
قابو پالیں تو تمھارے لیے دشمن ہو جائیں اور تم پر ہاتھ
بڑھائیں اور اپنی زبانیں کھولیں بُرائی کے ساتھ
وہ چاہتے ہیں کہ تم کافر ہو جاؤ۔ قیامت کے دن تمھارے
رشتہ دار اور تمھاری اولاد تم کو کچھ نفع نہیں دے گی
تمھارے درمیان فیصلہ کیا جائے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو
اللہ اُس کا دیکھنے والا ہے۔

یہ دورانِ جنگ میں۔ ترک موالات کا دستور العمل ہے جو مسلمانوں کو بتایا گیا
ہے اور ذرا عمیق نگاہ ڈال کر دیکھو کیسا مفید اور کس قدر ضروری دستور العمل ہے۔
یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ ایمان والا گروہ امن کا متلاشی گروہ ہے اس آیۃ میں
اس کو ترک موالات کا حکم دیتے ہوئے اوّل الفاظ "میرے دشمن" استعمال

کیا گیا ہے جن سے ترک موالات کا حکم ہے پھر ایسے لوگوں کو "تمہارے دشمن" بھی بتایا گیا ہے۔ پھر ترک موالات کی دلیل اور وجہ بتائی گئی ہے کہ یہ دشمنانِ دین اُس حق سے کفر کرتے ہیں جو تمہاری طرف بھیجا گیا تھا اور تم کو اور رسول کو صرف اتنی سی بات پر دیس نکالا دے دیا کہ تم لوگ اپنے رب پر ایمان لائے تھے۔ پھر اس حکم میں فرماتا ہے کہ ایسے حالات میں یہ کیا بات ہے کہ جب میری مرضی کی تلاش میں اللہ کی راہ میں جہاد کی غرض سے نکلو تو پھر تم کیوں خفیہ ذرائع سے دشمنانِ دین سے محبت کا اظہار کرتے ہو۔ حالانکہ دشمن موقع کا منتظر ہے اور تم پر قابو پاتے ہی وہ لوگ تمہارے دشمن بن جائیں گے اور بری نیت سے تمہاری طرف ہاتھ بڑھائیں گے اور زبانیں کھولیں گے پھر بتایا گیا ہے کہ جو کرے گا وہ بھگتے گا۔ رشتہ دار اور اولاد کام نہیں آئے گی۔ پھر آگے چل کر حضرت ابراہیمؑ کی مثال بیان کی گئی ہے اور شرک کے متعلق حضرت ابراہیمؑ کا تجربہ بتایا گیا ہے اور تجربہ کا اثر جو حضرت ابراہیمؑ پر ہوا۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ إِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللهِ وَحْدَهٗ"

"واقعی تمہارے واسطے بہترین مثال ابراہیم میں ہے اور ان لوگوں میں جو اُس کے ساتھ تھے۔ جب کہ ان لوگوں نے اپنی قوم سے کہا ہم تم لوگوں سے اور اُن سے جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا۔ بری ہیں۔ کفر کیا ہم نے تمہارے ساتھ اور ڈال دی ہمارے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ہمیشہ کے لیے یہاں تک کہ تم اکیلے اللہ پر ایمان لے آؤ۔"

اللہ وحدہٗ لا شریک پر ایمان لے آنا یہاں ترک موالات ختم ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا تجربہ بتایا گیا ہے کہ شرک سے قوموں کے درمیان عداوت اور بغض پیدا ہو جاتا ہے معبود الگ الگ خیالات الگ الگ جذبات الگ الگ تاثرات الگ الگ ہر ظاہر و باطن میں تضاد

مفقود، افتراق موجود، نتیجہ شقاق عداوت اور بغض اور سلامتی اور امن مفقود۔ اور جب کہ جنگ چھڑ گئی پھر ترک موالات، ملّت کی عظمت اور ملّت کی خودداری اور خود اعتمادی کا بہترین مظاہرہ ہے اور ترک موالات ہی سے ملّت کی عظمت کی حفاظت ہو سکتی ہے۔ فتح المبین میں یہ بھی نہایت مفید دستور العمل ترک موالات کا مسلمانوں کو ہاتھ لگا۔

مگر عالم انسانیت ہی مومن و کافر کے درمیان منقسم ہے۔ کافروں ہی میں سے چھٹ کر غیور اور سمجھ دار گروہ سلامتی اور امن کی شاہراہ پر آجاتا ہے۔ پھر کفار میں بھی ایسا طبقہ ہوتا ہے جو نہ مسلم سے جدال و قتال کرتا ہے اور نہ مسلم کے دیس نکالے کی سازش میں شریک ہوتا ہے ایسے طبقہ مشرکین و کفار کے متعلق ترک موالات کا حکم نہیں ہے بلکہ اسی سورۂ ممتحنہ میں ہے:

"لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ	"تم کو اللہ منع نہیں کرتا یا تم کو اللہ نہیں روکتا
لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ	اُن لوگوں سے جو تم سے دین میں نہیں لڑتے اور
وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ	تم کو تمھارے ملکوں سے نہیں نکالتے اس بات سے کہ تم
اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ"	اُن کے ساتھ نیکی کرو اور اُن کی طرف انصاف کرو"

اس میں صاف ہو گیا کہ ایسے غیر مسلم گروہ سے جو دین میں لڑائی نہ کرے اور مسلمانوں کو شہر بدر نہ کرے بھلائی اور انصاف کرنے کی صاف صاف اجازت ہے ایسے مشرکین کے گروہ سے ترک موالات نہیں چاہیے بلکہ موالات کیا جا سکتا ہے۔ دورانِ جنگ فتح مکہ میں کس درجہ امن و سلامتی کا یہ دستور العمل ہے اور کون سمجھدار اس کے مفید ہونے سے انکار کر سکتا ہے۔ مگر دینی امور کے متعلق لڑنے والے کفار سے اور ایسے مشرکین سے جو مسلمانوں کو دیس نکالا دینے کے درپے ہوں ترک موالات سیاسی نقطۂ نگاہ سے اور انتظامی خیال سے نہایت ضروری ہے اس لئے اسی سورہ ممتحنہ میں ایک مرتبہ پھر ترک موالات پر زور دیا گیا ہے

"اِنَّمَا یَنْهٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ قَاتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَاَخْرَجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ وَظَاهَرُوْا عَلٰۤی اِخْرَاجِکُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝"

"اس کے سوا نہیں ہے کہ اللہ تم کو منع کرتا ہے اُن لوگوں سے کہ لڑے تم سے دین میں اور نکال دیا تم کو تمھارے گھروں سے اور مظاہرہ کیا تمھارے نکالنے پر۔ یہ کہ تم اُن سے دوستی کرو اور جو کوئی اُن سے دوستی کرے پھر وہ لوگ ظالم ہیں"

دنیا کا کون ماہر سیاست ہے جو انسانی سلامتی اور امن کے نقطۂ خیال سے غیر مسلم گروہ کے مختلف خیال طبقوں سے اس قرآنی دستور العمل کو نہایت ضروری اور نہایت مفید دستور العمل نہیں بتائے گا اور یہ سیاسی دستور العمل فتح مبین کا عطیہ ہے۔

لشکر کا انتظام اور قتال سے اجتناب کے احکام

غرض کہ مکّہ پر فوج کشی کے واسطے مہاجرین اور انصار اور مختلف قبائل کا دس ہزار کا لشکر مرتّب ہوا جس میں قبائل قضاعہ، غفار، جہنیہ، ہزیم اور مزینیہ وغیرہ شامل تھے اور ہر قبیلہ کا اپنا جھنڈا اور نشان الگ الگ تھا۔ انصار کا لشکر حضرت سعد ابن عبادہ کی ماتحتی میں کیا گیا جن کا اپنا رایت جدا تھا اور مہاجرین کا لشکر حضرت زبیر ابن عوام کے زیر لوا تھا یہ رایت خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور حضور صلعم مع مہاجرین صحابہ کے اس مختصر لشکر میں تشریف فرما تھے۔ اس لشکر کو بالائی جانب سے مکّہ میں داخلہ کا حکم تھا اور ہدایت تھی کہ ان کا نشان مکّہ میں حجون کے مقام نصب کیا جائے گا۔ اور حضرت خالد ابن ولید قضاعہ اور سلیم وغیرہ قبیلوں پر افسر مقرر کیے گئے تھے اور اُن کو زیریں جانب سے مکّہ میں داخلہ کا حکم تھا اور مکّہ کے سب سے پہلے گھر پہ جو اُن کو ملے اپنا نشان گاڑ دینے کا حکم دیا گیا تھا۔ حضرت سعد ابن عبادہ

انصار کے نشان کے ساتھ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے مقدمۃ الجیش بنائے گئے تھے۔ یہ لشکر کی ترتیب فتح الباری شرح صحیح بخاری سے لی گئی ہے اس کتاب میں اسی مقام پر یہ الفاظ ہیں :

"وامرھم ان یکفوا ایدیھم ولا یقاتلوا الا من قاتلھم" — اور ان کو حکم دیا گیا کہ اپنے ہاتھ روکے رہیں اور وہ لوگ قتال نہ کریں مگر اسی سے قتال کریں جو اُن کے مقابلہ میں اپنی جانب سے قتال کی ابتدا کرے"

اس ترتیب اور اس حکم کے ماتحت دس ہزار کا لشکر جرار رمضان ۸ھ کی ابتدائی تاریخوں میں مدینہ سے مکّہ کی جانب روانہ ہوا اور راستہ میں دو ہزار کی جمعیت اس لشکر کے ساتھ اور شامل ہو گئی۔ چوں کہ رمضان کا مہینا تھا اس لیے حضور صلعم اور لشکری سب روزہ دار تھے یہاں تک کہ یہ لشکر عسفان اور قدید کے درمیان کدید کے چشمہ پر پہونچا اور وہاں حضور صلعم اور سب نے روزہ افطار کیا۔ اس سفر میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت ام سلمہ بھی تھیں۔ حضرت ام سلمہ کا بھائی عبداللہ ابن ابی امیہ مخزومی تھا جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے عداوتی گروہ میں اور مسلمانوں سے دشمنی میں نہایت سخت تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا

لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفۡجُرَ لَنَا مِنَ الۡاَرۡضِ يَنۡۢبُوۡعًا ۙ اَوۡ تَكُوۡنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنۡ نَّخِيۡلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الۡاَنۡهٰرَ خِلٰلَهَا تَفۡجِيۡرًا — "ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تو ہمارے واسطے زمین سے چشمے نکال دے یا تیرے واسطے کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو جائے پھر تو اُس میں زمین سے پھاڑ کر نہریں نکالے یا جیسا تو

۱؎ فتح الباری باب این رکز النبی صلّی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح۔

۲؎ اسد الغابہ عبداللہ ابن ابی امیہ کا حال

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ؕ — کما کرتا ہے ہم پر تو آسمان گرا دے ٹکڑے ٹکڑے یا تو اللہ اور ملائکہ کو مقابلہ میں لے آئے "

(سورۂ بنی اسرائیل)

خدا کی قدرت کہ یہ عبد اللہ ابن ابی امیہ مکہ سے چل کر راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں آگیا اور حضرت ام سلمہ کی سفارش سے رسول اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش ہوگیا اور اپنی خوشی سے مسلمان ہوگیا اور صحابہ کرام کے زمرہ میں داخل ہوگیا۔

دشمن کے مخبروں کی گرفتاری اور جاں بخشی

اس لشکر کشی کی اطلاع کفار مکہ کو ہوئی قریش کفار مکہ نے مفصل خبر لانے کے لیے[1] ابوسفیان ابن حرب اور حکیم ابن حزام اور بدیل ابن ورقہ ان تین آدمیوں کو مامور کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے قریب مرالظہران کے مقام لشکر کے پڑاؤ ڈالنے کا حکم صادر فرمایا جس کی تعمیل ہوئی اور پڑاؤ ڈالنے کے بعد آپ نے لشکر کے ایک حصہ کو مامور فرمایا کہ گرد نواح کے پانی کے سب چشموں پر قبضہ کرلیا جائے اور اس راستہ کا کوئی چشمہ چھوڑ نہ دیا جائے اور اس حکم کی بھی تعمیل ہوئی۔ رات کے وقت حضور صلعم کے حکم سے جا بجا اتنی آگ روشن کردی گئی کہ تمام وادی بقعۂ نور بن گئی اس دوران میں قریش کفار مکہ کے تینوں مخبر خاموشی کے ساتھ اسلامی لشکر میں داخل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انصار کا ایک دستہ حضرت عمرؓ کی ماتحتی میں حفاظت اور نگرانی کی غرض سے گشت کر رہا تھا کفار قریش کے تینوں مخبروں پر اس محافظ دستہ کی نظر پڑ گئی اور یہ مخبر گرفتار ہوگئے۔ رسول اللہ

---

[1] فتح الباری باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح مخبروں کی گرفتاری کا سب حال یہیں سے لکھا گیا ہے

صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبہ میں تشریف فرما تھے یہ مخبر حضرت عباس کی معیت میں حضور میں پیش ہوئے اور ان میں سے حکیم ابن حزام اور بدیل ابن ورقہ مسلمان ہو گئے مگر ابوسفیان نے تامّل کیا۔ حضرت عباس نے کہا "مسلمان ہو جا سلامت رہے گا"۔ ابوسفیان نے کہا کہ "لات وعزیٰ کو کیسے چھوڑ دوں"۔ حضرت عمرؓ نے سنا تو کہا کہ "قبہ باہر ہوتا تو ایسا ہرگز نہ کہتا"۔

اس موقع پر علامہ شبلی نعمانی سیرۃ النبی میں لکھتے ہیں "ابوسفیان کے تمام پچھلے کارنامے اب سب کے سامنے تھے اور ایک ایک چیز اس کے قتل کی مدعی تھی۔ اسلام کی عداوت، مدینہ پر بار بار حملہ، قبائل عرب کا اشتعال، آں حضرت صلعم کے خفیہ قتل کرانے کی سازش۔ ان میں سے ہر چیز اس کے خون کی قیمت ہو سکتی تھی لیکن ان سب باتوں سے بالاتر ایک اور چیز عفو نبوی تھی اس نے ابوسفیان کے کان میں آہستہ سے کہا کہ "خوف کا مقام نہیں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر ایسے موقع پر کھڑا کیا جائے کہ مسلمان لشکر کا ازدحام دیکھ سکے چنانچہ ابوسفیان کو ایسی جگہ کھڑا کیا گیا کہ کوچ کرتی ہوئی اسلامی فوجیں ابوسفیان کے سامنے ہو کر گزریں۔ بالآخر ابوسفیان بھی مسلمان ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے منادی نے آواز لگا دی کہ ہر قبیلہ اپنے اپنے آدمیوں اور سامان اور نشان کے ساتھ روانہ ہو جائے چنانچہ اس کی تعمیل میں مختلف قبیلوں کے لشکر جدا جدا روانہ ہونے لگے۔ جب قبیلہ غفار کا لشکر اپنا نشان لیے ہوئے ابوسفیان کے سامنے ہو کر گزرا ابوسفیان نے حضرت عباس سے دریافت کیا کہ یہ کس کا لشکر ہے۔ حضرت عباس نے کہا کہ غفار کا لشکر ہے پھر جہینہ قبیلہ کا لشکر گزرا اور ابوسفیان اور حضرت عباس کے مابین یہی سوال و

جواب ہوئے اور سب لشکر کے کوچ میں اسی طرح ہوتا رہا۔ اب ایک بڑا لشکر مع رایت اور لوا کے گزرا ابوسفیان نے کہا کہ "یہ کون لوگ ہیں" حضرت عباس نے کہا کہ "یہ انصار کا لشکر زیر قیادت حضرت سعد ابن عبادہ کے کوچ کر رہا ہے"۔ حضرت سعد ابوسفیان کے پاس ہوکر گزرے تو اُنھوں نے ابوسفیان کی طرف دیکھکر کہا :

"یا اباسفیان الیوم یوم الملحمۃ | "ابوسفیان! آج گھمسان کا دن ہے آج کعبہ
الیوم تستحل الکعبۃ" | حلال کر دیا جائے گا"

ابوسفیان نے حضرت عباس کی طرف دیکھکر کہا :

"یاعباس حبذا یوم الذمار" | "عباس! افسوس آج خون خرابے کا دن ہے"

پھر ایک چھوٹا سا لشکر گزرا جس کا عَلَم حضرت زبیر ابن عوام لیے ہوئے تھے اور یہی ٹکڑا لشکر کا تھا جس میں حضور صلعم تشریف فرما تھے۔ یہ معلوم کر کے ابوسفیان آگے بڑھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں شکایت پیش کرتے ہوئے عرض کرنے لگا کہ: حضور کو معلوم ہوا سعد ابن عبادہ نے کیا کہا"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اُس نے کیا کہا" ابوسفیان نے عرض کیا کہ ایسے ایسے کہا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا :

"کذب سعد ولکن ھذا | سعد نے غلط کہا آج وہ دن ہے کہ اس میں اللہ
یوم یعظم اللہ فیہ الکعبۃ | کعبہ کو عظمت دے گا اور وہ دن ہے کہ اس میں
ویوم یکسی فیہ الکعبۃ | کعبہ کی پوشش تبدیل ہوگی"

دیکھو مقدس ارشاد میں بات نکلتی ہے کہ فی نفسہٖ کعبہ اللہ کا محتاج ہے وہی اللہ کعبہ کو عظمت دینے والا ہے یہاں صاف ہوگیا کہ مسلم اللہ وحدہٗ لاشریک کا

لہ صحیح بخاری باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح

پرستار ہے نہ کہ کعبہ کا۔ کعبہ شعائر اللہ میں سے ایک مرکز ہے جو عالم انسانیت کی توجہ میں اتحاد پیدا کرتا ہے ؎

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود ❊ قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں داخلہ اور کعبہ شرک کی نجاست سے پاک

قرار پا چکا تھا حضرت زبیرؓ کے فوجی دستہ کا علم حجون کے مقام نصب کیا جائے گا۔ چنانچہ حجون کے مقام پہونچ کر حضرت عباسؓ نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ تمہارے جھنڈے کے گاڑنے کا یہی مقام ہے اور علم نبوی حجون کے مقام نصب کر دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں داخلہ اس شان سے ہوا کہ حضورؐ ناقہ پر سوار تھے اور سر مبارک پر آہنی خود تھا اور آپ سورہ انا فتحنا پڑھ رہے تھے۔ رسول اللہؐ کے پیچھے ناقہ پر حضرت اسامہؓ ابن زید سوار تھے اور حضرت بلال اور حضرت عثمان ابن طلحہ آپ کی اردلی میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام کے پاس ناقہ کو بٹھایا اور کعبہ کی کنجی طلب فرمائی۔

اس وقت کعبہ میں تین سو ساٹھ بتوں کا استھان تھا اور یہ سارے بت حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کی تعمیر کے بہت بعد مختلف وقتوں میں کعبہ میں رکھے گئے تھے۔ کعبہ میں سب سے پہلا بت رکھے جانے کے متعلق اس کتاب کے پہلے حصہ میں تفصیل کے ساتھ بتایا جا چکا ہے۔ بھلا وہ مقدس وجود با جود صلی اللہ علیہ وسلم جو خیالی مخلوق معبودوں کی جانب سے انسانی مخلوق کا منہ موڑ کر سب کو ایک بن دیکھے اور ان بوجھے خیالی حد سے بالاتر اللہ وحدہٗ لاشریک کی جانب متوجہ کرنے کے واسطے مبعوث ہوا تھا اُسے کس طرح گوارا ہوتا کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت

لہ صحیح بخاری باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح

لہ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

اسماعیلؑ کا بنایا ہوا اللہ وحدہٗ لاشریک کی خالص عبادت کا گھر خیالات کو پریشان کرنے والی مخلوق معبودوں کی تصویروں اور بتوں سے بھرا رہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوں کے موجود ہوتے ہوئے کعبہ میں داخل ہونے سے انکار[1] فرمایا اور بت نکال دیے گئے اور یہ آپ کے حکم سے ہوا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیل کے بت جن کے ہاتھ میں ازلام تھے وہ بھی کعبہ سے نکال دیے گئے اسی طرح حضرت عیسیٰؑ اور اُن کی ماں کا بت کعبہ میں تھا اُس کا نشان[2] بھی کھود دیا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں تشریف لے گئے آپ کے ہاتھ میں عود تھا اُس سے آپ بتوں کو ٹھوکا دیتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے:

"جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ" "حق آگیا اور باطل گم ہوگیا"

"جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ" "حق آگیا اور نہ وہ باطل کی ابتدا کرتا ہے اور نہ مکرر کرتا ہے"

اُس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دن مسجد حرام میں تشریف فرما رہے اور چاروں طرف تکبیریں کہتے رہے آپ نے کعبہ کے اندر اُس روز نماز پڑھی یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ بہر حال اُس دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے کعبہ شرک کی آلائش سے پاک صاف ہوگیا۔

---

[1] صحیح بخاری باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح - اور فتح الباری

[2] " " " " " " " " میں ارشاد نبوی کے یہی الفاظ ہیں درحقیقت یہ قرآن مجید کی آیتوں کے دو ٹکڑے ہیں "جاء الحق وزھق الباطل" سورہ بنی اسرائیل کے آٹھویں رکوع میں ہے اور بقیہ سورہ سبا کے آخری رکوع میں ہے۔

کفارِ مکہ کے مقبوضات پر دست درازی سے اجتناب

مکہ پہونچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضور اپنے قدیم آبائی مکان میں قیام فرمائیں گے آپ نے فرمایا کہ عقیل نے مکان کہاں چھوڑا اب تو میں خیف میں رہوں گا۔

واقعہ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد بزرگوار عبداللہ ابن عبدالمطلب کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کا بار آپ کے چچا حضرت ابو طالب نے اپنے ذمہ لے لیا تھا اور آپ کا آبائی مکان بھی اُن ہی کے قبضہ میں تھا حضرت ابو طالب کے انتقال کے بعد مکہ میں مشرکین مکہ کا بہت زور ہو گیا تھا اور حضرت ابو طالب کے ترکہ پر اُن کے بیٹے عقیل اور طالب جو اُس وقت مسلمان نہیں تھے وہ قابض ہو گئے تھے اور حضرت علیؓ اور حضرت جعفر طیارؓ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے تھے عقیل نے مکانات ابوسفیان کے ہاتھ فروخت کر دیے تھے، اسی سبب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ عقیل نے مکان کہاں چھوڑے۔

دیکھو! مکہ فتح ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان پر قیام فرمانے سے انکار فرماتے ہیں وہ مکان جو بلا استحقاق کے ایک دوسرے شخص کے قبضہ میں تھا اور جو آسانی سے لے لیا جا سکتا تھا مگر نہیں رحمۃ للعالمین کی رحمت کے خلاف ہوتا اگر ایسا کیا جاتا۔

حضرت خالدؓ کے لشکر سے کفار کی جھڑپ اور رسول اللہ صلعم کی طرف سے باز پرس

جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے حضرت خالد ابن ولیدؓ کو حکم تھا کہ اپنے لشکر کو لے کر زیریں جانب سے مکہ میں داخل ہوں اس کے مطابق انھوں نے تعمیل کی تو مکہ کے قریب خندمہ کے مقام پر مشرکین مکہ کے ایک مجمع سے جس میں سہیل ابن عمر اور صفوان امیہ بھی تھے مقابلہ ہو گیا اور تلوار کھنچ گئی اس میں مشرکین مکہ کے بارہ چودہ

لہ فتح الباری باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح

آدمی مارے گئے اور حضرت خالدؓ کے دستہ کے دو آدمی شہید ہوئے ایک حضرت مسلمہ ابن میلاد الجہنی اور دوسرے حضرت کرز ابن جابر فہری۔ کفار بھاگ گئے اور لڑائی بند ہوگئی۔

خدا کی قدرت دیکھو! ۲ھ ہجری میں کرز ابن جابر فہری قریش کفار مکہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ آور ہوتا ہے اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار مکہ کے درمیان آتش جنگ مشتعل کرنے کا آغاز کرتا ہے اور یہی کرز ابن جابر فہری فتح مکہ کے موقع پر حضور صلعم کے جاں نثار صحابہ کی جماعت میں فاتحانہ مکّہ کے مقدس گروہ میں اسلام کی حمایت میں شمشیر بکف کفار مکہ سے دلیرانہ مقابلہ کرتے ہیں اور اسلام کی خدمت میں اپنا پاک خون نذر کرتے ہیں اور حضرت کرز ابن جابر فہری شہید فتح مکّہ کے مقدس نام سے شہدائے اسلام کی مقدس جماعت میں ہمیشہ کے لیے اپنا درخشاں نام چھوڑ جاتے ہیں۔ کیا بات تھی کہ کرز نے ۲ھ ہجری میں کفر کی حمایت میں تلوار اٹھائی اور کیا بات ہوگئی کہ سات برس کے بعد یہی حضرت کرز ابن جابر فہری شوق شہادت میں مست اسلام کی حمایت میں تلوار لیے ہوئے اپنا مقدس خون بہانے کے لیے مستعد ہوگئے اور ان ہی کفار مکّہ کے مقابلہ میں تلوار کے جوہر دکھا کر شہدائے اسلام کی مقدس جماعت میں جا ملے۔ یہی تو ہے "ذالك فضل الله يوتيه من يشاء" اور اسی کو تو کہتے ہیں "اللہ دے اور بندہ لے"

حضرت خالدؓ کے فوجی دستہ کی جنگ کی تلواروں کی چمک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر آئی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے اور یہ تلواروں کی چمک کیسی ہے ہماری طرف سے تو قتال کی ممانعت تھی! لوگوں نے عرض کیا کہ شاید خالدؓ کے فوجی دستہ کے مقابلہ میں تلوار کھنچ گئی۔ آپؐ نے

خالدؓ ابن ولید کو طلب فرما کر بازپرس فرمائی کہ قتال کی تو ممانعت تھی پھر ایسا کیوں ہوا؟[1] خالدؓ نے عرض کیا کہ ابتدا ہماری طرف سے نہیں ہوئی پہلے دشمن کی طرف سے حملہ ہوا بعد میں مجبوراً مدافعت کے واسطے تلوار کھینچی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیقات فرمائی تو یہی واقعہ معلوم ہوا کہ ابتدا دشمن کی جانب سے کی گئی تھی آپ نے اس پر افسوس کا اظہار فرمایا اور فرمایا "قضاء اللہ خیر" اللہ کے حکم میں بہتری ہے۔

مکہ میں پرامن تسلط اور قتل و غارت سے اجتناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تسلط مکہ پر اس خوبی اور پرامن طریقہ سے ہوا کہ قدیم اسلامیات کے محقق افراد میں سے بعض کی رائے ہے کہ مرالظہران کے مقام مکہ میں داخلہ سے پہلے کفار مکہ اور رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے باہم مصالحت ہو چکی تھی اور کفار مکہ نے اس صلح نامہ کے ذریعہ سے مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کر دیا تھا۔ فتح الباری میں جہاں یہ قول نقل کیا گیا ہے وہاں لکھا ہے:

"ويمن على اهلها ويترك لهم دورهم وغنائمهم لان قسمة الارض المغنومة ليست متفقا عليه بل الخلاف ثابت عن الصحابة"[2]

اور وہاں کے باشندوں پر احسان کیا اور اُن کے واسطے اُن کے مکانات اور اُن کے غنائم چھوڑ دئے اور مال غنیمت کی طور پر زمین کی تقسیم متفق علیہ نہیں ہے بلکہ صحابہ سے اس کے خلاف ثابت ہے۔"

فتح الباری نے مکہ والوں کے مال پر قبضہ نہ کرنا اور اُن کے گھر اور مال و دولت مکہ والوں کے قبضہ میں چھوڑ دینا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریق کار کو قرآن مجید کی اس آیت کی تعمیل پر محمول کیا ہے:

---

۱ صحیح بخاری باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح

۲ فتح الباری " " " " " "

"وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰہُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِ الْعَاکِفُ فِیْهِ وَالْبَادِ"
"اور مسجد حرام وہ جو ہم نے اُس کو مقرر کیا لوگوں کے واسطے برابر ہیں اُس میں رہنے والے اور باہر سے آنے والے"

علامہ شبلی سیرۃ النبی[1] میں لکھتے ہیں "کفار مکّہ نے تمام مہاجرین کے مکانات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب وقت تھا کہ اُن کو اُن کے حقوق دلائے جاتے لیکن آپ نے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنے مملوکات سے دست بردار ہو جائیں۔"

فتح الباری[2] میں اشتہاریان قتل کے متعلق بڑے تجسس سے آٹھ نو نام جمع کیے گئے ہیں جن میں سے صرف (۱) عبدالعزیٰ ابن خطل (۲) حویرث ابن نقید (۳) مقیس ابن صبابہ (۴) قریبہ مغنیہ۔ ان چار مجرموں کا قتل کیا جانا بیان کیا گیا ہے ان میں سے ابن خطل اور مقیس یہ دونوں قتل کے جرم کے مرتکب تھے اور قصاص میں قتل کئے گئے، اور حویرث اور قریبہ کے متعلق لکھا ہے کہ حویرث نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذائیں پہونچائی تھیں اس کو حضرت علیؓ نے قتل کر دیا اور قریبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی ہجو گایا کرتی تھی اس لیے قتل کر دی گئی مگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذائیں دیے جانے کی پاداش میں قتل کیے جانے کے متعلق علامہ شبلی نعمانی نے خوب لکھا ہے کہ "اُس جرم کا مجرم تو سارا مکّہ تھا کفّار قریش میں سے بجز دو چار کے کون تھا جس نے آں حضرت صلعم کو سخت سے سخت ایذائیں نہیں دیں۔" پھر اس مقام پر حاشیہ میں علامہ شبلی نعمانی نے لکھا ہے "عام ارباب سیرت نے دس شخصوں کے نام لیے ہیں ابن اسحاق نے آٹھ نام گنائے ہیں، ابوداؤد اور دارقطنی کی روایت میں صرف چھ ہیں بخاری

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول فتح مکہ۔

[2] فتح الباری باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح

میں صرف ابن خطل کا واقعہ مذکور ہے اس سے ظاہر ہوگا کہ تحقیق کا دائرہ جس قدر وسیع ہوتا جاتا ہے اُسی قدر تعداد کم ہوتی جاتی ہے۔" بہر حال اشتہاریان قتل کی تعداد چار ہو یا تین ہو یا ایک ہو "فتح مکہ" کے موقع پر اس قدر قلیل تعداد ہے کہ مارشل لا فوجی قانون کے ماتحت فاتحانہ داخلہ کی صورت میں حیرت انگیز ہے۔ پھر یہ لوگ بھی قتل کیے گئے تو جرائم کی پاداش میں قتل کیے گئے نہ کہ مارشل لا یا فوجی قانون کے ماتحت یہ فاتحانہ داخلہ افواج کی تاریخ میں عدیم المثال واقعہ ہے۔

خطبۂ فتح اور خاندانی غرور اور منافرت سے اجتناب کے احکام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں ایک عام مجمع کے سامنے ایک تقریر فرمائی۔ اس تقریر کی نسبت علامہ شبلی نعمانی[1] لکھتے ہیں "شاہنشاہی اسلام کا یہ پہلا دربار عام تھا خطبۂ سلطنت یعنی بارگاہِ احدیت کی تقریر خلافت الٰہی کے منصب سے رسول اللہ صلعم نے ادا کی جس کا خطاب صرف اہل مکہ سے نہیں بلکہ تمام عالم سے تھا" آپ کی تقریر یہ ہے:

"لا اله الا الله وحده لا شريك له	"ایک خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے
صدق وعده ونصر عبده	اُس کا کوئی شریک نہیں ہے اُس نے اپنا وعدہ
هزم الاحزاب وحده الا كل	سچا کیا، اُس نے اپنے بندہ کی مدد کی اور
ماثرة او دم او مال يدعى فهو	تمام جتھوں کو تنہا توڑ دیا۔ ہاں تمام مفاخر
تحت قدمى هاتين الا سدانة	تمام انتقامات خوں بہا قدیم تمام خوں بہا
البيت وسقاية الحجاج	سب میرے قدموں کے نیچے ہیں صرف حرم کعبہ
يا معشر القريش ان الله	کی تولیت اور حجاج کی آب رسانی اس سے
قد اذهب عنكم نخوة الجاهلية	مستثنیٰ ہیں۔ اے قوم قریش! اب جاہلیت کا
وتعظمها بالآباء	غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا تمام

[1] سیرۃ النبی جلد اول فتح مکہ

الناس من آدم و آدم من تراب
یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر
و انثی و جعلنکم شعوبا
و قبائل لتعارفوا ان
اکرمکم عند اللہ اتقکم
ان اللہ علیم خبیر"

لوگ آدمؑ کی نسل سے ہیں اور آدمؑ مٹی سے
اے لوگو! میں نے تم کو مرد اور عورت سے
پیدا کیا اور تمھارے قبیلے اور خاندان بنائے
کہ آپس میں ایک دوسرے سے پہچان لیے جائیں
حقیقت میں اللہ کے نزدیک تمھارا سب سے
بڑا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔"

اس تقریر کا پچھلا حصہ قرآن کی آیت ہے جس میں صاف کر دیا گیا ہے کہ کرامت اور بزرگی اور فضیلت خاندان اور قبیلوں میں نہیں ہے بلکہ اتقا اور پرہیزگاری میں ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہوگا وہی بڑا آدمی ہے خواہ اُس کا تعلق کسی خاندان یا کسی قبیلہ سے ہو۔ یہی حضور صلعم کی تقریر کا نچوڑ ہے کہ خاندانی غرور اور آبائی عظمت کا خیال ترک کر دیا جائے اس سے عالم انسانیت کے اتحاد میں رخنہ پیدا ہوتا ہے اور انسانی سلامتی اور امن میں زلزلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ غور کرو کس درجہ امن عالم کے واسطے مفید ہدایت ہے جو اس تقریر مقدس میں درخشاں ہے اگر دنیا مختص القومی غرور اور نخوت سے باز آجائے تو جنگ و جدل کا جذبہ مفقود ہو جائے غور کرو تو آج یہی تمام لڑائی جھگڑے اور جنگ و پیکار کی بنیاد یہی مختص القومی نخوت ہے جس کی بابت حضور رحمۃ للعالمین نے اس تقریر میں منع فرمایا ہے اور کلام الٰہی کے ذریعہ سے بتایا ہے کہ تمام انسان مرد و عورت سے پیدائش کے ذریعہ سے ایک ہیں بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

عفو و رحمت اور اخلاق

روضۃ الصفا میں ہے کہ خطبہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صنادید قریش اور عظماء مکہ سے فرمایا:

"ما تقولون و ما تظنون" "تم لوگ کیا کہتے ہو اور کس خیال میں ہو"

مکہ والوں نے جواب دیا :

"نقول خیرا ونظن خیرا اخ کریم ابن اخ کریم قد قدرت علینا	"ہم اچھا کہتے ہیں اور خیر کے امیدوار ہیں مہربان بھائی کا بیٹا ہم پر قدرت حاصل کر چکا ہے"

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"انی اقول کما قال اخی یوسف لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ - اذهبوا وانتم الطلقاء"	"میں وہی کہتا ہوں جیسا کہ میرے بھائی یوسف نے کہا تھا کہ تم پر آج کچھ الزام نہیں ہے اللہ تمھاری مغفرت کرے وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ تم لوگ جاؤ تم سب کے سب آزاد ہو"

خطبہ کے بعد نماز کا وقت آگیا سرکار دوعالم نے حضرت بلال کو حکم دیا حضرت بلالؓ نے اذان کہی حارث ابن ہشام اور حکم ابن عاص وغیرہ کفار مکہ میں سے جو اس وقت موجود تھے انھوں نے چپکے چپکے نامناسب کلمات کہے اور بہت جز بز ہوئے۔ مگر اللہ کے فضل سے اخیر میں حارث اور حکم دونوں مسلمان ہو گئے اور صحابہ کے مقدس گروہ میں داخل ہو گئے۔

بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا اسلامی تاریخ کا ہر طالب علم ابوجہل سے واقف ہے کہ یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہمراہی مسلمان اور اسلام کے دشمنوں کی پہلی صف میں تھا اس ابوجہل نے حضور صلعم کی ذات اقدس کو ناقابل برداشت ایذائیں پہونچائیں مسلمانوں پر سنگین مظالم کئے اور اسلام کی تباہی اور بربادی کے واسطے ریشہ دوانی اور تدابیر میں ہمیشہ مصروف رہا یہاں تک کہ سنہ ۲ ہجری میں جنگ بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ میں لڑتے ہوئے مارا گیا مگر اسلام کے مقابلہ میں دشمنی سے باز نہ آیا۔ ابوجہل کے بعد اس کا بیٹا عکرمہ اسلام کی دشمنی میں

اپنے باپ کے قدم بقدم چلا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فتح مبین سے حضور صلعم کو بہرہ اندوز فرمایا اور عکرمہ ابن ابوجہل ڈر کے مارے مکّہ سے بھاگ کر یمن چلا گیا۔ عکرمہ کا بی بی ام حکیم اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گئی اور حضور رحمۃ للعالمین سے اپنے خاوند کی جان بخشی کی درخواست کی جو فوراً منظور ہو گئی اور ام حکیم اپنے خاوند عکرمہ ابن ابوجہل کو لے کر سرکارِ نبوی میں حاضر ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عکرمہ ابن ابوجہل کو دیکھکر اس قدر خوش ہوئے کہ کھڑے ہو گئے اور چادرِ مبارک گر گئی اور عکرمہ ابن ابوجہل نے حضور صلعم کے دست مبارک پر بیعت کی اور مسلمان ہو کر حضرت عکرمہ ابن ابوجہل کے نام سے صحابۂ کرام کی جماعت میں داخل ہو گئے۔ حضرت عکرمہ ابن ابوجہل کے حالات کا یہ خلاصہ اسد الغابہ سے لیا گیا ہے اس موقع پر ایک خاص واقعہ اسد الغابہ کے الفاظ میں یہاں لکھ دینا اخلاق رحمۃ للعالمین پر زیادہ روشنی ڈالے گا۔ ابن اثیر لکھتا ہے۔

" ولما اسلم کان المسلمون یقولون هٰذا ابن عدو الله ابی جهل فساءه ذلك فشکیٰ الیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال النبی صلی الله علیه لاصحابه لا تسبوا اباه فان سب المیت یوذی الحی "

" جب کہ وہ (عکرمہ) مسلمان ہو گیا تو مسلمان کہنے لگے یہ اللہ کے دشمن ابوجہل کا بیٹا ہے اور یہ اُس کو بُرا معلوم ہوا اور اُس نے رسول اللہ صلعم سے شکایت کی حضور صلعم نے صحابہ سے فرمایا اس کے باپ کو بُرا مت کہو اس لیے کہ مُردہ کو بُرا کہنے سے زندہ کو ایذا ہوتی ہے "

کیسا پیارا اخلاق ہے اور کتنا بلند اخلاق ہے کہ ابوجہل جیسے دشمن کو بُرا کہنے کی حضور رحمۃ للعالمین صحابہ کو ممانعت فرماتے ہیں۔ صرف اُس کے بیٹے کی دل جوئی کے واسطے اور سب کے واسطے اصول مقرر فرماتے ہیں کہ "مردہ کو بُرا کہنے سے زندہ کو ایذا ہوتی ہے" اور مردہ بھی دشمن اسلام کا فر مردہ۔ یہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان اخلاق اللھم صل علیٰ محمد و بارک وسلم

شراب فروشی کی حرمت

فتح مکہ کے زمانہ تک شراب خوری حرام ہو چکی تھی مگر شراب فروشی حرام نہیں تھی اور مسلمان غیر مسلموں کے ساتھ یہ تجارت کرتے تھے مگر اسلامی اصلاحیں صرف غیر مسلموں تک محدود نہیں ہیں بلکہ ان کا اصلی منشا عالم انسانیت کی اصلاح ہے۔ اس لیے فتح مکہ کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب فروشی کی حرمت کے احکام جاری فرما دیے تاکہ مسلمان اعانت مجرمانہ کے جرم سے محفوظ رہیں یقینی شراب نوشی جرم ہے اور شراب فروش اس جرم کی امانت کا مجرم ہوتا ہے جس کو فتح مکہ کے موقع پر حرام فرما کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم انسانیت پر ایک اور احسان کیا۔

چور کی قرآنی سزا اور قانون کی تعمیل پر سختی سے اصرار اور سفارش پر اظہار ناراضی

چور کی سزا قرآن مجید میں ہاتھ کاٹ دینا مقرر کی جا چکی تھی

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا اَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۔ (المائدہ)

"اور چور اور چورٹی پھر کاٹو ہاتھ ان دونوں کے یہ ان کے کیے کی سزا ہے عبرت اللہ کی طرف سے"

فتح مکہ کے موقع پر حضور صلعم کا قیام ابھی مکہ میں تھا کہ ایک عورت چوری کے جرم میں گرفتار ہوئی اور مقدمہ حضور کے روبرو پیش ہوا۔ حضرت اسامہؓ بن زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے صحابہ میں سے تھے مجرمہ کے قوم کے لوگ حضرت اسامہؓ کے پاس آئے کہ سفارش کرکے اس کی سزا معاف کرا دیں۔ اسامہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سفارش کی حضور صلعم کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور فرمایا:

"اتکلمنی فی حد من حدود اللہ" "کیا تو اللہ کی سزاؤں میں سے ایک سزا کے متعلق مجھ سے بات کرتا ہے"

پھر اسامہؓ نے عرض کیا: استغفرلی یارسول اللہ "یارسول اللہ صلعم مجھے معافی دیجیے"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے تقریر فرمائی ۔
صحیح بخاری میں اس موقع پر ہے :

"قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیبا فاثنی علی اللہ بما ھو اھلہ ثم قال اما بعد فانما اھلک الناس قبلکم انھم کانوا اذا سرق فیھم الشریف ترکوہ واذا سرق فیھم الضعیف اقاموا علیہ الحد والذی نفس محمد بیدہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا۔ ثم امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلک المرأۃ فقطعت یدھا

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے ہوئے کھڑے ہوئے۔ پھر آپ نے اللہ کی ثنا کی جیسی اس کی شان کی شایاں تھی پھر آپ نے فرمایا اس کے بعد درحقیقت تم سے پہلے لوگ برباد ہو گئے وہ یہ کرتے تھے کہ جب اُن میں سے کوئی شریف چوری کرتا تھا تو اُس کو چھوڑ دیتے تھے اور جب کہ اُن میں کوئی ضعیف چوری کرتا تھا تو اُس پہ حد یعنی سزا جاری کرتے تھے اور قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر (نعوذ باللہ) فاطمہ بنت محمدؐ چوری کرے تو یقینی اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ پھر رسول اللہ صلعم نے حکم دیا اور اُس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔"

یہ ہے انصاف اور یہ ہے مال کی سلامتی کا انتظام ۔

مکہ والوں میں سے امیر مکہ

سیرۃ النبی میں ہے کہ "مکہ معظمہ میں آں حضرت صلعم کا قیام پندرہ دن تک رہا جب یہاں سے روانہ ہوئے تو حضرت معاذ ابن جبل کو اس خدمت پہ مقرر کرتے گئے کہ لوگوں کو اسلام کے مسائل اور احکام سکھائیں" اور عتاب ابن اسید کو امیر مکہ مقرر فرمایا جو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے (دیکھو اسد الغابہ عتاب ابن اسید کا حال) عتاب بنی امیہ میں سے تھے اور مکہ کے رہنے والے تھے

دیکھو! والیٔ مکہ خود مکّہ کے رہنے والوں میں سے مقرر کیا جاتا ہے کسی پردیسی کو نہیں!

تیسری فصل

جنگِ حنین، جنگِ اوطاس اور جنگِ طائف

جنگِ حنین کے مقامات، اس کے اسباب اور جنگی تیاری اور ایک صحابی کا استعجابی کلمہ جنگی انتظام کے لیے قرضہ اور مستعار ہتھیار۔ دونوں طرف کی فوجیں میدانِ جنگ میں، ان کا مقابلہ، مسلمان لشکر میں بھگدڑ، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی دلیرانہ استقامت اور نزولِ سکینہ مشرکین کو شکست۔ جنگِ اوطاس۔ جعرانہ میں مالِ غنیمت اور اسیرانِ جنگ۔ طائف کا محاصرہ۔ جعرانہ میں دشمن ثقیف کے وفد کی حاضری اور درخواست اور عفو رحمۃ للعالمین، اسیران جنگ کی رہائی مالِ غنیمت کی تقسیم اور اس میں مؤلفۃ القلوب اور اہلِ طائف کا حصہ انصار کا احتجاج اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اُن کی تسکین اور انصار کی رضامندی۔ طائف اور اُس کے حوالی مقامات ہمیشہ کے لیے اسلام کے مقدس شہروں میں۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ۝ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ

"اور حنین کے دن جب وقت تم کو اپنی کثرت پر تعجب ہوا تھا پھر تم کو کوئی چیز فنی نہیں کر سکی اور تنگ ہو گئی زمین تم پر باوجودے کہ کشادہ تھی پھر لوٹ پڑے تم لوگ پیٹھ پھیر کر پھر اُتاری

سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورہ توبہ)

اللہ نے تسکین اپنی اپنے رسول پر اور مومنین پر اور اتارے وہ لشکر جن کو تم لوگ نہیں دیکھتے تھے اور عذاب دیا اُن لوگوں کو جو کافر تھے اور یہ کافروں کی جزا ہے۔ پھر آگا اللہ اس کے بعد جس پر وہ چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"

سورۂ توبہ کی یہ آیت ہے جس کو صحیح بخاری میں غزوۂ حنین کے باب کا عنوان بنایا گیا ہے۔

جنگ حنین کے مقامات اس کے اسباب اور جنگی تیاری اور ایک صحابی کا استعجابی کلمہ

طائف حجاز کا مشہور شاداب اور ٹھنڈا مقام ہے جہاں باغات کثرت سے ہیں اور میوہ جات کی افراط ہے اور جہاں اکثر مکہ کے امراء گرمیاں بسر کرتے ہیں اور یہ مقام حجاز کے زبردست قبیلوں ہوازن اور ثقیف کا دارالمستقر رہا ہے۔ حنین طائف سے ملحق ایک وادی ہے جو طائف اور مکہ کے درمیان مکہ سے عرفات کی جانب کچھ اوپر دس میل کے فاصلہ سے واقع ہے۔ اوطاس وہ مقام ہے جہاں ہوازن اور ثقیف کی شکست خوردہ فوج نے پناہ لی تھی اور اس مقام پر ایک مختتم جنگ ہوئی تھی جس کے بعد ہمیشہ کے واسطے بالآخر خطۂ طائف بلادِ اسلامیہ میں شامل ہو گیا۔

جنگ حنین کے اسباب کے متعلق فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ طائف کے ایک رئیس مالک ابن عوف نضری نے ہوازن اور ثقیف قبیلوں کا ایک زبردست لشکر اس لیے جمع کیا کہ مسلمانوں سے جنگ کی جائے اور اس مقام پر فتح الباری میں عروہ کا ایک خط ولید کے نام نقل کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

لہ فتح الباری باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم

"تم اپنے خط میں مجھ سے فتح کے قصہ اور مکہ کے قیام کے زمانہ کے متعلق دریافت کرتے ہو۔ بات یہ ہے کہ فتح کے بعد مکہ میں زیادہ سے زیادہ آدھے مہینا قیام ہوا ہوگا کہ معلوم ہوا کہ ہوازن اور ثقیف اپنے رئیس عوف ابن مالک کی سرکردگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے واسطے حنین تک آگئے ہیں"

واقعہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے انتظام میں مصروف تھے کہ آپ کو طائف کی طرف سے ہوازن اور ثقیف کی فوج کشی کے انتظامات کا حال معلوم ہوا۔ اس پر حضور صلعم نے اپنے ایک صحابی عبداللہ ابن ابی حدرد[1] کو مامور فرمایا کہ وہ خود جاکر خفیہ طریقہ سے دشمن کے جنگی انتظامات کا پتہ لگائیں یہ حکم پاکر مقدس جاسوس اپنے کام پر روانہ ہوگئے اور واپس آکر ہوازن اور ثقیف کی جنگی تیاری اور ساز وسامان کی افراط سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اطلاع پیش کی یہ سنکر آپ مسکرائے اور فرمایا کہ انشاء اللہ کل کو یہ ساز وسامان غنیمت میں مسلمانوں کو ملے گا۔

دشمن کی تیاری کی اطلاع پاکر ضروری ہوگیا کہ دشمن کے حملہ آور ہونے کی اس طرح روک کی جائے کہ آگے بڑھکر خود دشمن پر حملہ کردیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انتظام کیا اور فتح الباری کی تحریر کے بموجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار لشکر جرار کے ساتھ آخری دو دن رمضان ۸ھ میں باقی تھے کہ حنین کی جانب روانہ ہوگئے اس لشکر کے علاوہ آپ کے ساتھ طلقاء بھی تھے یعنی مکہ کے وہ غیر مسلم جن کو فتح مکہ کے بعد معافی دی جاچکی تھی جن کی تعداد سیرۃ النبی میں دو ہزار بتائی گئی ہے۔ اسلام کا لشکر حنین کی جانب بڑی شان و شوکت سے روانہ ہوا جس کو دیکھکر ایک مسلمان کی زبان سے بے ساختہ

---

[1] فتح الباری باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم

نکل گیا کہ "آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے" اور یہ غرور کا کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شاق گزرا۔

جنگی انتظام کے لیے قرضہ اور مستعار ہتھیار

جنگ حنین وہ جنگ ہے جس کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دولت مند صحابی عبداللہ ابن ربیعہ رضؓ سے تیس ہزار درہم قرض لیے اور یہ رقم حنین کے جنگی اہتمام میں صرف کی گئی اور اس طرح اسلامی خلافت میں عندالضرورت قومی قرضہ کی بنیاد پڑی اسی طرح مکہ کے ایک غیر مسلم رئیس صفوان ابن امیہ سے حضور صلعم نے ایک سو زرہیں اور اُس کے لوازمات مستعار لیے۔

دونوں طرف کی فوجیں میدان جنگ میں، ان کا مقابلہ مسلمان لشکر میں بھگدڑ رسول اللہ صلعم کی دلیرانہ استقامت اور نزول سکینہ مشرکین کو شکست

طائف کے مشرکین کا لشکر میدان جنگ میں پہلے پہونچ لیا تھا اور مناسب جنگی مقامات پر قابض ہو لیا تھا۔ اس لشکر کا ہوازن قبیلہ تیر اندازی کے فن میں مشہور قادر انداز تھا۔ میدان جنگ میں پہونچکر اس کے مختلف دستے مسلمان لشکر کی شاہراہ پر جا بجا گھاٹیوں اور پہاڑیوں میں متعین کر دیے گئے تھے۔ مشرک لشکر کی صف بندی نہایت عمدہ طریقہ سے کی گئی تھی آگے لشکر تھا اُس کے پیچھے عورتیں تاکہ ان کی موجودگی میں ان کی حفاظت کے خیال سے لشکر کا جوش قائم رہے۔ عورتوں کے پیچھے غنائم مال اسباب وغیرہ تھا۔ مسلمان لشکر میدان جنگ میں اس کے بعد پہونچا اور مسلمانوں کے لشکر نے علی الصباح مشرکین کے لشکر پر حملہ کر دیا مسلمانوں کا رُخ زیادہ تر مال غنیمت کی طرف تھا وہ جوش میں بڑھے چلے جا رہے تھے اُن کو گھاٹیوں اور پہاڑیوں کے دشمن کے دستوں کی خبر نہ تھی کہ ایک طرف مسلمانوں کی رفتار کو مشرکین کی صف بستہ فوج نے آگے سے روکا اور دوسری طرف پہاڑیوں گھاٹیوں کی طرف سے مسلمانوں پر تیروں کی بوچھار شروع ہو گئی اس زبردست

۱؎ سیرۃ النبی جلد اول جنگ حنین۔

مقابلہ کے سبب سے طلقاء اور دوسرے ناتجربہ کار اسلامی لشکریوں کے پاؤں اُکھڑ گئے اور ایک قسم کی ابتری مسلمان لشکر میں پھیل گئی اور بھگدڑ پڑ گئی اور زیادہ سے زیادہ ایک سو آدمیوں کے سوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد وپیش تھے باقی سب اسلامی لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفید خچر پر سوار تھے۔ ابو سفیانؓ ابنِ حرب آپ کے خچر کی باگ پکڑے ہوئے تھے۔ عبداللہؓ ابن مسعود، عباسؓ ابن عبدالمطلب، فضلؓ ابن عباس، علیؓ ابن ابی طالب، اسامہؓ ابن زیدؓ، ابوبکرؓ اور عمرؓ وغیرہ آپ کے ہمراہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے چہرۂ مبارک سے ثبات، استقلال استقامت اور انتہائی شجاعت نمایاں تھی۔ حضور صلعم نے یہ حالت مشاہدہ فرمائی تو آپ نے اول وہ روحانی ہتھیار استعمال فرمایا جس کا وار کبھی خطا نہیں جاتا اور جو ہتھیار ایسے ہی نازک موقع پر جنگ اُحد میں استعمال فرمایا تھا یعنی آپ خچر سے اُتر پڑے اور آپ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی:

"اللّٰھم انزل نصرک" "الٰہی اپنی مدد نازل کر"

دعا سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر خچر پر سوار ہو گئے اور آپ نے انتہائی دلیری سے خچر کا رُخ مشرک لشکر کی طرف پھیر دیا اور نہایت بہادرانہ لہجہ میں یہ رجز پڑھتے ہوئے حضور صلعم دشمن کی فوج کی طرف بڑھے:

"انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب" "میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں"

اب کے حضور صلعم کے خچر کی لگام عباسؓ تھامے ہوئے تھے اور ابو سفیانؓ رکاب پکڑے ہوئے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباسؓ کو حکم دیا کہ اصحاب الشجرہ کو آواز دیں۔ حضرت عباسؓ کی آواز بہت بلند تھی انھوں نے بلند آواز سے کہا کہ

---

۵ فتح الباری باب یوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم

"اصحاب الشجرہ کہاں ہیں؟" یہ نعرہ سن کر اصحاب الشجرہ پلٹ پڑے۔ عباسؓ نے کہا جاتے کہاں ہو۔ دشمن سے لڑو۔ ان کی نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی کہ آپ دشمن کی طرف خچر بڑھائے چلے جا رہے ہیں۔ اب مہاجرین اور انصار بھی پلٹ پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خچر سے اترے اور آپ نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر[لھ] دشمن کے لشکر کی طرف پھینکی۔ اور یکایک اسلام کا لشکر دشمن فوج پر ٹوٹ پڑا۔

"اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا" "اتاری اللہ نے تسکین اپنے رسول پر اور مومنین پر اور اتارا لشکر جس کو تم نہیں دیکھتے"

جنگ کا پانسہ مسلمانوں کے حق میں پلٹ گیا۔ مسلمان کفار کی فوج پر غالب آگئے اور مشرکین کی فوج بہت سا سامانِ جنگ میدان میں چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی اور حضور صلعم کا ارشاد کہ "یہ سامان کل مسلمانوں کا ہوگا" صادق آیا۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ "شکست خوردہ فوج ٹوٹ پھوٹ کر کچھ اوطاس میں جمع ہوئی اور کچھ طائف میں جا کر پناہ گزیں ہوئی جس کے ساتھ سپہ سالارِ لشکر مالک ابن عوف بھی تھا۔"

جنگِ اوطاس

درید ابن صمہ قبیلہ ہوازن کا ایک تجربہ کار اور مسن شخص تھا اس کی عمر سو برس سے زائد تھی مالک ابن عوف کے ساتھ یہ بھی طائف کی مشرک فوج کا سپہ سالار تھا میدان سے بھاگی ہوئی فوج کو اس نے اوطاس میں جمع کیا تاکہ ایک مرتبہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں میدانِ کارزار گرم کرے۔ حضور صلعم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ابو عامر اشعری کے ماتحت ایک لشکر اوطاس کو روانہ فرمایا۔ دونوں لشکروں کے باہم اوطاس کے میدان میں جنگ ہوئی اول ہلہ میں مسلمان لشکر کے سپہ سالار ابو عامر اشعری شہید ہو گئے۔

[لھ] فتح الباری باب یوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم

اُن کی شہادت کا یہ قصہ ہے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کا بیان[۱] ہے کہ ابو عامر اشعری ابو موسیٰ کے چچا تھے۔ اوطاس کے لشکر میں حضرت ابو موسیٰ اشعری بھی تھے ابو عامر لڑائی میں مصروف تھے کہ دشمن کے لشکر کی طرف سے ایک تیر آیا جس سے ابو عامر کے گھٹنے پر سخت ضرب آئی اور وہ گر گئے۔ ان کا قاتل سلمہ[۲] ابن ورید ابن صمہ تھا۔ جس نے ابو عامر اشعری کے ہاتھ سے علم لے لیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری آگے بڑھے اور ابو عامر کے پاس آئے اُنھوں نے اپنے قاتل کی طرف اشارہ کیا ابو موسیٰ نے لپک کے سلمہ کو قتل کر دیا اور اسلام کا علم اپنے قبضہ میں کیا۔ پھر ابو موسیٰ ابو عامر کے پاس آئے اور اُن سے کہا کہ تمھارا حملہ آور مارا گیا۔ اُنھوں نے کہا کہ اچھا میرے زخم سے تیر نکالو۔ پھر کہا کہ اے بھتیجے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنا کہ میرے واسطے دعا کریں اِدھر اُن کے زخم سے تیر کھینچا گیا اور وہ شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عامر کو شہید فرمایا۔

مسلمان لشکر میں ربیعہ[۳] ابن رفیع ایک بہادر سپاہی تھے اُنھوں نے درید ابن صمہ کو جا پکڑا اور اُس کے ہاتھ مارا جو اوچھا پڑا۔ درید ابن صمہ نے کہا کہ "تو کون ہے؟" بہادر نے کہا کہ "میں ربیعہ ہوں اور تجھے قتل کروں گا"۔ ابن صمہ نے کہا کہ "کیسی کند تلوار تیری ماں نے تیری کمر سے باندھی ہے لے یہ میری تلوار اور جب تو اپنی ماں کے پاس جائے تو اُسے اطلاع کر دینا کہ میں نے ابن صمہ کو مار ڈالا"۔ ربیعہ ابن رفیع نے اب کے ہاتھ مارا تو درید ابن صمہ کا کام تمام تھا۔ مشرکین کے سپہ سالار کا مارا جانا تھا کہ اوطاس کی جنگ مسلمانوں کے حق میں ختم ہو گئی۔

---

[۱] صحیح بخاری غزوۂ اوطاس [۲] فتح الباری غزوۂ اوطاس

[۳] اسد الغابہ ربیع ابن رفیع کا حال

ربیعہ ابن رفیع نے درید ابن صمہ کے قتل کر دینے کی اطلاع اپنی والدہ کو کی اُن کی والدہ نے کہا کہ درید نے تیری تین مائیں آزاد کی تھیں۔

18

جعرانہ میں مالِ غنیمت اور اسیرانِ جنگ ایک مقام جعرانہ مکہ اور طائف کے درمیان۔ مکّہ سے تقریباً اٹھارہ میل کے فاصلہ پر تھا یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین اور اوطاس کے اسیرانِ جنگ کی حفاظت کا انتظام فرمایا اور مالِ غنیمت محفوظ کیا گیا۔ فتح الباری میں اسیرانِ جنگ کی تعداد چھ ہزار عورتیں اور بچے بتائے گئے ہیں اور چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بھیڑ بکریاں لکھی ہیں۔

یہ انتظام کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکر کے ساتھ طائف کے محاصرہ کے واسطے تشریف لے گئے جہاں کفار کا لشکر پناہ گزین ہو گیا تھا۔

طائف کا محاصرہ طائف کی شادابی کے متعلق بتایا جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ طائف ایک نہایت مستحکم مقام تھا جس کے چاروں طرف مضبوط شہر پناہ تھی اسی کی مناسبت سے اُس کو طائف کہتے چلے آئے ہیں۔ حنین سے بھاگ کر ثقیف اور ہوازن طائف میں قلعہ بند ہو گئے تھے اور برس دن کا رسد کا سامان اُن کے پاس تھا۔ سیرۃ النبی میں ہے کہ طائف کے ماہرینِ فنِ جنگ منجنیق، دبابہ، ضبور ان آلات کے بنانے اور استعمال کرنے کے فن سے واقف تھے اور اُنھوں نے طائف کے قلعہ کے چاروں طرف منجنیقیں لگا دی تھیں۔ صحیح بخاری میں طائف کے محاصرہ کا زمانہ شوال ۸ھ ہجری لکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی فوج نے پہونچ کر طائف کا محاصرہ کر لیا۔ محصورین نہایت بہادری سے مقابلہ کرتے رہے۔ مسلمان لشکر کو یہ پہلا موقع تھا کہ اُن کے خلاف منجنیق وغیرہ یہ آلات استعمال کیے گئے۔ فتح الباری میں ہے کہ وہ لوگ مسلمانوں پر گرم لوہے کے ٹکڑے اور تیر برساتے تھے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ اس

جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں اِن کے بھائی عبد اللہ[1] ابن ابی امیہ مسلمان لشکر میں طائف کے محاصرہ میں شریک تھے قلعہ طائف کی آتش باری میں سے ایک تیر اُن کے لگا اور وہ شہید ہو گئے۔ قلعہ طائف کی طرف سے اس شدت سے آتش باری ہوئی کہ محاصرین پریشان ہو گئے اور صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ثقیف کی آتش باری نے پھونک دیا۔ اُن کے حق میں اللہ سے بددعا فرمائیے۔ رحمۃ للعالمین نے صحابہ کی درخواست پر دعا فرمائی تو یہ فرمائی۔

"اللّٰھم اھد ثقیفا[2]" "الٰہی ثقیف کو ہدایت کر"

یہ ہدایت کی دعا دورانِ محاصرہ میں دشمن کے واسطے ہے جب دشمن کی آتش باری سے تمام اسلامی لشکر پریشان تھا اس سے حضور صلعم کی رحمت و رافت کا پتہ لگتا ہے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

حضرت انسؓ کی ایک حدیث کے موافق جس کا حوالہ فتح الباری میں دیا گیا ہے طائف کا محاصرہ چالیس روز تک جاری رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوفل ابن معاویہ دیلی سے مشورہ کیا اُنھوں نے کہا کہ لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی ہے اگر اس کو چھوڑ بھی دیا جائے تو ہرج نہیں ہے چنانچہ محاصرہ اٹھا لیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[3] ۵۔ ذی قعدہ ۸ھ ہجری کو جعرانہ واپس تشریف لے آئے۔

---

[1] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ عبد اللہ ابن ابی امیہ کا حال

[2] فتح الباری شرح صحیح بخاری باب غزوۃ الطائف

[3] یہ تاریخ فتح الباری شرح صحیح بخاری باب غزوۃ الطائف میں ہے حضرت انس کی حدیث چالیس[4] دن کے محاصرہ کے متعلق بھی اس باب میں ہے مگر محاصرہ میں اختلاف چلا آتا ہے

جعرانہ میں دشمن ثقیف کے وفد کی آمد اور درخواست اور حضور رحمۃ للعالمین اور اسیران جنگ کی رہائی

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جعرانہ پہونچنے پر طائف سے ہوازن کے نو آدمیوں کا ایک وفد حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ ثقیف اور ہوازن کے اشراف میں سے تھے اور ان میں طائف کا نامور بہادر سپہ سالار مالک ابن عوف نصری بھی تھا جس کے متعلق حضور صلعم نے فرمایا تھا کہ "اگر مالک[1] ابن عوف میرے پاس مسلمان ہو کر حاضر ہو جائے تو اُس کو اُس کا مال اور اُس کے اہل واپس کر دیے جائیں گے"۔ اور ایک اور شخص قابل تذکرہ تھا جس کا نام زہیر ابن صرد سعدی تھا جو حضرت حلیمہ سعدیہ کے خاندان کا سرگروہ تھا اور جو اس وفد کے ساتھ بولنے والے کی حیثیت میں تھا۔ فتح الباری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر یہ لوگ "مسلمان[2] ہو گئے اور سب نے آپ کی بیعت کر لی"۔ اُن لوگوں نے کہا "یا رسول[3] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت ہم پر بلا پڑ گئی ہے اور یہ بات آپ پر پوشیدہ نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے تو ہم پر احسان کر"۔ اُن کا خطیب زہیر ابن صرد اٹھ کھڑا ہوا اور اُس نے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان قیدیوں میں تیری خالائیں ہیں، تیری پھوپیاں ہیں جن میں تو نے پرورش پائی ہے اور دودھ پیا ہے اگر ہم نے حارث ابن شمر اور نعمان ابن منذر کو دودھ پلوایا ہوتا اور پھر ہم سے کوئی درخواست لے کر اُن کے پاس جاتا جیسے کہ ہم تیرے پاس آئے ہیں تو یقینی اُمید سے زیادہ اُن کی مہربانیاں ہوتیں اور تو تو ہماری بہترین اُمید گاہ ہے"۔ اور پھر اُس نے اشعار پڑھے جن میں سے چند یہ ہیں:

---

[1] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ۔ مالک ابن عوف کا حال

[2] فتح الباری باب یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم

[3] ایضاً ایضاً ایضاً

اُمنن علینا رسول اللہ فی کرم فانک المرء نرجوہ وندّخر
رسول اللہ کرم سے ہم پر احسان کر تو ایسا ہے کہ ہم تجھ سے امید رکھتے ہیں

امنن علی نسوۃ قد کنت ترضعھا واذ یزنک ما تاتی وما تذر
تو ان عورتوں پر احسان کر جن کا تو نے دودھ پیا ہے اور جنھوں نے تجھے اس سے آراستہ کیا جو ان کے پاس تھا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی معروضات سُن کر فرمایا کہ تم لوگ اپنے اموال لوگے یا عورتیں اور بچے؟ وفد نے عرض کیا کہ بکری اونٹ لے کر کیا کریں گے ہم جنگی قیدیوں کی آزادی چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد سے ارشاد فرمایا کہ میں اپنا اور بنی مطلب کا حصّہ آزاد کرتا ہوں باقی کے متعلق جب تم اور لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو اُس وقت تم درخواست کرنا میں تمہاری سفارش کروں گا۔ اس کے بعد ظہر کا وقت ہوا اور لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز ادا کی۔ اس نماز میں ثقیف کا وفد بھی شریک ہوا اور نماز کے بعد ثقیف نے حاضرین سے درخواست کی کہ جنگی قیدی چھوڑ دیے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی ثقیف کے وفد کی درخواست کی سفارش کی اور اعلان فرمایا کہ آپ نے اپنے اور بنی مطلب کے حصّہ کے جنگی قیدی آزاد فرما دیے انصار نے اعلان کیا کہ اُنھوں نے اپنا حصّہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔ مہاجرین نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر باقی قبائل نے بھی یہ ہی اعلان کر دیا اور اس طرح سارے کے سارے جنگی قیدی آزاد ہو گئے اور بنی ثقیف کے وفد کی درخواست منظور ہو گئی۔

یہاں خاص کر یہ امر قابلِ غور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خالص جنگی سیاسی معاملہ نماز کے بعد طے فرمایا اور یہ سنّت نبوی مسلمانوں کے واسطے اسوۂ حسنہ کی حیثیت میں ہمیشہ کے واسطے باقی رہ گئی اور ایک دوسری اسوۂ حسنہ

قومی مہمات کی حالت میں یہ چھوڑی کہ بغیر قوم کے مشورہ کے آپ نے وفد سے کوئی وعدہ نہیں فرمایا۔

مال غنیمت کی تقسیم اور اس میں مؤلفۃ القلوب اور اہل طائف کا حصّہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی قیدیوں کی آزادی تک اپنی بے مثل کرمت کو محدود نہیں فرمایا بلکہ مال غنیمت میں سے مالک ابن عوف سپہ سالار افواج ثقیف کا سارے کا سارا[1] مال اُس کو عطا فرما دیا اور اُس کے قیدی تو چھوڑ ہی دیے تھے بلکہ ایک سو[2] اونٹ اُس کو اور عطا فرمائے۔ یہ ہے دشمن کے ساتھ میدان جنگ میں سلوک کی بے مثل مثال !! - مابقی مال غنیمت زیادہ تر آپ نے اُن نومسلموں کو عطا فرمایا جو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے تھے اور جن کو "مولفۃ القلوب" کہا گیا ہے اور ایسوں کو دینا خاص شرعی حکم قرار پا گیا۔ یہاں تک کہ فتح الباری میں ہے کہ مال غنیمت میں سے اُن کفار کو بھی دیا گیا جو جنگ میں مسلمانوں کی طرف شریک تھے اور جو فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کے لشکر میں آئے تھے فتح الباری کے الفاظ یہ ہیں :

"وقیل کان فیھم من لم یسلم بعد کصفوان ابن امیہ"	"اور کہا گیا ہے کہ اُن میں ایسے بھی تھے جو مسلمان نہیں ہوئے مثل صفوان ابن اُمیہ کے"

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکرمت محدود نہ تھی جو مال غنیمت کی تقسیم میں ظاہر ہوئی۔ صفوان ابن امیہ[3] بعد کو مسلمان ہو گئے۔

تقسیم مال غنیمت میں ابوسفیان کے گھرانے کو سب سے زیادہ حصّہ دیا گیا وہ ابوسفیان جو ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن رہا تھا اور جو فتح مکہ کے زمانہ میں

---

[1] و [2] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ مالک ابن عوف کا حال

[3] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ صفوان ابن امیہ ابن خلف کے حالات میں صاف لکھا ہے کہ تقسیم مال غنیمت تک صفوان مسلمان نہیں تھے بعد کو مسلمان ہو گئے۔

مسلمان ہوا تھا جس کو مہینا بھر کا عرصہ بھی نہیں ہوا تھا اُس ابوسفیان کے گھرانے کو مال غنیمت میں سے تین سو اونٹ اور ایک سو بیس اوقیہ چاندی دی گئی اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر درگزر عفو اور انتہائی فیاضی اور مکرمت کا پتہ چلتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ "کینہ" اس سے حضور صلعم کو دُور کی بھی کوئی نسبت نہ تھی یہ مقدس اسوۂ حسنہ کاش مسلم اختیار کرے تو پھر تو اسلامی بھائی چارہ کا اصلی مزہ آجائے۔

انصار کا احتجاج اور رسول اللہ صلعم کی طرف سے اُن کی تسکین اور انصار کی رضامندی

مال غنیمت سے انصار کو کچھ نہیں دیا گیا اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ اور طائف والوں کی تالیف قلوب کرنا تھی اس پر انصار نے احتجاج کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو دیا اور ہم کو چھوڑ دیا۔ حالاں کہ ہماری تلواروں سے ابھی خون ٹپک رہا ہے اس کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو اپنے قبہ میں طلب فرمایا جہاں انصار کے سوا، اور کوئی نہیں تھا جب یہ لوگ آگئے تو رسول اللہ صلعم نے جو سنا تھا اُن سے فرمایا کہ کیا تم نے ایسا ایسا کہا ہے انصار کے فقہا اور رؤسا نے کہا کہ "ہم نے تو کچھ کہا نہیں ہاں ہمارے لوگوں نے کہا کہ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف فرمائے اُنھوں نے قریش کو تو دیا اور ہم کو چھوڑ دیا حالاں کہ ہماری تلواروں سے خون ٹپک رہا ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں نے ایسے لوگوں کو دیا ہے جو کفر سے آئے ہیں تاکہ ان کی تالیف قلوب ہو۔ کیا تم لوگ اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اپنے اموال لے کر جائیں اور تم لوگ اپنے اسباب میں اپنے نبی کو لے کر جاؤ۔" انصار نے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ہم اس پر راضی ہیں۔

طائف اور اس کے حوالی مقامات ہمیشہ کے لیے اسلام کے مقدس شہروں میں

جنگ حنین و طائف کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ طائف جو حرم محترم کے اس قدر پاس ہمیشہ سے فتنہ و فساد کا مخرج بنا ہوا تھا اور جہاں کے مغرور باشندوں نے ہجرت سے پہلے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کو ناقابل برداشت ایذا پہونچائی تھی جس کی تفصیل اس کتاب کے حصّہ مولود ہمایوں میں بتائی جا چکی ہے وہ طائف اللہ کے فضل و کرم سے ہمیشہ کے واسطے انشاء اللہ تعالیٰ اسلام کے مقدّس شہروں کے زمرہ میں داخل ہو گیا جہاں شہداء جنگ حنین اور اوطاس اور طائف کا مقدّس خون ہمیشہ زائرین کی توجہ کو اپنی جانب کھینچتا رہے گا۔ اور ناچیز راقم کو فخر ہے کہ اس مقدّس شہر طائف میں اس ہیچ مداں کے والد نواب غازی حاجی فیض احمد خاں شروانی ہندی رحمۃ اللہ علیہ مہاجر کا پاک جسم آرام کر رہا ہے۔

اللھم الرحم علیہ وعلینا۔

چوتھی فصل

صاحبزادہ ابراہیم کی پیدائش اور وفات

اور

سورۂ کوثر کا نزول

صاحبزادہ ابراہیم کی پیدائش اور وفات اور اس کے مراسم۔ سورج گرہن کے اثرات اور اس پر حضور صلعم کا ارشاد۔ صاحبزادہ ابراہیم کی وفات پر بعض کفار کی زبان درازی اور سورۂ کوثر کا نازل ہونا "کوثر" اور "ابتر"

صاحبزادہ ابراہیم کی پیدائش اور وفات اور اس کے مراسم

اُمّ المومنین حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے رسول اللہ صلعم کے

یہاں ذی الحجہ ۸ سنہ ہجری میں ایک صاحبزادہ پیدا ہوئے جن کی پیدائش کی حضور صلعم کو بنہایت خوشی ہوئی۔ آپ نے اپنی ایک خادمہ سلمیٰ کو ان صاحبزادہ کے دودھ پلانے کو مقرر فرمایا۔ ساتویں روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحبزادہ کا سر منڈوایا اور ابراہیم نام رکھا اور فرمایا کہ ہم نے اس کا نام اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کے نام پر رکھا ہے۔ عقیقہ کے بالوں کی برابر چاندی آپ نے صدقہ دیا اور بال دفن کرا دیے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو اپنے نبی کریم کے ذریعہ سے یہ خاص کرشمہ دکھانا تھا کہ بغیر والدین کی مدد کے صرف اللہ کے فضل سے حضور صلعم بنی آدم کے ہادی راہِ متین ہو گئے۔ اسی طرح بغیر اولاد نرینہ کے آپ کی عظمت اسے اپنی قدرت کا اظہار کرنا تھا جیسا کہ آگے معلوم ہوگا اس لیے۔ تقریباً اٹھارہ مہینے کی عمر میں حضرت ابراہیم نے وفات پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں تشریف لائے اور حضرت ابراہیم کے جنازہ کو اٹھا کر رکھا اور فرمایا:

"یا ابراہیم انا لا نغنی عنک من اللہ شیئاً"

اور آپ کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ آپ رنجیدہ تھے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے آپ کے دل میں رنج تھا مگر کوئی حرف شکایت زبان پر نہ تھا۔ فضل ابن عباس آپ کے چچا زاد بھائی نے بچے کو غسل دیا اور کفنایا حضور صلعم نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور فضل ابن عباس اور اسامہ ابن زید نے قبر میں اتارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اتارتے وقت قبر کے کنارہ پر بیٹھے رہے۔ یہ سب حال اسد الغابہ سے لکھا گیا ہے۔ اس میں ہے کہ دفن کرنے کے وقت قبر پر پانی چھڑکا گیا، اور پانی چھڑکنے کا عمل سب سے اول حضرت ابراہیم کی قبر پر ہوا۔

سورج گرہن کے اثرات اور اس پر حضور صلعم کا ارشاد

اتفاق سے حضرت ابراہیم کی وفات کے روز سورج گرہن ہو گیا اور لوگوں میں اس کا چرچا ہوا کہ یہ واقعہ سورج گرہن

کے اثر سے تعلق رکھتا ہے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی آپ نے فوراً خطبہ دیا اور فرمایا:

انّ الشمس والقمر آیتان من آیات اللہ وانما لاینکسفا لموت احد ولالحیاتہ فاذا رایتم ذالك فافزعوا الیٰ ذکر اللہ والصلوٰۃ	"حقیقت یہ ہے کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ کسی کی موت یا کسی کی حیات کے تعلق سے نہیں گہناتے پھر جب کبھی تم لوگ ایسا دیکھو تو اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جاؤ اور نماز پڑھو"

اس سے معلوم ہوگیا کہ کوئی بھی حالت ہوتی مگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم ضرورت کے وقت فوراً قومی ہدایت کے فرضِ منصبی کو ادا فرماتے تھے۔ اکلوتا صاحبزادہ وفات پاتا ہے لوگ اس وفات کو سورج گرہن کا نتیجہ بتاتے ہیں حضور صلعم محسوس فرماتے ہیں کہ یہ خیال غلط ہے اور ذاتی صدمہ کو بھول جاتے ہیں اور قوم کے ایسے غلط خیال کی اصلاح کے واسطے مدلّل تقریر فرماتے ہیں۔

صاحبزادہ ابراہیم کی وفات پر بعض کفار کی زبان درازی اور سورۂ کوثر کا نازل ہونا

صاحبزادہ ابراہیم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے اولادِ نرینہ میں اکلوتے تھے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی عمر اکسٹھ برس کی تھی کہ یہ صاحبزادہ پیدا ہوئے اور کچھ اوپر ایک سال کے ہوکر انتقال کر گئے۔ قدرتاً حضور صلعم کو اس سے ملال ہوا۔ اس پر مکہ کے کفار نے ہنسی اڑائی اور ان میں سے ایک دشمن عاص ابن وائل اور اس کے ساتھی دشمنوں نے کہنا شروع کیا کہ "محمد تو لاولد رہ گئے وہ مر گئے تو ان کا ذکر بھی مر گیا سمجھو"۔ (نعوذ باللہ) یہ خبر حضور صلعم کے سمع مبارک تک پہونچی اس پر حضور صلعم کو نہایت رنج ہوا۔ جب حالات یہاں تک پہونچے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان الفاظ میں سورۃ الکوثر اتری:

"اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝	اے محمد "ہم نے تجھ کو بہتات عطا فرمائی پس
فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝	اپنے رب کے واسطے نماز پڑھ اور قربانی کر حقیقت
اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝	یہ ہے کہ تیرا دشمن مقطوع النسل ہے۔"

"کوثر" اور "ابتر"

یہ مختصر اور حضور صلعم کی عظمت اور شان دکھانے والی عظیم الشان سورۃ عجیب غریب اور نتیجہ خیز سورۃ ہے۔ اس سورۃ میں لفظ "کوثر" ہے اس کی تشریح مفسرین محقق مفسرین نے ایسی کی ہے جس سے اس لفظ کے معنی بہتات یا کثرت کے رہ جاتے ہیں علامہ زمخشری تفسیر کشاف میں لکھتا ہے:

"عن ابن عباس انه فسر الکوثر بخير كثير"	ابن عباس نے کوثر کی تفسیر "بہت ساری بھلائیاں" کی ہے۔

پھر تفسیر کشاف میں ہے:

"کل من یولد الی یوم القیامة من المومنین فھم اولادک و اعقابك وذكرك مرفوع على المنابر والمنار وعلى لسان كل عالم وذاكر الى آخر الدهر يبدأ بذكر الله ويثنى بذكرك ولك فى الآخرة ما لا يدخل تحت الوصف فشانك لا يقال لها"	"قیامت تک جو کوئی مومنین میں پیدا ہوگا وہ تیری اولاد ہے اور تیری باقیات ہیں سے ہے اور تیرا تذکرہ منبروں اور مناروں پر بلند ہوگا اور علماء اور ذاکرین کی زبان پر آخر زمانہ تک اللہ کے ذکر کی ابتدا کی جائے گی اور تیرے تذکرہ کے ساتھ تجھ پر ثنا بھی جائے گی اور آخرت میں تیرے واسطے وہ کچھ ہے جس کی صفت نہیں ہو سکتی اور اس کے متعلق کہا نہیں جا سکتا"

دیکھو! سورۃ کوثر کو نازل ہوئے ساڑھے تیرہ سو برس کا زمانہ گزرا اور غور کرو حضور صلعم کے مبارک نام پر اپنی جان نثار کرنے والے کروڑہا کروڑ پیدا ہوئے اور

مرے اور کروڑہا کروڑ پیدا ہو رہے ہیں اور مر رہے ہیں اور کروڑہا کروڑ پیدا ہوں گے اور مریں گے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے پر فخر تھا اور ہے اور انشاء اللہ رہے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد و ثنا کا غلغلہ اس ساڑھے تیرہ سو برس میں بڑے بڑے شاہی ایوانوں سے لے کر چھوٹے چھوٹے جھونپڑوں تک ہمیشہ بلند رہا ہے اور بلند رہے گا۔ یہ اللہ کی عطا کی ہوئی "کوثر" کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے جس عطیہ کا اظہار سورۂ کوثر میں کیا گیا۔

اب ذرا اُن دشمنانِ دین کے حال زار پر نگاہ ڈالو جنھوں نے صاحبزادہ ابراہیم کی وفات پر ہنسی اُڑائی تھی کیا دنیا میں اُن کی نسل کا کہیں پتہ ہے؟ کیا دنیا میں اُن کی ہم مذہب لات وعزیٰ اور ہبل اور نائلہ کے پوجنے والے موجود ہیں؟ جواب ملے گا کہیں نہیں۔ اب "اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ" "حقیقت میں تیرا دشمن وہ تو برباد ہے۔" اس کی عملی شکل دیکھو وہی ہوا جو کچھ کہا گیا "العظمت للہ تعالیٰ"۔

صاحبزادہ ابراہیم وفات پاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کچھ عطا فرماتا ہے اور چاہتا ہے عبادت اور قربانی! یہ روحانیات کی ادنیٰ سی جھلک ہے اگر ہم عمیق نگاہ ڈالنے کی اہلیت پیدا کریں تو اللہ جانے کیا کچھ نظر آجائے۔

پانچویں فصل

مختلف "سریہ" کا مختلف مقام کو بھیجنا

"سریہ" بھیجنے کا مقصد۔ پہلا سریہ خالد ابن ولید کی مہم بنی جذیمہ کی طرف

خاص تبلیغی سریہ۔ بنی جذیمہ کا قتل' واقعہ قتل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے تعلقی۔ مقتولوں کا خوں بہا اور مال غنیمت واپس۔ دوسرا سریہ سریۃ الانصار یا عبداللہ ابن حذافہ کی مہم۔ سریۃ الانصار کا سبب۔ اسلام کا قانونی نظام اور اُس کی تعمیل کی تشریح۔ تیسرا سریہ ابوموسیٰ اشعری اور معاذ ابن جبل کی مہم یمن کو اور اُس کا زمانہ۔ حضور صلعم اور یمن کی مہم کو خاص ہدایت۔ حضور صلعم کی زبان سے تبلیغ کا خاص طریقہ۔ کل مسکر حرام۔ چوتھا سریہ خالد ابن ولید پھر حضرت علیؓ کی مہم یمن کو۔ عامر ابن شہر ہمدانی خالدؓ ابن ولید اور حضرت علیؓ کی مہم کا زمانہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص ہدایت حضرت علیؓ کو۔ سجدۂ شکر نبوی۔ ہر حال میں یاد الٰہی۔ پانچواں سریہ جریر ابن عبداللہ کی مہم اور ذوالخلصہ کا انہدام۔ ذوالخلصہ اور جریر ابن عبداللہ۔ ذوالخلصہ کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد۔ ذوالخلصہ برباد۔

"سریّہ" وہ مختصر فوجی جمعیت ہے جس کی تعداد پانچ سو سے زیادہ نہ ہو اور جو کسی خاص مقصد کے پیش نظر خفیہ بھیجی جائے اور جو رات کے وقت سفر کرے۔ ایسے ہی دن میں سفر کرنے والی فوجی جمعیت "ساریہ" کہلائی جاتی ہے۔

"سریہ" بھیجنے کا مقصد جیسا کہ اوپر کسی خاص باب میں بتایا گیا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرۂ ارض کے اُس وقت کے سارے معلوم براعظموں کے مختلف ممالک کے خاص خاص نامور بادشاہوں' سرداروں اور فرمانرواؤں کو مقدس تبلیغی مراسلات اور فرامین روانہ فرمائے تھے اور یہ حضور صلعم کی پُرامن قلمی جدوجہد تھی جو حضور صلعم نے توحید اور انسانی سلامتی اور امن کے انتظام کی

عالمگیر اشاعت کے سلسلہ میں فرمائی۔ مگر عرب اور گرد و نواح کے چھوٹے چھوٹے قبیلے، رئیس اور سردار ابھی باقی تھے جن تک یہ خدائی امن کا پیام پہونچنا ضروری تھا۔ فتح مکّہ کے بعد حضور صلعم نے اس طرف خاص کر توجہ مبذول فرمائی اور خاص صحابی کی سرکردگی میں جا بجا ایسے سریّہ یا مہمیں بھیجنے کا انتظام فرمایا جو ایسے لوگوں میں جا کر تبلیغ کریں اور یہی سریّہ یا ساریہ مہموں کے بھیجنے کا مقصد تھا جو کسی کی درخواست پر یا خود بخود پورا کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ بعض سریّہ کسی انتظام کے پیش نگاہ روانہ کئے جاتے تھے۔

پہلا سریّہ

خالد ابن ولید کی مہم بنی جذیمہ کی طرف

خالص تبلیغی سریّہ — بنی جذیمہ کا وطن مکّہ کے زیریں جانب یلملم کے نواح میں واقع تھا۔ فتح الباری[۱] کی تحریر کے مطابق فتح مکّہ کے بعد غزوۂ حنین سے قبل حضور صلعم نے خالد ابن ولید کو مقرر فرمایا کہ بنی جذیمہ کے لوگوں میں جائیں اور اسلام کی تبلیغ کریں۔ اس سریّہ میں خالد ابن ولید کے ساتھ ساڑھے تین سو مہاجرین اور انصار شریک تھے اور یہ سریّہ شوّال ۸ھ ہجری میں روانہ کیا گیا۔ یہ خالص تبلیغی سریّہ تھا۔ اس کے واسطے فتح الباری میں ابن سعد کے حوالہ سے یہ الفاظ ہیں:

"بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہم خالد ابن الولید فی ثلثمائۃ وخمسین من المھاجرین والانصار داعیا الی الاسلام لا مقاتلا"	"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد ابن ولید کو ان کی طرف بھیجنے کو مقرر فرمایا جن کے ساتھ ساڑھے تین سو مہاجرین اور انصار تھے اسلام کی دعوت دینے کے واسطے نہ کہ لڑنے کی غرض سے"

اور اس کی تاکید میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تبلیغ کی غرض سے

---

[۱] فتح الباری باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالد ابن الولید الی بنی جذیمہ

روانہ فرمائی تھی فتح الباری میں ابی جعفر باقر کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔

بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالد ابن الولید حین افتتح المکۃ الی بنی جذیمہ داعیا ولم یبعثہ مقاتلا[1]	جب کہ مکہ فتح ہو گیا اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد ابن ولید کا تقرر بنی جذیمہ کی طرف فرمایا داعی کی حیثیت سے، لڑائی کے واسطے نہیں"

بنی جذیمہ کا قتل

خالد ابن ولید کی مہم بنی جذیمہ میں پہونچنے پر کچھ ایسے واقعات پیش آ گئے کہ "محاربہ" تک نوبت پہونچ گئی جس میں خالد ابن ولید کی جماعت غالب آ گئی اور بنی جذیمہ گرفتار کر لیے گئے۔ اُن کو اسلام کی دعوت دی گئی بنی جذیمہ نے "اسلمنا" "ہم اسلام لے آئے" اس لفظ کی جگہ "صبانا۔ صبانا" کہا۔ کفار قریش کے زور سے اسی زمانہ میں حقارتاً مسلمانوں کو "صابی" کہا جاتا تھا اور کسی کو بُرا بھلا کہنے میں یہ لفظ استعمال کیا جاتا تھا اور اس زمانہ میں تمام غیر مسلم عرب میں مسلم کے واسطے صابی کا لفظ عام ہو گیا تھا جس سے مسلمان بُرا مانتے تھے۔ بنی جذیمہ کے "صبانا" کہنے پر خالد ابن ولید کو غصہ آ گیا اور اُن کے حکم سے بنی جذیمہ قتل کر دیے گئے۔ مگر بعض ہمراہیوں نے خالد ابن ولید کے حکم کی تعمیل سے انکار کیا اور جو بنی جذیمہ کے قیدی اُن کے قبضہ میں تھے وہ قتل نہیں کیے گئے تا آں کہ حضور ی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں یہ معاملہ پیش نہ ہو جائے۔

رسول اللہ صلعم کا اس واقعہ سے بے تعلقی کا اظہار

یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پہونچے اور تمام واقعات حضور صلعم کے سامنے پیش کئے گئے۔ اس موقع پر صحیح بخاری میں ہے؛

"فرفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ فقال[2]" پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اُٹھایا اور کہا

---

[1] فتح الباری باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالد ابن الولید الی بنی جذیمہ

[2] صحیح بخاری 〃 〃 〃 〃 〃

اللّٰھم انی ابرأ الیک مما صنع خالدؓ (مرتین) الٰہی میں تیرے سامنے اُس چیز سے بریت کا اظہار کرتا ہوں جو خالدؓ نے کیا (یہ آپ نے دوبار فرمایا)

خالدؓ ابن ولید کے آنے پر عبدالرحمنؓ نے اُن کی حرکت پر اُن سے کچھ کہا دونو میں جھگڑا ہوگیا رسول اللہ صلعم نے خالد سے کہا کہ میرے اصحاب کو بُرا مت کہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولوں کا خوں بہا اور مال واپس کردیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو مامور فرمایا کہ بنی جذیمہ کے لوگوں میں جائیں اور مقتولوں کا خوں بہا[1] دیں اور اُن کا جو مال آگیا ہے وہ واپس کردیں چنانچہ حضرت علیؓ نے تعمیل کی اور سارے کا سارا مال بنی جذیمہ کو واپس کردیا گیا۔ اور مقتولوں کا خوں بہا دے دیا گیا۔

دوسرا سریہ

سریۃ الانصار یا عبداللہ ابن حذافہ کی مہم

سریۃ الانصار کا سبب

حبشی لوگ جدہ کے نواح میں دیکھے گئے اس کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کی گئی۔ غالباً یہ حبشی لوگ بحری لیٹرے ہوں گے جن کو دیکھکر جدہ کے رہنے والوں کو خوف ہوا ہوگا اور جدہ والے حضور صلعم کی بارگاہ میں فریادی ہوئے ہوں گے اس اطلاع ملنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن حذافہ السہمی اور علقمہ ابن محزز مدلجی کو ربیع الاول ۹ھ میں مامور فرمایا کہ جاکر انتظام کریں۔ یہ صحابہ اپنے مختصر لشکر کے ساتھ مقام مقصود پر پہونچے لیکن یہ لوگ بحری جزیرے تک پہونچے تھے کہ حبشی لوگ بھاگ گئے۔ اس سے فارغ ہوجانے کے بعد لشکریوں میں سے بعض لوگوں نے اپنے

[1] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ خالد ابن ولید کا حال

بال بچّوں میں جانے کے واسطے جلدی مچائی اس پر عبداللہ ابن حذافہ السہمی کو غصّہ آگیا اُنھوں نے لشکریوں کو حکم دیا کہ ایندھن اکھٹا کریں چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی اُس کے بعد اُس ایندھن میں آگ دلوادی گئی جب آگ خوب جلنے لگی تو عبداللہ نے لشکریوں سے کہا کہ کیا تم پر حکم کی تعمیل فرض نہیں ہے لشکریوں نے کہا کہ "ہاں ضرور فرض ہے"۔ عبداللہ نے حکم دیا کہ تم لوگ اس آگ میں کود پڑو لشکریوں نے اس حکم پر ایک دوسرے کو پکڑ لیا اور تعمیل سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم اس کی تعمیل نہیں کریں گے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کردو۔ اس پر عبداللہ ابن حذافہ کا غصّہ ٹھنڈا ہوگیا۔

اسلام کا قانونی نظام اور اُس کی تعمیل کے متعلق تشریح

سریۃ الانصار سے واپس آجانے پر ابن حذافہؓ کے حکم کا معاملہ رسول اللہ صلعم کے سامنے پیش ہوا حضور صلعم نے ارشاد فرمایا "اگر وہ لوگ اُس میں داخل ہوجاتے تو قیامت تک اُس میں سے نہ نکلتے"۔ اور آپ نے ان لفظوں میں حاکم کے حکم کی تعمیل کی تشریح فرمائی۔

"الطاعۃ فی المعروف" "صحیح احکام میں اطاعت ہے"

یہ الفاظ صحیح بخاری کی روایت کے ہیں۔ فتح الباری میں اس موقع پر ایک اور راوی کے ذریعہ سے یہ الفاظ حضور صلعم کے نقل کئے گئے ہیں:

"لا طاعۃ فی معصیۃ" "گناہ کے احکام میں اطاعت نہیں"

دونوں ارشادوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ شخصی احکام اصولاً قانون کے تابع ہیں اگر ایسے احکام صریح یا صحیح قانون کے خلاف ہوں جس کو معصیت کہا گیا ہے تو اس کی تعمیل ضروری نہیں ہے۔ فتح الباری میں عبداللہ ابن عباسؓ کے حوالہ سے ہے کہ عبداللہ ابن حذافہ کے اس قصّہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ" "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے صاحب حکومت کی

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِىۡ شَىۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ‌ؕ ذٰ لِكَ خَيۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا

پھر اگر کسی چیز میں تم لوگ آپس میں جھگڑا کرو تو اس کو پھیر دو اللہ اور رسول کی طرف اگر تم لوگ اللہ پر اور آخر دن پر ایمان لائے ہو یہ خیر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے۔

(قرآن مجید۔ سورۂ نساء)

حضور صلعم کا ارشاد اور یہ آیت سامنے رکھو تو اسلام کا قانونی نظام اور اُس کا تعلق شخصی احکام کے مناسبت سے صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ مقدم ترین اطاعت اللہ کی ہے اور یہ اطاعت کسی شخص کے احکام کی اطاعت سے ارفع اور اعلیٰ ہے پھر اُس کے بعد دوسرا درجہ رسول کی اطاعت کا ہے اور یہ دونوں اطاعتیں دراصل قانون کی اطاعت ہے۔ اُس کے بعد اس آیت میں بلا تشریح لفظ اَطِیعوا کے "اپنے میں سے صاحب حکومت" کا تذکرہ ہے اور یہ شخصی حکومت کا تعلق پیدا ہوا مگر اس کو صاف صاف اللہ اور رسول کے احکام کی تابع کر دیا گیا اور صاف ہو گیا کہ شخصی احکام کے متعلق اگر جھگڑا پیدا ہو تو اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق اُس کا فیصلہ ہوگا اور "اپنے میں سے صاحب حکومت" کا حکم بھلا دیا جائے گا۔ دیکھو! اس آیت میں لفظ "منکم" "تم میں سے" اس لفظ کے ساتھ "اولی الامر" "حاکم" مومنین کی جماعت کے اندر محدود کر دیا گیا ہے! یہ ہے اسلام کا زبردست قانونی نظام جہاں تمام شخصی احکام اللہ اور رسول کے حکم یعنی اسلامی قانون نظام کے ماتحت ہیں اور یہ نظام شخصی تسلط اور شخصی دستبرد سے نہایت اعلیٰ اور ارفع ہے۔

تیسرا سریہ

ابو موسیٰ اشعریؓ اور معاذ ابن جبلؓ کی مہم یمن کو

یمن کو انتظامی مہم اور اس کا زمانہ

محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے دو حصّوں میں یمن کو ایک انتظامی اور تبلیغی سریہ روانہ فرمایا۔ ایک حصّہ ابو موسیٰ اشعریؓ کی ماتحتی میں یمن کے زیریں صوبہ کو روانہ کیا گیا اور دوسرا حصّہ معاذ ابن جبل کی سرکردگی میں یمن کے بالائی صوبہ کو عدن کی طرف روانہ کیا گیا۔ صحیح بخاری میں اس مہم کی روانگی کا زمانہ "قبل حجتہ الوداع" بتایا گیا ہے اور فتح الباری میں "اہل المغازی" کے حوالہ سے اس کا زمانہ ربیع الآخر سنہ ۹ ہجری مقرر کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ مہم غزوۂ تبوک کے بعد بھیجی گئی تھی اس لیے کہ ابو موسیٰ اشعریؓ غزوۂ تبوک میں موجود تھے۔

حضور صلعم اور یمن کے سریہ کو خاص ہدایت

محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ابو موسیٰ اشعریؓ اور معاذؓ ابن جبل دونوں صحابیوں کی مہموں کو اپنے اپنے صوبوں کو روانگی کا حکم صادر فرمایا اور ان مدبّرانہ عمیق مقدّس الفاظ میں ان صاحبوں کو حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی:

"یسّرا ولا تعسّرا وبشرا ولا تنفرا" "آسانی کے ساتھ نہ کہ سختی کے ساتھ، خوشی کے ساتھ نہ کہ نفرت کے ساتھ"

دیکھو ان مختصر الفاظ میں ایک طرف رحمت اور دل جوئی اور دوسری طرف تدبّر اور متانت اور وقار! کیا اس سے بڑھکر کسی صوبہ کے والی کو ہدایت کی جا سکتی ہے اور ایسے مختصر الفاظ میں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی تبلیغ کا خاص طریقہ

معاذ ابن جبلؓ جن کو حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے عدن کی

جانب روانگی کا حکم دیا تھا اُن سے حضور صلعم نے فرمایا :

"انک ستأتی قوما من اھل الکتاب فاذا جئتھم فادعھم الی ان یشھدوا ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ فان ھم اطاعوا لک بذلک فاخبرھم ان اللہ قد فرض علیکم خمس صلوات فی کل یوم ولیلۃ فان ھم اطاعوا لک بذلک فاخبرھم ان اللہ قد فرض علیکم صدقۃ توخذ من اغنیائھم فترد علی فقرائھم فان ھم اطاعوا لک بذلک فایاک وکرائم اموالھم واتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینہ وبین اللہ حجاب"

"تو درحقیقت اہل کتاب میں سے ایک قوم کے پاس عن قریب جائے گا پھر جب تو اُن کے پاس آئے پھر اُن کو دعوت دے اس طرف کہ وہ لوگ شہادت دیں یہ کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں پھر جب کہ اس پر وہ تیری اطاعت کریں تو تو اُن کو خبر دے کہ اللہ نے تم پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں پھر جب وہ لوگ اس میں تیرے مطیع ہو جائیں پھر اُن کو خبر دے کہ اللہ نے تم پر صدقہ فرض کیا ہے جو لیا جائے گا اُن کے تونگروں سے اور اُن کے فقیروں کو دیا جائے گا پھر اگر وہ اس میں تیرے مطیع ہو جائیں پھر یاد رکھ! تجھ پر اُن کے مال و متاع کی عزت اور حفاظت ہے اور مظلوم کی پکار سے ڈر حقیقت یہ ہے کہ اللہ اور مظلوم کے درمیان حجاب نہیں ہے۔"

دیکھو! ان احکامِ نبوی صلعم کا ایک ایک لفظ رحمت، مکرمت، ایک طرف اور وقار اور تدبر دوسری طرف ان سیاسی لوازمات کا مجموعہ ہے۔ پھر اس سلسلہ میں عامل کو خاص تنبیہ دیکھو اور مظلوم کی فریاد کی طرف خاص طرح سے متوجہ کرنا دیکھو کیا انصاف کی نگاہ سے اس سے زیادہ مستحکم اور اس سے بہتر کوئی تنبیہ ہو سکتی ہے۔ اگر اس مقدس ارشاد کو پیش نظر رکھ کر آج کل کے حکام اور مبلغین کام کریں تو آج بھی اس میں وہی اثر اور وہی کرامت موجود ہے جس اثر نے یمن کے تمام ملک کو اپنا کر لیا!

کل مسکر حرام | اشعری قبیلہ یمن میں آباد تھا ابو موسیٰ اشعری قدیم سے یمن کے

رہنے والے تھے جو ابتداء اسلام میں مکہ کے حضور صلعم کے قیام کے زمانہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے تھے۔ غالباً اسی مناسبت سے حضور صلعم نے اُن کو اشعری لوگوں میں یمن کو جانے کا حکم صادر فرما دیا اور یہ ایک سیاسی تدبر کی مثال ہے۔ ابو موسیٰ رضؓ نے یمن کو روانگی کے وقت عرض کیا کہ "ہمارے ملک میں جو اور شہد کی شراب بنائی جاتی ہے۔" اس کو سُن کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کل مسکر حرام" "سارے نشہ کی چیزیں حرام ہیں۔"

چوتھا سریہ

خالد رضؓ ابن ولید اور پھر حضرت علی رضؓ کی مہم یمن کو

عامر ابن شہر الہمدانی | یمن میں ہمدان ایک قبیلہ تھا جو جبل حقیل کے پہاڑی دروں میں آباد تھا۔ یہ قبیلہ یمن میں نہایت نامور اور ذی اثر قبیلہ تھا۔ اہل فارس نے ان پر حملہ کر دیا اور ہمدانی اُس کی مدافعت کرتے رہے لیکن پریشان ہو گئے۔ اس عرصہ میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر ہمدان قبیلہ میں پہونچ گئی ان لوگوں نے اپنے میں سے عامر رضؓ ابن شہر الہمدانی کو مامور کیا کہ وہ ایک مختصر جماعت کے ساتھ حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر حالات معلوم کریں۔ چنانچہ عامر رضؓ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو کر صحابہ کرام کے زمرہ میں داخل ہو گئے۔ ان عامر رضؓ ابن شہر ہمدانی کے حال میں اسد الغابہ میں ہے:

وکان عامر بن شہر احد عمال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم علی الیمن	اور عامر ابن شہر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یمن کے عاملوں میں سے تھے۔

اسد الغابہ میں عامر کے حال میں اُن کا بیان لکھا ہے کہ جب وہ اپنی قوم میں واپس آ گئے تو ان کی قوم مسلمان ہو گئی۔

خالد ابن ولید اور حضرت علیؓ کی مہم کا زمانہ

صحیح بخاری میں اس مہم کا زمانہ قبل حجۃ الوداع لکھا ہے۔ صحیح بخاری کے باب "بعث علی ابن ابی طالبؓ خالد ابن ولید" کی پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل خالد ابن ولید کی جماعت کو یمن کو روانہ فرمایا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کی جماعت کو ان کا جانشین بنا کر بھیجا۔ اس باب کی دوسری حدیث میں حضرت علیؓ کے بھیجنے کا سبب "لیقبض الخمس" "خمس وصول کرنا" بتایا گیا ہے۔ فتح الباری میں اس سریہ کی روانگی کا زمانہ فتح طائف اور جعرانہ کی تقسیم غنیمت کے بعد لکھا ہے۔

رسول اللہ صلعم کی حضرت علیؓ کو خاص ہدایت

جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو روانگی کا حکم صادر فرمایا تو حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضور نے مجھے ایک پرانی قوم کی جانب روانگی کا حکم دیا ہے" اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ حضرت علیؓ کے سینہ پر رکھا اور دعا کی کہ: "اللھم ثبت لسانہ واھد قلبہ" "الٰہی اس کی زبان کو ثابت رکھ اور اس کے دل کو ہدایت کر"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"یا علی اذا جلس الیک الخصمان فلا تقض بینھما حتی تسمع من الآخر" "اے علی! جب تیرے پاس دو جھگڑنے والے آئیں تو ان کا فیصلہ اس وقت تک نہ کر جب تک کہ تو دوسرے کی نہ سن لے"

اور آج تک اس طریقہ دادرسی میں غیور سے غیور قانونی جماعت ذرا سا بھی اضافہ نہیں کر سکی!

سجدۂ شکر نبوی صلعم

حضرت علی منزل مقصود پر پہونچے اور قوم کو اکٹھا کر کے صف بندی کی اور ان کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام پہنچایا اور ہمدان کی بقیہ

تمام قوم مسلمان تھی۔ حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس واقعہ کی رپورٹ بھیج دی جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی یہ تحریر پڑھی اُس وقت حضور صلعم بارگاہ الٰہی میں سجدہ میں گر پڑے اور سجدہ سے سر اُٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "السلام علی ھمدان"

ہر حال میں یاد الٰہی

تم نے دیکھا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کو یمن کی روانگی کا حکم صادر فرماتے ہیں اور حضرت علیؓ کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر بارگاہ لم یزل میں دعا کرتے ہیں! حضرت علی کامیابی کا اطلاعی مراسلہ حضور صلعم کی خدمت میں بھیجتے ہیں اور آپؐ فوراً سربسجود ہو جاتے ہیں اور یہ ہر حال میں یاد الٰہی کی چھوٹی سی مثالیں ہیں ورنہ حضور صلعم کا ایک ایک سانس یاد الٰہی میں بسر ہوتا تھا۔
تم نے پڑھا ہوگا جنگ احد اور جنگ بدر برپا ہے اور سردار دو عالم بارگاہِ الٰہی میں سربسجود ہیں اور اللہ سبحانہ تعالیٰ خاص وحی کے ذریعہ سے کامیابی کی بشارت دیتا ہے آپ سجدہ سے سر اُٹھاتے ہیں اور کامیابی دست بستہ حاضر خدمت ہے۔
ہیچ میرز! گنہگار کاتب! تو کہاں پہونچ گیا اللہ کریم کی ذات اور رسول کریم کی یاد! تیرا اس سے کیا تعلق "رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ"

پانچواں سریہ

جریر ابن عبداللہ کی مہم اور ذوالخلصہ کا انہدام

ذوالخلصہ اور جریر ابن عبداللہ

اس کتاب اسلامی خلافت کا کارنامہ۔ اس کی پہلی جلد میں بتایا جا چکا ہے کہ مکہ میں بت پرستی کا رواج عمرو ابن لحی کے وقت سے ہوا ہے۔
یہ شخص اسلامی صدی سے بہت پہلے عرب کا فرماں روا ہو گزرا ہے۔ اس

عمرو ابن لحی نے "ذو الخلصہ" نام ایک بت مکّہ کے زیریں جانب یمن کی طرف نصب کیا جس کو لوگ "کعبۃ الیمانیہ" اور "کعبۃ الشامیہ" کہنے لگے۔ لوگ اس بت کے گلے میں ہار ڈالتے تھے اس پر قربانی کرتے تھے۔ خاص کر یمن کا "خثعم" قبیلہ اس بت کو بہت مانتا تھا اور ان لوگوں نے اس کے واسطے مکان بنا دیا تھا اور اس کو کعبہ کا مقابل کر دیا تھا جس سے افتراق پیدا ہو گیا تھا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چند روز قبل بنی بجیلہ اور بنی قیشر قبیلوں کے ایک سو آدمی جریرؓ ابن عبداللہ کی سرکردگی میں دربار نبوی میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ ذوالخلصہ بت ان لوگوں کے اور بنی خثعم قبیلہ کے وطن اور یہ قبائل اس بت کے پجاری اور محافظ تھے۔ جریرؓ ابن عبداللہ اور ان کے ہمراہیوں کے اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے بنی خثعم کے اسلام کی نسبت دریافت فرمایا۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ بنی خثعم اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

ذوالخلصہ کی نسبت رسول اللہ صلعم کا ارشاد

مکہ کے اس قدر قریب اس نواح میں ذوالخلصہ غیراللہ کی پوجا اور شرک کا ایک ایسا آلہ کار تھا جس سے اس نواح کے رہنے والوں کے خیالات میں ہمیشہ انتشار اور افتراق پیدا ہوتا رہتا تھا اور یہ حالت مکہ جیسے دارالامن کی سلامتی اور امن میں کسی نہ کسی وقت رخنہ پیدا ہونے کے اندیشہ سے خالی نہ تھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی بعثت دنیا کے آدمیوں کو شرک کی نجاست سے پاک کرنے کی غرض سے کی گئی تھی۔ یہ کب گوارا کر سکتے تھے کہ کعبۃ اللہ کے قریب۔ جو خالص اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کا گھر تھا ذوالخلصہ شرک فی اللہ کا آلۂ کار بنا رہے۔ حضور صلعم نے ایک روز جریرؓ سے ارشاد فرمایا:

"الا تریحنی من ذی الخلصۃ" کیا تو مجھے ذوالخلصہ سے راحت نہیں دے گا؟"

یہ صحیح بخاری میں جریرؓ کی روایت ہے پھر اُن کا بیان ہے کہ وہ احمس قوم کے ڈیڑھ سو سواروں کے ہمراہ اس مہم پر روانگی کے واسطے مستعد ہو گئے اور وہ گھوڑے پر سوار ہونے کو تھے اور اس سے قبل جریرؓ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی روانگی کی اطلاع کی تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے جریرؓ کے سینہ پر اپنا مبارک ہاتھ اس طرح مارا کہ آپ کی انگلیوں کا اثر جریرؓ کے سینہ تک پہونچا اور آپ نے جریرؓ کو اس طرح دعا دی:

"اللھم ثبتہ واجعلہ ھادیا مھدیا" "الٰہی اس کو ثابت قدم رکھ اور اس کو ہدایت کرنے والا ہدایت یافتہ بنا دے"

ذوالخلصہ برباد — جریر ابن عبداللہ مقام مقصود تک پہونچے اور اُنھوں نے ذوالخلصہ کو توڑ کر اُس کو آگ میں جلا دیا اور اس طرح مکّہ کے نواح سے افتراق و شقاق کا خطرہ ہمیشہ کے لیے جاتا رہا اور جریر نے اس کی اطلاع رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دی۔ آپ نے سُن کر احمس قبیلہ کے لشکر اور اس قبیلہ کے لوگوں کے حق میں دعا فرمائی۔ دیکھو! ذوالخلصہ کی بربادی کسی غیر کے ہاتھ سے نہیں بلکہ خود اُس کے سابق پجاری جو راہِ ہدایت پا چکے تھے اُن کے ہاتھ سے ہوئی تاکہ دُنیا دیکھ لے کہ پتھر کے ٹکڑے نہ فائدہ پہونچانے کی اہلیت رکھتے ہیں نہ نقصان پہونچانے کی اور اس طرح برباد کر دیے جا سکتے ہیں۔

چھٹی فصل

وفدوں کا آنا

"وفد" اور اُن کی آمد کا زمانہ۔ بنی تمیم کا وفد۔ عینیہ ابن حصن کی مہم

بنی تمیم کا وفد اُس کی بے عقلی اور ادب کی تعلیم تحمل بردباری اور وفد کا اسلام - شعور کی تعلیم اور رفتار کی عظمت - عبدالقیس کا وفد - عبدالقیس کا وطن اور وفد کا زمانہ - حلم اور حیا - بنی حنیفہ کا وفد - بنی حنیفہ کا وطن اور وفد کا زمانہ - حمیر کا وفد - حمیر کے وفد کا زمانہ اور اُس کی درخواست - اشعریین کا وفد - ابوموسیٰ اشعری - اشعریین کی تعریف - دوس قبیلہ کا وفد - طفیل ابن عمرو الدوسی - دوس کا وفد - حبیب ابن عمرو الدوسی کا وفد - ذوالکفین برباد - عدی ابن حاتم طائی کا وفد - عدی ابن حاتم طائی -

---

"وفد" اور اُن کی آمد کا زمانہ

اب اللہ کی عطا کی ہوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت اور اثر کی شہرت عرب کے سارے آزاد قبائل تک جا پہونچی اور دین قیم کی عظمت سے عرب کے مختلف ٹکڑوں میں پھیلے ہوئے عرب قبیلے واقف ہو گئے اور ان لوگوں کو حیرت انگیز تیزی سے بڑھتی ہوئی عالمگیر انسانی اتحادی جماعت "مسلم" کے متعلق تلاش و تجسس کی جانب توجہ ہوئی جس مسلم جماعت کا شہرہ اس تھوڑے سے عرصہ میں "وادی غیر ذی زرع" عرب سے گزر کر دنیا کے بڑے بڑے متمدن ممالک تک پہونچ چکا تھا اور فتح الباری کی تحقیقات کے مطابق فتح طائف اور جعرانہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے بعد آپ کے حضور میں عرب کے مختلف قبیلوں کی قائم مقام جماعتوں کی آمد شروع ہوئی جن جماعتوں کو "وفد" کہا جاتا ہے اور جس کا زمانہ ۸ھ کا اخیر بتایا جاتا ہے اور اس مناسبت سے حضور صلعم کے قدیم مورخ ۹ھ ہجری کو "سنۃ الوفود" کہتے چلے آئے ہیں -

بنی تمیم کا وفد

عیینہ ابن حصن کی مہم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی کہ بنی تمیم کے کچھ لوگوں نے بنی خزاعہ کے کچھ لوگوں پر چھاپا مارا ہے اس پر حضور صلعم نے محرم[1] ۹ ہجری میں پچاس آدمیوں کی ایک مہم عیینہ[2] ابن حصن ابن حذیفہ کی سرکردگی میں انتظام کی غرض سے روانہ فرمائی۔ اس مہم نے موقع پر پہونچ کر بنی تمیم کے گیارہ[3] مرد اور گیارہ عورتوں کو قید کرلیا جن کے ساتھ تیس بچے بھی تھے

بنی تمیم کا وفد، اُس کی بے عقلی اور ادب کی تعلیم

اس پر بنی تمیم کے اشراف کا ایک[4] وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں (۱) عطارد ابن حاجب الدارمی (۲) اقرع ابن حابس الدارمی (۳) زبرقانی ابن بکر السعدی (۴) عمر ابن الاہیم المنقری (۵) حباب ابن یزید المجاشعی (۶) نعیم ابن یزید ابن قیس ابن حرث (۷) قیس ابن عاصم المنقری۔ یہ لوگ شریک تھے اور عیینہ ابن حصن بھی اُن کے ساتھ ہولیے تھے۔ ان میں سے اقرع اور عیینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ فتح مکہ میں شریک ہوچکے تھے اور جنگ حنین اور جنگ طائف میں بھی موجود تھے پھر یہ دونوں اپنے قبیلہ بنی تمیم میں چلے گئے تھے اور اب اس وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ وفد ایسے وقت آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرے میں سو رہے تھے۔ ان لوگوں نے حجرے کے پاس آکر چلا کے آواز دی "اے محمد" "اے محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر نکلو

---

[1] فتح الباری غزوۂ عیینہ ابن حصن [2] عیینہ ابن حصن مؤلفۃ القلوب میں سے تھے۔ دیکھو اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ حرف ع اور ی [3] فتح الباری غزوۂ عیینہ ابن حصن [4] فتح الباری وفد بنی تمیم

اور ہمارے پاس آؤ۔" یہ آواز سن کر آپ جاگ اُٹھے اور نکل کر باہر تشریف لے آئے۔ اس موقع پر سورہ حجرات کی یہ آیت نازل ہوئی[1]:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ	"واقعہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو تجھکو حجرے کے باہر سے پکارتے ہیں اُن میں سے اکثر بے وقوف ہیں اگر وہ لوگ اُس وقت تک صبر کرتے کہ تو اُن کی طرف نکلتا تو اُن کے واسطے بہتر تھا"

یہ ادب تمیز اور شعور کی تعلیم ہے جو ہمیشہ ایسے موقع پر مفید ہوگی۔

تحمل بردباری اور وفد کا اسلام

وفد میں سے ایک نے کہا۔ "محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) حقیقت میں میرا تعریف کرنا زینت بخشتا ہے اور میرا مذمت کرنا ذلیل کرتا ہے۔" آپ نے فرمایا "ذٰلِكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ" یہ کام تو اللہ عزت والے اور جلال والے کا ہے" اور ایک مختصر مباحثہ کے بعد۔ جس میں حضور صلعم کے حکم سے آپ کے خطیب ثابت ابن قیس ابن شماس اور آپ کے شاعر حسان ابن ثابت نے مسلمانوں کی جانب سے حصہ لیا۔ بنی تمیم کے وفد میں سے اقرع ابن حابس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا اور اُس نے کہا:

"اشهد ان لا اله الا الله و انك رسول الله"	"میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ تو اللہ کا رسول ہے"

فرمایا کہ اس سے قبل جو کچھ تو نے کیا وہ سب معاف ہے۔

شعور کی تعلیم اور وقار کی عظمت

اب گفتگو شروع ہوئی کہ بنی تمیم میں امیر کس کو بنایا جائے حضرت ابوبکرؓ نے قعقاع ابن عابد کے امیر بنائے جانے کی تحریک پیش کی۔ حضرت عمرؓ نے کہا بلکہ اقرع ابن حابس کو امیر بنایا جائے اس پر ان دونوں

---

[1] تفسیر کشاف سورۂ حجرات

جلیل القدر اصحاب میں تیزی سے گفتگو ہونے لگی۔ اس لیے کہ دونوں اپنی اپنی جگہ اپنی تحریک کو حق بجانب سمجھتے تھے اور باہم گفتگو میں دونوں کی آواز اونچی ہونے لگی اس موقع پر سورۂ حجرات کی یہ آیتیں نازل ہوئیں:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝	"اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو تحقیق اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند مت کرو اور بولی میں اُس کی آواز سے اپنی آواز کو اونچا مت کرو۔ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کی بولی بلند کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو تمہارے اعمال کھو دیے جائیں اور تم شعور نہیں رکھتے"

اس کے بعد یہ دونوں حضرات اور اور صحابہ حضور صلعم کے سامنے نہایت آہستہ گفتگو کرتے تھے۔ غور کرو تو اس میں یہ بھی تعلیم ہے کہ اللہ اور رسول کے احکام میں دست اندازی بے شعوری ہے۔

عبدالقیس کا وفد

عبدالقیس ایک بہت بڑا قبیلہ تھا جس کا وطن بحرین میں تھا۔ فتح الباری کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالقیس کے دو وفد مختلف زمانوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

عبدالقیس کا وطن اور وفد کا زمانہ

پہلے وفد کا زمانہ ۵ھ ہجری یا اُس سے قبل لکھا ہے اس وفد میں تیرہ آدمی تھے۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم کو ایسے اعمال بتائے جائیں جو جنت میں داخلہ کا سبب ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ چار امور ہیں جن کا تم کو حکم ہے (۱) اللہ پر ایمان یہ کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے (۲) نماز پڑھنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ غنیمت میں سے پانچواں حصّہ دو۔ اور تم کو منع کیا جاتا ہے چار (شراب پینے کے) ان برتنوں کے استعمال سے (۱) دبا (۲) نقیر (۳) حنتم (۴) مزفت - یہ مختلف قسم کے شراب نوشی کے خاص طور پر استعمال کے برتن تھے جن کے استعمال کی ممانعت کی گئی -
رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وفد کی حاضری کے متعلق فتح الباری میں ہے کہ یہ لوگ حضرت عمرؓ کی معیت میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں العبدی سامان کے پاس رہ گئے

حلم اور حیا

جب کہ سامان کا انتظام کرکے اشج اونٹوں کے کام سے واپس آئے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے حالات میں اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"تجھ میں دو عادتیں ہیں جن کو اللہ پسند کرتا ہے۔" اشج نے عرض کیا کہ "وہ کیا عادتیں ہیں" آپ نے فرمایا "الحلم والحیاء" "حلم اور حیا"
دوسرے وفد کا زمانہ فتح الباری میں "سنۃ الوفود" ہے اور اس وفد کے ایک شریک جارود العبدی کے حال میں اسد الغابہ میں سنہ ہجری اس کا زمانہ لکھا گیا ہے۔ فتح الباری میں ہے کہ اس وفد میں چالیس آدمی تھے اور اس وفد کا خاص آدمی جارود نصرانی مذہب کا تھا یہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوگئے اور بہت اچھے مسلمان ہوگئے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بہت عزّت کی اور ان کو تقرب کی عزّت بخشی۔ جارود نے اسلام کے زمرہ میں شامل ہوکر یہ اشعار کہے جن اشعار سے ان کے مقدس جذبات کا پتہ چلتا ہے سہ

شهدت بان اللہ حق وسامحت | نبات فوادی بالشہادۃ والنہض
فابلغ رسول اللہ عنی رسالۃ | بانی حنیف حیث کنت من الارض

بنی حنیفہ کا وفد

بنی حنیفہ کا وطن اور وفد کا زمانہ

بنی حنیفہ ایک بہت بڑا قبیلہ تھا جو مکہ اور یمن کے درمیان یمامہ کے مقام آباد تھا یہ وفد ۹ھ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں سترہ آدمی تھے جن میں سے ایک مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ اس وفد کے متعلق تفصیلی حال اس کتاب کے دوسرے باب میں گزر چکا ہے جہاں حضور صلعم کے مسیلمہ کذاب کے نام فرمان مبارک کا تذکرہ ہے۔

حمیر کا وفد

حمیر کے وفد کا زمانہ اور اس کی درخواست

فتح الباری میں ہے[۱] کہ حمیر قبیلہ کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں "سنۃ الوفود" ۹ھ ہجری میں حاضر ہوا۔ اس وفد کے خاص آدمی ایاس ابن عمیر الحمیری تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس وفد نے عرض کیا کہ "ہم لوگ حضور کی خدمت میں تفقہ فی الدین کی غرض[۲] سے حاضر ہوئے ہیں"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاضری سے پہلے یہ لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ حمیر قبیلہ کا وطن یمن میں تھا اور اشعرین سے ان کے تعلقات تھے۔

اشعرین کا وفد

فتح الباری میں ہے[۳] کہ اشعری قبیلہ کا وطن یمن میں تھا۔ یمن میں یہ قبیلہ ایسا

---

[۱] و [۲] و [۳] فتح الباری باب قدوم الاشعرین و اہل الیمن تشریح حدیث اول

" " " "

ذی اثر تھا کہ "اہل یمن" سے مراد اکثر اشعری قبیلہ لیا جاتا تھا۔

ابو موسیٰ اشعری اشعری وفد کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے تذکرہ میں ابو موسیٰ اشعری کا نام خاص اہمیت رکھتا ہے جو سب سے اول حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلیل القدر صحابہ کے زمرہ میں شامل ہو گئے۔[1] اسد الغابہ میں ان کا نام عبد اللہ ابن قیس ابو موسیٰ اشعری لکھا ہے اور لکھا ہے کہ ابتدا میں ابو موسیٰ اشعری اپنے بھائیوں کے ہمراہ ایک کشتی میں مکہ آئے اور مسلمان ہو گئے اور وطن کو واپس چلے گئے۔ فتح الباری میں ابو موسیٰ کی پہلی آمد مکہ میں[2] ہجرت سے قبل بتائی گئی ہے۔ ابو موسیٰ اشعری دوبارہ جنگ موتہ سے قبل[3] ۸ھ ہجری میں مدینہ میں تقریباً پچاس[4] آدمیوں کی جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جعفر طیار رضؓ کے ہمراہ حبشہ سے حاضر ہوئے اور یہی اشعرین کا وفد ہے۔ اس کا قصہ[5] فتح الباری اور اسد الغابہ میں اس طرح ہے کہ ابو موسیٰ رضؓ کی سرکردگی میں اشعرین کی یہ جماعت دو کشتیوں میں اپنے وطن سے روانہ ہوئی۔ لیکن باد مخالف کے جھونکوں نے ان کی کشتی کو حبشہ کے ساحل پر لا ڈالا اور یہ وہاں اتر گئے جہاں ان کا ساتھ جعفر طیار رضؓ کے ہمراہ ہو گیا اور اس طرح یہ اشعرین کا وفد حبشہ سے جعفر طیار رضؓ کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہو گیا۔ جہاں تک معلوم ہو سکا ہے یہ سارے کا سارا وفد مسلمان تھا۔

---

[1] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ عبد اللہ ابن قیس کا حال [2و3] فتح الباری باب قدوم الاشعرین واہل الیمن حدیث اول کی تشریح [4] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ عبد اللہ ابن قیس کا حال
[5] فتح الباری باب قدوم الاشعرین اور اسد الغابہ عبد اللہ ابن قیس کا حال

اشعرین کی تعریف

اشعرین کیسے تھے؟ اس کی نسبت صحیح بخاری "باب قدوم الاشعرین" میں ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ "وہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں اُن لوگوں سے ہوں"۔ اس مقام پر ایک اور حدیث ہے کہ حضور صلعم نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "تمھارے پاس اہل یمن آئے ہیں اُن کے دل نرم اور قلب ملائم ہیں ایمان اور یمنی حکمت سے، اُن کو فخر ہے اونٹ والوں کے لشکر پر اور تسکین اور وقار ہے بکریوں والوں پر"۔ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فتح الباری میں ہے۔

"اورد البخاری ھٰذہ الاحادیث فی الاشعرین لانھم من اھل الیمن" "بخاری نے یہ احادیث اشعرین میں داخل کی ہیں اس لیے کہ وہ لوگ اہل یمن ہیں"۔

اسد الغابہ میں ابو موسیٰ اشعری کے حالات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زبید اور عدن پر عامل مقرر فرما دیا تھا۔

دوس قبیلہ کا وفد

طفیل ابن عمر الدوسی

دوس یمن کی طرف مکہ سے زیریں جانب ایک قبیلہ تھا جو "ذوالخلصہ" اور "ذوالکفین" بتوں کا پجاری تھا۔ دوس قبیلہ کے شرفا میں طفیل ابن عمرو الدوسی ایک ذی اثر شاعر تھے۔ ہجرت سے قبل ابھی رسول اللہ صلعم مکہ میں تشریف فرما تھے کہ کسی کام کی غرض سے طفیل مکہ آئے۔ کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے طفیل سے کہا کہ "تم ہمارے وطن میں آئے ہو مگر (نعوذ باللہ) اس شخص سے بچے رہنا۔ اس نے ہمارے وطن میں تفرقہ پیدا کر دیا ہے"۔ طفیل کو اس کا خیال ہو گیا۔ ایک روز حضور صلعم کعبہ کے پاس کھڑے ہوئے نماز

۱؎ فتح الباری باب قصہ دوس و طفیل ابن عمرو الدوسی

۲؎ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ طفیل ابن عمرو الدوسی کا حال سارا حال یہیں سے لکھا ہے

پڑھ رہے تھے کہ طفیل کعبہ میں آئے اور حضور صلعم کے پاس کھڑے ہو کر حضور صلعم کا پڑھنا سننے لگے۔ طفیل شاعر تھے عربی بولی کے ادیب تھے۔ قرآن مجید! اور حضور صلعم کی زبان! طفیل ششدر رہ گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکان تشریف لے گئے۔ اب طفیل آپ کے ہمراہ تھے! گھر میں پہونچ کر طفیل نے عرض کیا "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ..... میں نے بہترین کلام سنا ہے مجھے حکم دیجے! آپ نے طفیل کو قرآن سنایا اور اسلام کی تبلیغ فرمائی اور طفیل مسلمان تھے! اور طفیل نے وعدہ کیا کہ اپنی قوم میں اسلام پھیلائیں گے۔ طفیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قوم کے حق میں دعا کی درخواست کی حضور صلعم نے دعا کی "اللہم اھد دوسا" "الٰہی دوس قبیلہ کو ہدایت کر"

دوس کا وفد

اسد الغابہ میں طفیل ابن عمرو الدوسی کے حال میں ہے کہ بدر و احد اور خندق کے بعد طفیل ابن عمرو الدوسی اپنی قوم کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ جو مسلمان ہو چکے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

جبیب ابن عمرو الدوسی کا وفد

فتح الباری میں باب قصہ دوس و طفیل عمرو الدوسی کی پہلی حدیث کی شرح لکھتے ہوئے۔ جب حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے یہ الفاظ ہیں "اللہم اھد دوسا وأت بھم" "الٰہی دوس کو ہدایت کر اور ان کو حاضر کر دے" لکھا ہے کہ "جبیب ابن عمرو الدوسی دوس پر حاکم تھے اور ان کی خاندانی حکومت تین سو برس سے چلی آتی تھی۔ جبیب کہتے تھے کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ خلق کا کوئی خالق ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔ جب کہ جبیب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہرہ سنا تو وہ اپنی قوم کے پچھتر آدمیوں کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ اور ان کے ہمراہی مسلمان ہو گئے۔

ذوالکفین برباد | اسدالغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں طفیلؓ ابن عمرو الدوسی کے حال میں ہے کہ مکہ فتح ہوجانے کے بعد طفیل نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ "مجھے مقرر فرمایا جائے کہ اپنی قوم کے بت ذوالکفین کو جاکر جلاڈالوں" یہ اجازت دے دی گئی اور طفیل نے جاکر ذوالکفین بُت کو توڑ کر جلا دیا اور یہ قطعہ کہا ؎

"یا ذا الکفین لستُ من عبادکْ — "اے ذوالکفین! میں تیرے بندوں میں سے نہیں ہوں
میلادنا اقدم من میلادکْ — ہماری پیدائش تیری پیدائش سے پہلے ہے
انا حشوت النار فی فوادکْ" — ہم نے تیرے دل میں آگ لگادی"

یہ کام کرکے طفیل رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اخیر تک خدمت کرتے رہے رضی اللہ عنہ

عدی ابن حاتم طائی کا وفد

عدی ابن حاتم طائی | عدی ابن حاتم طائی مشہور مخیر حاتم طائی کے بیٹے تھے یہ خود اپنی قوم میں نہایت فیاض اور معظم تھے۔ اسدالغابہ میں عدی کے حالات میں لکھا ہے کہ پہلے وہ نصرانی تھے اور شعبان ۹ یا ۱۰ ہجری میں عدی ایک وفد لے کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہوکر صحابہ کے زمرہ میں شامل ہوگئے۔ عدی ابن حاتم کی بہن سفانہ بنت حاتم مسلمان ہوچکی تھیں انھوں نے اپنے بھائی عدی کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی ترغیب دی اور عدی جیسا کہ لکھا جاچکا ہے ایک وفد کے ہمراہ حاضر ہوگئے۔ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم عدی کی بہت عزت فرماتے تھے

چوتھا باب

کتاب الحج

پہلی فصل - حج کرنا فرض کر دیا گیا۔ حج کا فرض ہونا اور اُس کا زمانہ - حج کے فرض ہونے میں دنیوی فوائد۔ حج کے متعلق چند قرآنی آیتیں اور احرام

دوسری فصل - مکہ دارالامن اور اُس کی حفاظت کے لیے مستحکم خود اختیاری دوامی انتظامی قیود اور شرائط۔ مکہ دارالامن - حضرت ابوبکر اور حضرت علی کا حج اور مکہ کے لیے انتظامی قیود - مکہ کا خود اختیاری انتظام اور اسلامی دنیا پر اُس کی حفاظت کی ذمہ داری -

تیسری فصل حجۃ الوداع حجۃ الوداع کے زمانہ کی قرآن مجید کی اخیر سورت - حجۃ الوداع اور اُس کا زمانہ۔ حضور صلعم کی حجۃ الوداع کے واسطے تیاری، اس کا اعلان اور ہر کا بی کے واسطے ہجوم۔ حضور صلعم کی روانگی اور مناسکہ مکہ میں حضور صلعم اور زمزم کا استعمال - حجۃ الوداع یوم الترویہ کا خطبہ حجۃ الوداع کا خطبہ اور انسانی سلامتی اور امن کا دوامی انتظام - حضور صلعم کی عرفات سے واپسی اور بقیہ ارکان - یوم النحر کا خطبہ - خوشبو - قربانی - طواف - الوداع اور مدینہ کو واپسی - حج اور تقسیم دولت۔

چوتھی فصل - ربا کی حرمت - قرآن مجید میں ربا کی حرمت اور حضور صلعم کا اعلان سود کی حرمت اور انسانی فطرت - حج کے مسئلہ کا سود خوری سے تعلق -

پہلی فصل

حج کرنا فرض کردیا گیا

حج کا فرض ہونا اور اُس کا زمانہ حج فرض ہونے میں دنیوی فوائد حج کے متعلق چند قرآنی آیتیں اور احرام

حج کا فرض ہونا اور اُس کا زمانہ

اس کتاب کے پچھلے حصہ مصطفائی کمال میں بتایا جا چکا ہے کہ ۲ھ میں کس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسحٰق اور بنی اسمٰعیل کے بزرگ باپ حضرت ابراہیمؑ کے بنائے ہوئے اللہ وحدہ لاشریک کی خالص عبادت کے گھر کی "شوکت" میں تحویل قبلہ کے ذریعہ سے اضافہ کیا۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین مکہ کی ہوس پرستی نے اس اللہ کی خالص عبادت کے گھر کو تین سو ساٹھ بتوں اور مخلوق خداوندوں کا استھان بنا رکھا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر کس طرح اس کو شرک کے حشو وزوائد سے پاک کیا گیا اور من گھڑت مخلوق معبود اس میں سے نکال باہر کئے گئے تاکہ وحدہ لاشریک کے پجاریوں کی توجہ ایک ہی مرکز پر قائم رہے اور جیسا اور امور میں اتحاد انسانی کی سعی کی گئی عبادت الٰہی کی توجہ میں بھی اتحاد اور مستحکم اتحاد کی عملی کوشش کی گئی۔ مگر ابھی مشرکین کا اثر باقی تھا اور مکہ میں اور حرم کعبہ میں مشرکانہ بدتہذیبی کی خرافات موجود تھی اور ضرورت تھی کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے اس خالص عبادت کے گھر کی طرف نہ صرف عربوں کو بلکہ مسلم عالم انسانیت کو خاص طرح سے توجہ دلائی جائے تاکہ اس دارالامن کی تقدیس کا دوامی مستقل انتظام

ہوجائے۔ اس لیے جیسا کہ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں: "بالآخر ظہورِ حق کا وقت آیا مکہ فتح ہوا اور جانشین ابراہیم اور ان کے متبعین کو موقع ملا کہ شعارِ ابراہیمی کو پھر زندہ کیا جائے۔ چنانچہ ۹ھ ہجری میں حج فرض ہوا"۔ فتح الباری میں ہے کہ حج حجۃ الوداع سے پہلے فرض ہوا۔

"وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ" (سورۂ آل عمران)

"اور اللہ کے واسطے ہے لوگوں پر حج کرنا بیت اللہ کا اس پر جو اس کے راستہ کی استطاعت رکھتا ہے اور جو کوئی کفر کرے پس حقیقت میں اللہ جہانوں سے غنی ہے۔"

یہ آیت ہے جس کو "کتاب المناسک باب وجوب الحج فضلہ" اس باب میں صحیح بخاری میں اس باب کا عنوان بنایا گیا ہے۔ صحیح ترمذی "ابواب الحج" "باب ماجاء فی ایجاب الحج بالزاد والراحلہ" میں حدیث ہے کہ "ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا چیز حج کو واجب کر دیتی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "زاد راحلہ"

حج فرض ہونے میں دینوی فوائد

۱۹۱۲ء میں (جب کہ ماحول کے اثرات سے سنہ ہجری کی عظمت کی طرف بدنصیبی سے۔ زیادہ توجہ نہ تھی) میں نے "حقیقت اسلام" اس نام سے ایک مختصر رسالہ شائع کیا تھا جس میں اسلامی فرائض کے دینوی فوائد پر نگاہ ڈالی گئی تھی اور جس کے اقتباس اس کتاب کے پچھلے حصوں میں دیئے جا چکے ہیں یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حج کے متعلق جو کچھ اس رسالہ میں لکھا گیا ہے وہ بجنسہ نقل کر دیا جائے تاکہ ناظرین حج کے دینوی فوائد سے بھی آگاہ ہو جائیں۔ "حقیقت اسلام" سے وہ اقتباس یہ ہے:

"مذہب اسلام کے متبعین پر خانہ کعبہ کے حج کو اپنی عمر میں ایک مرتبہ جانا

فرض ہے۔ قرآن مجید میں اس کا صریح حکم موجود ہے جہاں کہا گیا ہے:
"وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ" "اور حج اور عمرہ کو خدا کے واسطے پورا کرو"
جو اہل اسلام زاد راہ کی استطاعت نہیں رکھتے یا کسی اور وجہ سے مجبور ہیں وہ فریضۂ حج کے ادا کرنے سے مستثنیٰ ہیں۔ مکۂ مکرمہ سے باہر رہنے والے اہل مقدرت مسلمانوں کو اس فرض کے ادا کرنے کے واسطے اپنے وطن سے نکل کر سفر کرنا ضروری ہے ہو جاتا ہے اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کی وجہ سے مسلمان اہل دولت آرام طلب اور کاہل نہیں ہونے پاتے۔ ان میں پھرتی عملی قوت ہر وقت متحرک رہتی ہے۔ سفر اور سیاحت (جو فریضہ حج کے ادا کرنے کے واسطے ایک لازمی عنصر ہے) اس کی نسبت پرانے اور نئے خیالات دونوں متفق ہیں کہ یہ معراج ترقی کا ضروری زینہ ہے۔ سفر کے متعلق عربی کا مقولہ ہے "السفر وسیلة الظفر" "سیاحت فتح مندی کا ایک ذریعہ ہے"۔ سیاحت کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کو اس قدر کثرت سے فوائد حاصل ہوئے ہیں جن کو شمار کرنے کے واسطے ایک جداگانہ ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ صرف کولمبس کی سیاحت کا نتیجہ ہے کہ نئی دنیا (امریکا) اور پرانی دنیا کے درمیان تعلقات قائم ہوئے اور پرانی دنیا کی روز افزوں انسانی نسل کو آباد ہونے کے واسطے نئی دنیا میں وسیع قطعات زمین دستیاب ہوئے۔ وان ہیمبولڈ نے جرمنی سے نکل کر سفر کیا اور اپنے وطن میں واپس پہونچ کر فطرتی علم (نیچرل سائنس) کے متعلق اپنی وسیع تحقیقات علماء محققین کے سامنے پیش کی۔ ڈاکٹر ناسن۔ کمانڈر پیری اور اب آخر میں کپتان ایمنڈسن کی سیاحت قطب شمالی سے بہت سی نئی معلومات اور قطب شمالی کے عجیب عجیب حالات سے اہل دنیا کو آگاہی ہوئی۔ سیاحتوں کی بدولت نئی نئی خشکیاں دریافت ہوتی رہی ہیں جس سے بنی نوع انسان کی آبادی میں کشادگی اور فراخی ہوتی رہی ہے

اور ساتھ ہی نباتاتی آزوقہ کے اضافہ کے ذرائع حاصل ہوتے رہے ہیں۔ زمانۂ عروج اسلام میں جب کہ مسلمان مذہبی فرائض کی ادائگی میں ایسے سُست نہیں تھے جیسے کہ آج کل ہیں، اس قسم کے بہت سے سیاح گزرے ہیں جنھوں نے صرف حج کرنے کے واسطے اپنے گھروں سے نکل کر سفر اختیار کیا اور حج سے واپس ہوکر اپنی مسافرت کے تجربوں کا اور معلومات کثیرہ کا ذخیرہ اپنے سفرناموں کے ذریعہ سے دنیا کے سامنے پیش کیا، جس سے علم تاریخ، جغرافیہ اور نیچرل سائنس میں بہت بڑا اضافہ ہوا۔ آج کل کے مغربی علما جو ان علوم کی ترقی کی دھن میں مصروف ہیں تا قیام دنیا ایسے حاجی سیاحوں کے مشکور رہیں گے۔

ابن جبیر اندلسی (جس نے چھٹی صدی ہجری میں سیاحت کی ہے اور جو دنیا کے مشہور سیاحوں میں شمار ہوتا ہے) وہ صرف فریضۂ حج ادا کرنے کے واسطے گھر سے نکلا تھا اور سفر حج سے اپنے وطن میں واپس پہونچ کر ابن جبیر نے وہ مشہور سفرنامہ لکھا جو اس کے نام سے موسوم ہے۔ ابن بطوطہ (جس کا سفرنامہ مورخین یورپ اپنی تصانیف میں بطور سند کے پیش کرتے ہیں اور اہل مغرب کی بہت سی مستند تاریخوں کا وہ ماخذ ہے) یہ شخص بھی صرف فریضہ حج ادا کرنے کے واسطے آٹھویں صدی ہجری میں اپنے وطن طنجہ (واقع مراکو) سے نکلا تھا، اور ربع صدی سے زیادہ اُس نے سفر کی حالت میں بسر کیا۔ اس طویل المدت سفر کی بدولت جو اُس کو فریضہ حج کی وجہ سے کرنا پڑا ابن بطوطہ اپنی ہم جنس مخلوق کے واسطے اُس زمانہ کی تاریخ اور دیگر عجائبات کا حصّہ قلم بند کر گیا ہے جس سے رہتی دنیا تک اُس کے ابنائے جنس متمتع ہوتے رہیں گے۔

علاوہ ان کے اور بھی بہت سے بزرگوں نے زمانۂ عروج اسلام میں صرف ادائے فریضۂ حج کی غرض سے دور دراز سفر کیے ہیں اور اپنے سفرنامے اور تجربات قلم بند کئے ہیں جن میں سے بہت سوں کی بے بہا تصانیف یورپ کے مشہور

کتب خانوں کو زینت دے رہی ہیں اور جن کی اسم شماری بھی یہاں طوالت کی وجہ سے نظر انداز کی جاتی ہے۔ ہمارا مطلب صرف مختصر طور پر سفر کے فوائد کا شمار ہے جو ان چند مثالوں سے بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے۔ حج جس میں سیاحت و سفر لازمی ہے اس نظر سے اسلام کا کیسا مفید فرض ہے! حج کے سفر سے تجارت پیشہ مسلمان خاص طور پر فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ علاوہ اس کے کہ یہ فرقہ اپنا تجارتی مال مکہ کو لے جاکر وہاں خاطر خواہ تمتع حاصل کرے، ایام حج میں مختلف دیار و امصار کے مسلمانوں سے اپنے مفید مطلب معلومات حاصل کر سکتا ہے، ہر ملک کی ضروریات سے پورے طور پر ماہر ہو سکتا ہے اور اس ذریعہ سے وہ اپنی تجارت کو وسیع پیمانہ پر ترقی دے سکتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی حج کے اس فائدہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، چنانچہ سورہ حج میں ہے:

"وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ"

یعنی لوگوں میں حج کی شہرت کردے آئیں گے تیرے پاس لوگ پیدل اور اپنے اونٹوں پر سوار دور کے رستوں سے اس لیے کہ اپنی منفعتوں کو پالیں

اس طرح کان کن مختلف ممالک کی ارضی دولت کا حال دریافت کر سکتا ہے، کاشتکار ہر ملک کے طریقۂ کاشتکاری سے ماہر ہو سکتا ہے اور اگر اپنے مروجہ طریقہ سے کوئی آسان تر طریقہ اس کو معلوم ہو جائے، تو اس سے پورے طور پر استفادہ حاصل کر سکتا ہے۔ سر سید احمد خاں علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر میں حج کی حقیقت لکھتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے جس کو ان ہی کے الفاظ میں نقل کر دینا مناسب ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اس میں دنیوی منفعت کے سوا روحانی بھی بہت بڑی تربیت ہے۔ اول اس بزرگ یعنی حضرت ابراہیمؑ کی سالانہ یادگار ہے جو دنیا کی قوموں کے لیے اور خدائے واحد کا نام دنیا میں پھیلانے کے اور فطرت اللہ یا دین اللہ کو تمام

دنیا میں شائع کرنے کا باعث ہوا۔ ایسے بزرگوں کی یادگاریں قائم رکھنا اور اُن کے پُرانے تاریخی واقعات کو زندہ کرنا اُن کے دائمی احسانوں کا اعتراف کرنا ہے۔" تھوڑی دور آگے چل کر سرسید اعظم فرماتے ہیں: "یہ یادگاریں آئندہ اُنھیں نیکیوں اور فوائد کے جاری رکھنے میں بہت بڑی مددگار ہوتی ہے اور انسان کے دل کو نرم اور نیکیوں کی جانب راغب رکھتی ہے۔" اس قسم کے سالانہ یادگاروں کے جلسے اور مجمعے کرکے فائدہ حاصل کرنے کو ممالک متمدنہ اور ترقی یافتہ بھی عملاً نظر استحسان و پسندیدگی سے دیکھتے ہیں اور یورپ و امریکہ میں ہزارہا قسم کے یادگاری جلسے اور برسیاں ہوتی رہتی ہیں۔ غرض کہ حج ایک ایسا فرض ہے جس سے ہر شخص اپنے مذاق کے مطابق استفادہ حاصل کرسکتا ہے۔ حج میں انسان ہر ملک کے باشندوں کی جداگانہ طرز معاشرت اور طریقہ تمدن سے آگاہی حاصل کرتا ہے، جس سے اپنے ملک کے طرز معاشرت کے معائب و محاسن کا اندازہ کرکے اُس میں ترمیم کرسکتا ہے۔ حج میں مختلف ممالک کے مسلمان ایک دوسرے کے ہر قسم کے سوشیل اور پولٹیکل خیالات سے استفادہ حاصل کرتے ہیں جس سے اہل اسلام میں باہمی اپنے ہم مذہب بھائیوں سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے اور رشتۂ مودت (جس میں ہمارے مقدس مذہب اسلام نے اپنے متبعین میں باہم جکڑ دیا ہے) اور مضبوط ہوجاتا ہے۔ ہمارے علی گڑھ کالج کے مشہور اور نیک نام سابق پروفیسر ڈاکٹر آرنلڈ فریضہ حج کی تعریف لکھتے ہوئے اپنی مشہور کتاب پریچنگ آف اسلام میں لکھتے ہیں:

"اعلیٰ سے اعلیٰ مذہبی ذہانت کی قدرت سے باہر تھا کہ مسلمانوں میں اُخوۃ کا خیال پیدا کرنے کے لیے اور یہ بتانے کے لیے کہ سب مسلمان بھائیوں کا شعار یکساں رہنا چاہیئے حج سے بہتر کوئی طریقہ ایجاد ہوسکتا۔ کعبہ وہ جگہ ہے جہاں زمانۂ حج میں مغربی ساحل افریقہ کا نیگرو مسلمان ملک چین کے مسلمان سے ملتا ہے

اور یورپ کا مہذب اور خلیق ترک اُس مسلمان بھائی کو پہچانتا ہے جو بحر ملایا کے حد مشرق میں کسی جزیرہ کا وحشی باشندہ ہے۔" یہ فیصل شدہ امر ہے کہ شیرازۂ قومی کی مضبوط بندش کے واسطے کسی خاص مرکز کی ضرورت ہے۔ دنیا میں کوئی قوم کامیاب اور نامور قوم نہیں ہو سکتی جب تک کہ اُس قوم کا کوئی خاص مرکز نہ ہو قومی مرکز خیال ہوتے ہی انسان کی طبیعت میں ایک خاص تحریک پیدا ہوتی ہے جو قومی عزت کی اعلیٰ ترین بنیاد ہے۔ یورپ ایک چھوٹا سا برِّ اعظم ہے، مگر اُس خطہ کی مختلف قوموں کو دیکھیے کہ گو اُن کی رنگتوں اور عادتوں میں بہت ہی تھوڑا فرق ہے، مگر ہر ملک کا باشندہ صرف اپنے ملک کی قوم کا ممبر سمجھا جاتا ہے اور ہر قوم نے اپنا ایک مرکز مقرر کر لیا ہے جس کی ترقی اور رونق میں وہ قوم انتہائی کوشش کرتی ہے اور اُس کی عظمت خود کرنا اور اس عظمت کو دوسروں کے ذہن نشین کرنا اپنا فرض سمجھتی ہے۔ یہ ہی قومی مرکز کی تفریق خطۂ یورپ میں مختلف قوموں کا تفریقی پتہ اور معیار سمجھنا چاہیے۔ ایک جرمنی کے باشندے سے دریافت کیجیے کہ برلن کیسی جگہ ہے تو وہ اُس شہر کی تعریف نہایت ہی مبالغہ سے کرے گا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے گا کہ برلن سے بہتر دنیا میں کوئی شہر نہیں ہے۔ انگلستان کا رہنے والا اپنے مرکز لندن کی تعریف کرتے ہوئے اُس کو تمام دُنیا کے شہروں میں فضیلت دینے کی کوشش کرے گا۔ جاپانیوں کی زبانیں ٹوکیو کی تعریف کرتے ہوئے خشک ہوتی ہیں۔ باوجود قیود سلطنت شخصیہ سے آزادی کے فرانسیسی قوم اپنے مرکز پیرس اور امریکن قوم اپنے مرکز نیو یارک کی ترقی میں کروڑوں روپیہ صرف اس غرض سے صرف کرتی ہے کہ اُن کے قومی مرکز تمام دنیا کے شہروں پر فضیلت حاصل کرلیں۔ یہ سب کچھ محض اس غرض سے ہے کہ قومیت اور قومی عزت کا دارومدار کسی مرکز کی تخصیص پر قرار پا چکا ہے۔ یہ صاف ہو چکا ہے کہ مذہب اسلام

کسی خاص ملک یا کسی خاص نسل انسانی میں محدود نہیں ہے۔ اُس کی وسیع قومیت کا صرف ایک نشان یا ایک خیال توحید ہے جو ہر ملک میں، ہر نسل میں، ہر جگہ پھیلا ہوا ہے اور مذہب اسلام (جس کا یہ واجبی دعویٰ ہے کہ وہ خدائی قومیت کی روح پھونکنے کے واسطے دنیا میں آیا ہے) اُس نے اپنے شیرازۂ قومی کی حفاظت کے واسطے وہ خاص مقام مسلمانوں کا قومی مرکز مقرر کیا جس کی بنا اُس بے چون و چگوں اکیلی ذات کی عبادت کے واسطے ابراہیم علیہ السلام نے ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دو ہزار برس قبل ڈالی تھی جنھوں نے باوجود ایک بت پرست خاندان میں پیدا ہونے کے اپنی خلقی صفت نبوت کے ذریعہ سے بجائے بتوں کے خدائے واحد کی پرستش کا رواج دیا۔ کعبہ کو مسلمانوں کا قومی مرکز بنانے میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ مسلمان جب کعبہ کی جانب مُنھ کرکے کھڑے ہوں اُس وقت توحید باری کا خیال آتے ہی اُن کے دل میں قومیت کا اثر بھی تازہ ہوتا رہے، اور ہر سال حج کے ذریعہ سے دنیا کے مختلف ممالک اور مختلف دیار و امصار کے مسلمانوں کے درمیان باہمی اتحاد قومی کی تجدید ہوتی رہے اور ہر ملک کے مسلمان قائم مقام اپنے قومی مرکز میں اکٹھے ہوکر دوسرے ملک کے ہم مذہب بھائیوں کو اپنے ملک کے مسلمان بھائیوں کی یاد تازہ کراتے رہیں۔ جن اہل اسلام کو خود فریضۂ حج ادا کرنے کا شرف حاصل ہو چکا ہے اور جو لوگ اُس مسرت کامل اور حقیقی جوش کا ذاتی تجربہ رکھتے ہیں وہ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ اُس مسرت اور جوش کے اندازہ کا اظہار الفاظ اور تحریر میں آنا ممکن نہیں ہے جو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ ایک مسلمان اپنے گرد و پیش اپنے لاکھوں ہم مذہبوں کو ایک لباس (یعنی احرام) میں " انما المومنین اخوۃ " کی عملی صورت میں صرف ایک اور سچے خدا کو لبیک کہکر حاضری دیتے دیکھتے ہیں۔ اُس کا اثر کا بیان یا

تحریر انسانی قدرت سے خارج ہے جو اتنے بہت سے مختلف درجوں کے مسلمانوں کو یکساں حالت میں دیکھکر پیدا ہوتا ہے جس میں آقا اور ملازم، محتاج اور اہل ثروت کا امتیاز ناممکن ہے اور صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ سب کے سب صرف ایک قادر مطلق کے غلام ہیں اور باہم ایک درجہ رکھتے ہیں اور ایک ہی مقدس مذہب کے پیرو ہیں۔ کیا اس سے بہتر ذریعہ اہل اسلام کی باہمی مساوات اور اپنے ہم قوموں میں جذبۂ قومیت (نیشنل فیلنگ) پیدا کرنے کا ہوسکتا ہے جو مذہب اسلام کی دینوی برکات کا بہترین حصّہ ہے؟

ایک غیور طبیعت کے واسطے جس نے یہ سمجھ لیا ہو کہ اسلام کا اصول اوّل توحید باری تعالیٰ ہے اور اسلام نے سب سے پہلے بڑا کام یہ کیا ہے کہ ماسوا اللہ جس قدر ایسے زوائدات تھے جن سے شرک فی اللہ کا شبہ ہوتا تھا، سب کو نیست و نابود کر دیا یہاں پہونچ کر کہ حج و نماز میں کعبہ ایک خصوصیت رکھتا ہے ایک قسم کا خلجان ہونا ضروری ہے۔ لیکن یہ خلجان صرف اُس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک اس مسئلہ پر گہری نظر نہ ڈالی جائے۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ جب تک کسی خاص سمت توجہ نہ کی جائے اور جب تک کوئی ایک خاص خیال قائم نہ کیا جائے دوسرے مختلف توجہات سے (خواہ وہ دینی ہوں یا دینوی) طبیعت کا یکسو ہونا دشوار ہے۔ اسی واسطے دنیا کے ہر ایک عقیدہ میں یہ بات لازمی کی گئی ہے کہ عبادت کرتے وقت کسی ایک جانب مُنھ کرکے دیگر خیالات سے یکسو ہونے کی کوشش کی جائے تاکہ خاص طور پر معبود کی جانب قلب مائل ہوجائے۔ جناب رسالت مآب حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلم سے قبل تمام اہل کتاب فرقے بیت المقدّس کی جانب مُنھ کرکے عبادت کرتے تھے اور اہل عرب (جن میں اکثر یہودی اور عیسائی تھے) بیت المقدس کو اس قدر عظمت دینے لگے تھے کہ وہ عظمت شرک فی اللہ اور بت پرستی سے

درجہ تک پہونچ گئی تھی۔ جب مذہب اسلام کی روشنی نے غار حرا سے نکل کر دنیا کو منور کیا اور اس مقدس مذہب نے معبود ہائے غیر اللہ کا استیصال قطعی اپنے پروگرام کا جزو اعظم قرار دے لیا، اُس وقت بیت المقدس کی یہ حالت تھی کہ وہاں حضرت عیسیٰ کی مورت پرستش کے واسطے رکھی ہوئی تھی، حضرت عیسیٰ کی قبر کو معبود کی قبر سمجھکر پوجا جاتا تھا۔ رومیوں کے دیوتا جیوپیٹر کی پرستش گاہ بیت المقدس قرار دیا گیا تھا، ہیکل سلیمان کی پوجا کی جاتی تھی، اور ان سب اجزا میں شان الوہیت سمجھی جاتی تھی۔ ان تمام حالات کے ساتھ بیت المقدس نے اپنے بانی حضرت سلیمان علیہ السلام کی اصل منشا اور غرض سے ہٹ کر ایک بت خانہ کی صورت اختیار کر لی تھی۔ ہمارے حضور سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلم (جن کی خلقت میں پرستش ماسوا اللہ سے نفرت ودیعت ہو چکی تھی) ایسے پراز حشو و زوائد مکان کی سمت کو اپنا قبلہ بنانا کب گوارا کر سکتے تھے؟ چنانچہ آپ نے حضرت ابراہیم کی مسجد حرام کو (جس کو کعبہ کہتے ہیں) وہ سمت مقرر فرمایا جس طرف منھ کر کے خدائے واحد و یکتا کی عبادت کی جائے۔ ساتھ ہی حرم کعبہ کو اُس حشو و زواید سے پاک و صاف کر دیا اور وہ معبود ہائے مصنوعی اُس میں سے نکال کر پھینک دیے جو امتدادِ زمانہ اور جہالت کے متوہمانہ خیالات سے انسانوں نے خانۂ کعبہ میں رکھ دیے تھے۔ پھر اس خیال سے کہ مبادا اہل اسلام کعبہ میں شان الوہیت سمجھنے لگیں قرآن مجید میں متعدد جگہ اس کو صاف کر دیا گیا ہے کہ کعبہ ایک سجدہ گاہ (مسجد) سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور جہات یا سمتیں سب خدا کی ملکیت ہیں۔ چنانچہ اس کو کھول کر کہہ دیا گیا:

"لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" "مشرق اور مغرب خدا ہی کے واسطے ہے جدھر تم منھ کرو پھر اُدھر ہی خدا کا منھ ہے"

ایک جگہ اس سے بھی صاف طور پر کہہ دیا گیا ہے :

"لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب" "یہ کچھ نیکی نہیں ہے کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر دو"

سمت قبلہ کی نسبت سرسید اعظم علیہ الرحمۃ ایک جگہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"مبارک ہو اُس کو یعنی حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کو جس نے اُن تمام نشانوں کو مٹا دیا اور اس بے نشان کی عبادت کو بغیر کسی نشان کے قائم کیا اور بحر و بر اور پہاڑ اور گھر اور مسجد سب میں یکساں خدا کی عبادت ہونا سکھا دیا۔ کوئی سمت خدا کی عبادت کے لیے مخصوص نہیں کی۔ یہ سمجھنا کہ کعبہ کی سمت خدا کی عبادت کے لیے مخصوص ہے محض غلطی ہے اور بانیِ اسلام کی ہدایت کے خلاف۔ وہ سمت عبادت کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ ایک تمیز اور تفرقہ کے لیے مخصوص ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کعبہ کی خصوصیت اصول مذہب اسلام یعنی توحید میں کوئی رخنہ نہیں پیدا کر سکتی ہے"

حج کے متعلق چند قرآنی آیتیں اور احرام

حج کے متعلق چند قرآنی آیتیں یہ ہیں جن سے بعض حج کے فرائض کا پتہ لگتا ہے اور دیکھو! ان احکام کے اندر کوئی نسلی یا قومی یا ملکی استثنیٰ نہیں اور اتحاد بنی آدم کے مظاہرہ کے لیے یہ کتنا بہتر انتظام ہے! آیتیں دیکھو۔

"وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖ"

"اور اللہ کے واسطے حج اور عمرہ کو پورا کرو پھر اگر تم گھیرے جاؤ پھر جو کچھ میسر ہو قربانی سے اور اپنے سروں کو مت منڈاؤ جب تک کہ قربانی کی جگہ اپنی (حلال ہونے کی) نہ پہونچے۔ پھر جو کوئی تم میں بیمار ہو یا اُس کے سر میں کوئی ایذا ہو پھر اُس کے بدلے میں

أَذًى مِّنْ رَّأْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ
صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ
فَإِذَآ أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ
إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ
فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ
فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ
تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ
لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهٗ حَاضِرِي
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَاعْلَمُوْٓا أَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ
الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ
فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا
فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ
وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ
وَتَزَوَّدُوْا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى
وَاتَّقُوْنِ يٰٓأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ لَيْسَ
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا
مِّنْ رَّبِّكُمْ فَإِذَآ أَفَضْتُمْ مِّنْ
عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ
الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ
كَمَا هَدٰىكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ

روزے ہیں یا صدقہ ہے یا قربانی ہے پھر
جب تم امن میں ہو پھر جس کسی نے عمرہ سے
فائدہ اُٹھایا حج تک پھر جو کچھ قربانی سے میسر ہو
پھر جو کوئی نہ پائے پھر تین دن کے روزے
ہیں حج میں اور سات روزے ہیں جب کہ
پلٹ جاؤ تم۔
یہ دس پورے ہوئے۔ یہ اُس کے
واسطے ہے کہ اُس کے اہل مسجد حرام کے
رہنے والے نہ ہوں اور اللہ سے ڈرو
اور جان لو کہ اللہ سخت عذاب والا ہے۔
حج کے مہینے ہیں پھر وہ شخص جس نے مقرر
کیا اُس میں حج پھر نہ عورت کی طرف رغبت کرنا
ہے اور نہ گناہ کرنا ہے اور نہ جھگڑا کرنا ہے
حج میں۔ اور جو کچھ تم بھلائی کرو گے اللہ
اُس کو جانتا ہے۔ اور راستہ کا خرچ کیا کرو
پھر حقیقت میں بہتر خرچ بچنا ہے اور ڈرو تم
مجھ سے اے عقل والو۔ تم پر گناہ نہیں ہے
کہ اپنے پروردگار کا فضل ڈھونڈو۔ پھر جب
تم عرفات سے واپس ہو پھر یاد کرو اللہ کو
مشعر حرام کے نزدیک اور یاد کرو اُس کو
جیسا کہ تم کو ہدایت کی اور حقیقت میں اس سے پہلے

لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ ثُمَّ اَفِيْضُوْا
مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ
فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ
اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ
مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا
وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا
فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ
حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا
كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ
الْحِسَابِ ۝ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ
فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ
تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ
عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ
عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ
تُحْشَرُوْنَ ۝ (سیقول نصف سورہ بقر)

تم لوگ گمراہوں میں سے تھے۔ پھر تم پلٹ جاؤ
جہاں سے لوگ پلٹ جاتے ہیں اور اللہ سے
مغفرت مانگو حقیقت میں اللہ بخشنے والا مہربان
ہے پھر جب تمھارے مناسک پورے ہو جائیں
پھر یاد کرو اللہ کو مثل اپنے آبا کے یاد کرنے کے
یا اس سے بھی شدید تر یاد کرنا۔ پھر لوگوں میں سے
وہ شخص ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب دے
ہم کو دنیا میں اور اس کے واسطے آخرت
میں کچھ حصہ نہیں ہے اور ان میں سے جو
کہتا ہے اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں نیکی
دے اور آخرت میں نیکی دے اور ہم کو
آگ کے عذاب سے بچا۔ یہ وہ لوگ ہیں
ان کے واسطے حصہ ہے اس میں جس کو
انھوں نے کمایا اور اللہ جلد حساب لینے والا
ہے اور اللہ کو چند روز یاد کرو پھر جو کوئی
دو دن کے اندر جلدی کرے پھر اس پر گناہ
نہیں ہے اور جس نے تاخیر کی پھر اس پر بھی
گناہ نہیں ہے اس کے واسطے جس نے تقویٰ
کیا اور ڈرو اللہ سے اور جان لو کہ حقیقت
میں تم لوگ اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے

احرام باندھنا ہر حاجی پر ضروری ہے اور یہ غالباً حضرت ابراہیم کے زمانے کے

لباس کی نقل ہے۔ احرام کا لباس یہ ہے ایک چادر کا تہبند باندھنا اور ایک چادر کندھوں پہ اوڑھنا اور سر ننگا رکھنا۔ پاؤں یا تو ننگے ہوتے ہیں یا پاؤں میں چپل ہوتی ہے جس میں پنجہ کھلا ہوتا ہے یہ مردوں کا لباس ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ احرام باندھنے والا کیا پہنے آپ نے فرمایا کہ احرام باندھنے والا نہ تو قمیص پہنے اور نہ عمامہ باندھے اور نہ پاجامہ پہنے اور نہ برنس پہنے اور نہ خف (چمڑے کی جراب) پہنے مگر وہ جس کو جوتیاں میسر نہ ہوں مگر اُن کا بھی ٹخنوں سے نچلا حصّہ کھلا ہو۔ اور نہ زعفرانی رنگ پہنے اور نہ زرد رنگ" اس میں یہ بھی یاددہانی ہے کہ پچھلے گزرے ہوئے انسان ایسے ہی تھے جیسے ہم انسان ہیں بلحاظ اُن کے خدمت بنی آدم کے اُن کو یہ رتبہ ملا کہ ہم کو اُن کے لباس اور اُن کی عبادت کی عظمت عملاً کرنا پڑتی ہے اور ہم عملاً عمر بھر میں ایک مرتبہ ضرور اُس کو اختیار کرتے ہیں۔

دوسری فصل

مکّہ دارالامن اور اُس کی حفاظت کے لیے مستحکم خود اختیاری دوامی انتظامی قیود اور شرائط

مکّہ دارالامن۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کا حج اور مکّہ کے لیے انتظامی قیود۔ مکہ کا خود اختیاری انتظام اور اسلامی دنیا پر اس کی ذمہ داری

مکہ دارالامن إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ "حقیقت میں پہلا گھر جو لوگوں کے واسطے بنایا

لہ صحیح بخاری کتاب المناسک۔ باب ما لا یلبث المحرم من الثیاب۔

لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّهُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (آل عمران)

گیا وہ مکہ میں ہے مبارک ہے اور ہدایت ہے جہانوں کے واسطے اس میں ظاہر نشانیاں ہیں مقام ابراہیم اور جو کوئی اس میں داخل ہو گیا امن میں آ گیا۔"

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ عالم انسانیت کی عبادت کرنے کی غرض سے برکت کا مقام بنایا گیا ہے جہاں سب کو اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کے ذریعہ سے ہدایت مل سکتی ہے۔ مکہ میں یہ سب سے پہلا گھر ہے جو اللہ کی عبادت کے واسطے بنایا گیا ہے۔ اس کے متعلق تفصیل کے ساتھ اس کتاب کے حصہ مولود ہمایوں میں بتایا جا چکا ہے۔ مگر تم دیکھ چکے ہو کہ مشرکین مکہ نے صرف اپنے مشرکانہ عقاید کے اثر سے کس طرح کعبہ کو موحدین کی عبادت تک سے بند کر دیا تھا اور کس طرح اس دارالامن کی امن کو درہم برہم کر رکھا تھا اور کس طرح ۸ ؁ھ ہجری میں مکہ فتح ہوا اور مسلمان اللہ کے گھر میں داخل ہو سکے اس کے بعد حج فرض ہوا اور یہ ۹ ؁ھ ہجری تھا۔ "تاہم" بقول علامہ شبلی نعمانی "آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال یہ فرض ادا نہیں کیا کہ عرب ننگے ہو کر طواف کعبہ کرتے تھے اور آں حضرت صلعم ایسی بے حیائی کا منظر آنکھ سے دیکھنا گوارا نہیں فرما سکتے تھے۔"

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ کا حج اور مکہ کے لیے انتظامی قیود

فتح الباری میں ہے کہ غزوۂ حنین کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے عمرہ کیا۔ لیکن حج نہیں کیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ۹ ؁ھ ہجری میں[۱] حضور صلعم کے خاص حکم سے حضرت ابو بکرؓ لوگوں کے ساتھ حج کرنے کو گئے۔ یہ لوگوں کی جماعت جن میں تین سو صحابہ شامل تھے اور جن پر حضرت ابو بکر امیر مقرر کئے گئے تھے۔ حج فرض ہونے کے بعد

۱؎ باب حج ابو بکر بالناس فی سنۃ تسع

پہلی جماعت تھی جو اس فریضہ کو ادا کرنے کے واسطے مدینہ سے گئی۔ اس جماعت میں کچھ لوگ اعلان کرنے والے نقیب بھی تھے جن میں ایک ابوہریرہ رضؓ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ مکہ میں موذنین یعنی اعلان کرنے والے صحابہ کے ذریعہ سے اعلان کر دیا جائے کہ اس سال کے بعد مشرک لوگ حج نہیں کر سکیں گے یعنی مشرکوں کو حج کرنے کی اجازت نہیں ہوگی[۱] اور نہ کوئی ننگا ہو کر کعبہ کا طواف کر سکے گا۔ یہ کہ اس سال کے بعد مشرک حج نہیں کر سکے گا۔ تعمیل[۲] تھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی جو سورۂ توبہ کے چوتھے رکوع میں اس طرح صادر ہوا تھا:

"یاایھا الذین اٰمنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا" — "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اس کے سوا نہیں ہے کہ مشرک لوگ ناپاک ہیں پھر وہ لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس نہ جائیں۔"

اس کے بعد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو مامور فرمایا کہ وہ بھی مکہ جائیں اور سورہ براۃ کا ابتدائی حصہ جو فتح مکہ کے بعد[۳] ۹ ہجری میں نازل ہوا تھا موذنین کے ذریعہ سے اس کا اعلان کر دیں۔ فتح الباری[۴] میں ہے کہ یہ سورہ براۃ کی آیتیں جن کے اعلان کے واسطے حضرت علی مامور کئے گئے تھے کچھ اوپر تیس "ولو کرہ المشرکون" تک تھیں اور وہ آیتیں یہ ہیں:

"بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ" — "بیزاری ہے اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے اُن لوگوں کی طرف کہ تم نے مشرکوں سے عہد کیا

[۱و۲] فتح الباری باب حج ابوبکر بالناس فی سنہ تسعہ [۳] فتح الباری کتاب التفسیر سورۂ براۃ باب قولہ واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج [۴] فتح الباری کتاب التفسیر سورہ براۃ باب قولہ براۃ من اللہ ورسولہ

فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ
وَّاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ
وَأَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِينَ ۝ وَ
أَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ
يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللّٰهَ
بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ وَ
رَسُولُهُ ۚ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ
وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ
غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۗ وَبَشِّرِ الَّذِينَ
كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ
عَاهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُو
كُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا
فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ
إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝ فَإِذَا انْسَلَخَ
الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا
الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ
وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ
وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِنْ تَابُوا
وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ
فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ
وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ

پھر پھرو زمین میں (اے مشرکو) چار مہینے
اور جان لو کہ درحقیقت تم اللہ کو عاجز نہیں
کر سکو گے اور حقیقت اللہ کافروں کو رسوا
کرنے والا ہے اور پکار ہے اللہ اور اُس کے
رسول کی طرف سے لوگوں کی طرف بڑے حج
کے دن حقیقت میں اللہ مشرکوں سے بری ہے
اور اُس کا رسول پھر اگر توبہ کرو تم پھر وہ تمہارے
واسطے بہتر ہے اور اگر تم پھر جاؤ پھر جان لو کہ تم
اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور کافروں کو
دردناک عذاب کی بشارت دے۔ مگر وہ لوگ
کہ تم نے عہد کیا مشرکین سے پھر نہ کم کیا اُنھوں نے
تم سے کچھ اور نہ مظاہرہ کیا اُنھوں نے تم پہ
کسی کو پھر پورا کرو اُن کی طرف اُن کا عہد اُن کی
مدت تک حقیقت میں اللہ پرہیزگاروں کو دوست
رکھتا ہے پھر جب کہ امن کے مہینے ختم ہو جائیں
پھر مارو مشرکوں کو جہاں تم اُن کو پاؤ اور پکڑو
اُن کو اور گھیرو اُن کو اور ہر جگہ اُن کی تاک پہ
بیٹھو پھر اگر توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور
زکوٰۃ دیا کریں تو اُن کا راستہ چھوڑ دو۔ حقیقت
میں اللہ بخشنے والا رحم والا ہے۔ پھر اگر
کوئی مشرکوں میں سے تجھ سے پناہ مانگے

فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ
اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ
لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ
عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ
اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوْا
لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ
يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَيْفَ وَاِنْ
يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا
فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً يُرْضُوْنَكُمْ
بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ
وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِشْتَرَوْا
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا
عَنْ سَبِيْلِهٖ اِنَّهُمْ سَآءَ
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ
اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً وَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝ فَاِنْ تَابُوْا
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ
اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ
فِي الدِّيْنِ ۝

پھر تو اُس کو پناہ دے یہاں تک کہ اللہ کا کلام
سُنے پھر پہونچا دے اُس کو اُس کی امن کی
جگہ یہ اس واسطے کہ وہ ایک قوم ہیں کہ نہیں
جانتے۔ مشرکوں کے واسطے عہد کیوں کر ہو
اللہ اور اُس کے رسول کے نزدیک مگر جن
لوگوں سے تم نے مسجد حرام کے نزدیک
عہد کیا تھا پھر جب تک کہ وہ لوگ تمہارے
واسطے قائم رہیں پھر تم بھی اُن کے واسطے
قائم رہو حقیقت میں اللہ پرہیزگاروں کو دوست
رکھتا ہے۔ کس طرح! اور اگر وہ لوگ تم پر غالب
آویں نہ رعایت کریں تمہاری قرابتوں میں اور
نہ عہد کی تم کو خوش کرتے ہیں اپنی باتوں سے
اور اُن کے دل انکار کرتے ہیں اور اُن کے
اکثر فاسق ہیں۔ مول لیتے ہیں اللہ کی نشانیوں
کے بدلے تھوڑا مول پھر وہ لوگ روکتے
ہیں اُس کے راستہ سے حقیقت یہ ہے کہ
جو کچھ وہ کرتے ہیں برا ہے۔ وہ لوگ نہیں رعایت
کرتے کسی مسلمان کی قرابت داری کی اور
نہ عہد کی اور لوگ وہ ہیں جو حد سے نکل جانے والے
ہیں۔ پھر وہ لوگ اگر توبہ کریں اور نماز پڑھیں
اور زکوٰۃ دیں پھر تمہارے بھائی ہیں دین میں

وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝
وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ
فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ
لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝
اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ
وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ
بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ
اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ
اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝
قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ
بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ
وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ
صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝
وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۚ
وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝
اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا
يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا
مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ

اور ہم مفصل بیان کرتے ہیں نشانیاں جاننے والی
قوم کے واسطے اور اگر وہ لوگ اپنے عہد کے بعد
اپنی قسمیں توڑ دیں اور وہ لوگ تمہارے دین
میں طعن کریں پھر تم لڑو کفر کے سرداروں سے
حقیقت میں وہ لوگ ہیں جن کے واسطے قسمیں
نہیں ہیں تاکہ وہ لوگ رک جائیں۔ کیا تم نہیں
لڑو گے قوم سے جن لوگوں نے اپنی قسموں کو
توڑا اور رسول کو نکال دینے کا ارادہ کیا اور
وہ انہوں نے تم سے پہلی بار شروع کیا۔ کیا تم
ان سے ڈرتے ہو پھر اللہ کو حق ہے کہ تم لوگ
اس سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔ تم لوگ
ان سے لڑو عذاب کرے گا ان کو اللہ تمہارے
ہاتھوں سے اور رسوا کرے گا ان کو اور
تمہاری مدد کرے گا ان پر اور مومن قوم کے
سینوں کو شفا دے گا اور دور کر دے گا غصہ
ان کے دلوں کا اور پھر آتا ہے اللہ جس کو
چاہتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے
کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم چھوڑ دیے جاؤ اور
حالاں کہ ابھی نہیں جانا اللہ نے ان لوگوں کو
تم میں سے جنھوں نے جہاد کیا اور نہیں پکڑتے
وہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کے سوا اور نہ مومنین کے

وَلِيجَةً ۭ وَاللّٰهُ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝
مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا
مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِينَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ
بِالْكُفْرِ ۭ أُولٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ
وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُونَ ۝
إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ
اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ
وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰى
أُولٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ
أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ
وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۭ
لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ۝
الَّذِينَ اٰمَنُوا وَهَاجَرُوا
وَجٰهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنْفُسِهِمْ ۙ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ
وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝
يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ

سواء دل دوست اور اللہ خبردار ہے اس سے
جو تم کرتے ہو۔ مشرکوں کو نہیں ہے یہ کہ وہ لوگ
اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں حالاں کہ اپنی
جانوں پر کفر کے ساتھ گواہی دیتے ہیں یہ وہ
لوگ ہیں کہ اُن کے اعمال برباد ہو گئے اور
وہ لوگ ہمیشہ کے واسطے آگ میں ہیں سوائے
اس کے نہیں ہے کہ آباد کرتے ہیں اللہ کی
مسجدوں کو وہ جو کہ ایمان لایا اللہ پر اور آخرت
کے دن پر اور قائم کرتا ہے نماز کو اور دیتا ہے
زکوٰۃ اور نہیں ڈرتا مگر اللہ سے پھر قریب ہے کہ
وہ لوگ ہو جائیں راہ پانے والوں میں سے۔
کیا کیا ہے تم نے حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام
کی خدمت کرنا مثل اُس کے کہ ایمان لایا اللہ پر
اور آخرت کے دن پر اور اللہ کی راہ میں جہاد
کیا۔ اللہ کے نزدیک نہیں برابر ہوتے اور
اللہ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔ جو لوگ کہ
ایمان لاتے ہیں اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں
جہاد کیا اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے
بڑے درجے ہیں اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں
مراد پانے والے۔ اُن کا رب اُن کو بشارت
دیتا ہے اپنی طرف سے رحمت کے ساتھ اور

وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ
مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ
اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا
اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ
اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ
وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ
وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ
وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا
وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ
تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ
وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ
فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝
لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ
وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ
فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ
الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ
مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ
عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا

رضامندی کے اور جنتوں کے اُن کے واسطے
اُس میں پائداری نعمت ہے۔ اُس میں ہمیشہ رہیں گے
حقیقت میں اللہ کے نزدیک بڑا ثواب ہے۔
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے باپوں اور
بھائیوں کو دوست مت بناؤ اگر وہ لوگ دوست
رکھیں کفر کو ایمان پر اور جس نے تم میں سے اُن کو
دوست رکھا پھر وہ لوگ ظالم ہیں۔ کہدے اگر ہوں
تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے
بھائی اور تمھاری جوروئیں اور تمھارے قبیلے
اور مال جو تم نے کمائے اور تجارت جس کے مندے سے
تم ڈرتے ہو اور گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو زیادہ
پیارے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی نسبت اور
اُس کے راستہ میں جہاد کی نسبت پھر تم انتظار کرو
یہاں تک کہ اللہ لائے اپنا حکم اور اللہ فاسقوں
کی قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔ واقعی تم کو اللہ نے
مدد دی بہت جگہوں میں اور حنین کے دن جس وقت
تعجب ہوا تم کو اپنی کثرت پر پھر تم کو کسی شے نے
مستغنی نہیں کیا اور تم پر زمین تنگ ہو گئی باوجود
کشادہ ہونے کے پھر پھر گئے تم پیٹھ پھیر کر۔ پھر
اللہ نے اپنے رسول پر تسکین اُتاری اور مومنین پر
اور اُتارے لشکر جو تم لوگوں نے اُس کو

لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ٥
ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ
عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ٥ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا
الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا
وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ
يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ
اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ٥ قَاتِلُوا
الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا
بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ
مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ
دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ
هُمْ صٰغِرُوْنَ ٥ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ
عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى
الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ
بِاَفْوَاهِهِمْ ج يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ط قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ج
اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ٥

نہیں دیکھا اور عذاب کیا اُن لوگوں کو جو کافر ہوئے
اور یہی کافروں کی سزا ہے - پھر اس کے بعد
پھر آئے گا اللہ جس پر چاہے اور اللہ بخشنے والا
مہربان ہے - اے وہ لوگو! جو ایمان
لائے ہو اس کے سوا نہیں ہے کہ مشرک
ناپاک ہیں - پھر اس سال کے بعد وہ لوگ
مسجد حرام کے پاس نہ آئیں اور اگر تم فقر سے
ڈرو پھر البتہ تم کو اللہ اپنے فضل سے
دولت مند کرے گا اگر چاہے گا. حقیقت میں
اللہ جاننے والا حکمت والا ہے - لڑو اُن
لوگوں سے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور
نہ آخر دن پر اور نہیں حرام جانتے اُس چیز کو
کہ اللہ اور اُس کے رسول نے حرام کیا
اور دین حق کو منظور نہیں کرتے اُن لوگوں سے
جو اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں
اپنے ہاتھ سے اور وہ ذلیل ہوں اور یہود نے
کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا
مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ اُن کا قول اُن کے
منھوں کی بکواس ہے وہ لوگ اس بات سے
کافروں کے قول کے مشابہ ہوتے ہیں اُن سے
اللہ ان کو مار ڈالے - کہاں سے پھیرے جاتے ہیں

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِــــُٔـوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

(سورہ توبہ)

انھوں نے اپنے عالموں کو اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا، اپنا رب بنا لیا ہے اور مسیح ابن مریم کو۔ اور نہیں حکم دیے گئے وہ لوگ مگر یہ کہ وہ لوگ بندگی کریں اکیلے معبود کی نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ۔ وہ پاک ہے اُس سے جو وہ لوگ شریک کرتے ہیں۔ وہ لوگ ارادہ کرتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کی روشنی کو اپنے منھ کی بکواسوں سے اور نہیں قبول کرتا اللہ مگر یہ کہ پورا کرے اپنا نور اگرچہ مشرک لوگ کراہیت کریں۔ وہ وہ ذات ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور دینِ حق تاکہ اُس کو سارے دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک کراہیت کریں۔"

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ نے مکہ جاکر حج کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی تعمیل کی اور مشرکوں کو حج کی ممانعت اور ننگا ہو کر طواف کی ممانعت اور اس کے دلائل میں سورۂ براۃ کی آیتوں کا مکہ میں اعلان ہو گیا اور ۹ھ ہجری کے بعد سے مشرکین کا داخلہ حرم میں روک دیا گیا جن میں یہود و نصاریٰ بھی شامل تھے اس لیے کہ وہ بھی مشرکانہ عقائد سے ملوث تھے جس کی تشریح مذکورہ سورۂ براۃ کی آیتوں میں موجود ہے۔

مکہ کا خود اختیاری انتظام اور اسلامی دنیا پر اُس کی حفاظت کی ذمہ داری

دیکھو اور غور سے دیکھو! یہ دار الامن مکہ مکرمہ کے باشندوں کی سلامتی اور امن کا خود اختیاری اصول پر دوامی سیاسی انتظام ہے جس کی ذمہ داری سارے عالمِ اسلام پر ہے

مسلمان ربع مسکون میں کہیں بھی آباد ہو مکہ کے اس انتظامی قیود کی حفاظت کا وہ پابند ہے اور اس میں دھن من تن قربان کر دینا وہ اپنی دنیا اور دین کی نجات سمجھتا ہے۔ یہ ایسا مستحکم دوامی سیاسی انتظام ہے جس کو Self Determi-nation کے نام سے آج کی نام نہاد متمدن سیاست داں دنیا بھی سیاسی نقطۂ نگاہ سے نامناسب اور غیر ضروری نہیں کہہ سکتی۔ اور دیکھو! یہ انتظام مشرکین کی مسلسل بائیس برس کی خون آشام فتنہ پردازی اور ریشہ دوانیوں سے نہایت درجہ تنگ آکر کیا گیا تاکہ دنیا میں ایک ایسی محفوظ جگہ کا انتظام ہو جائے جہاں مسلم اور مومن کامل اطمینان کے ساتھ اپنے اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کر سکے اور اس میں اس کو ذرا بھی کھٹکا نہ ہو اور مکہ سے زیادہ اور کون سا مقام اس کے لیے موزوں ہو سکتا تھا۔ جہاں ابو الانبیا حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کی خالص عبادت کے لیے کعبہ بنا دیا تھا۔ یہی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کا حج فرض ہونے کے بعد پہلے حج پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اعلان تھا جس نے مسجد حرم میں مشرکوں کا داخلہ روک دیا اور جس کا اوپر تذکرہ کیا گیا۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کا ایسا اعلان ہے کہ دنیا کا مسلم خواہ وہ کسی ملک میں بھی ہو۔ اس کی خلاف ورزی پر اپنا خون بہانے کو ہمیشہ تیار رہے گا اور مشرکین کے داخلہ کو مکہ مدینہ سے روکنے میں اپنی جان برباد کر دینا ہمیشہ اپنی سعادت اور نجات سمجھے گا اس لیے کہ اس اعلان کے ذریعہ سے یہ اللہ اور رسول کا حکم صادر ہو چکا ہے۔

تیسری فصل

حجّۃ الوداع

حجۃ الوداع اور اُس کا زمانہ۔ حجۃ الوداع کے واسطے حضور صلعم کی تیاری اس کا اعلان اور ہمرکابی کے واسطے ہجوم۔ حضور صلعم کی روانگی اور مناسک۔ مکہ میں حضور صلعم اور زمزم کا استعمال۔ حجۃ الوداع۔ یوم الترویہ کا خطبہ۔ حجۃ الوداع کا خطبہ اور انسانی سلامتی اور امن کا دوامی انتظام۔ حضور صلعم کی عرفات سے واپسی اور بقیہ ارکان۔ یوم النحر کا خطبہ۔ خوشبو، قربانی، طواف وداع اور مدینہ کو واپسی۔ حج اور تقسیم دولت۔

حجۃ الوداع اور اُس کا زمانہ

حجۃ الوداع کیا ہے؟ اس کا جواب فتح الباری میں ان الفاظ میں دیا گیا ہے:

"ان المراد بالوداع وداع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتیٰ وقعت وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم بعدھا بقلیل[۱]"

"یہ کہ رخصت سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت ہے یہاں تک کہ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد حضور صلعم کی وفات ہو گئی۔"

پھر اسی کتاب میں ایک جگہ ہے:

"حجۃ الوداع کانت قبل وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم باکثر من ثمانین یوما[۲]"

"حجۃ الوداع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے اسّی دن سے کچھ زیادہ قبل واقع ہوا"

حجۃ الوداع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حج ہے جو حج فرض ہونے

---

[۱] و [۲] فتح الباری باب حجۃ الوداع

کے بعد حضور صلعم نے ذی الحجہ[۱] سنہ ہجری میں ادا فرمایا۔

حضور صلعم کی حجۃ الوداع کے واسطے تیاری، اس کا اعلان اور ہمرکابی کے واسطے ہجوم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے اور کچھ اوپر نو برس مدینہ میں قیام فرمایا لیکن اس دوران میں حج کوئی نہیں کیا۔ اب جب کہ حج کرنا فرض کردیا گیا تو آپ نے سنہ[۲] ہجری میں فریضہ حج ادا کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس کا عام اعلان کیا گیا اس کی اطلاع پاکر قرب وجوار کے لوگ جوق جوق مدینہ میں آکر جمع ہونے لگے اور حج کرنے والوں کا اتنا ہجوم ہوگیا کہ سیرۃ النبی کے لکھنے والے حجۃ الوداع کے حاجیوں کی تعداد ایک[۳] لاکھ بتاتے ہیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم صادر فرمایا کہ جملہ ازدواج مطہرات اس حج کے واسطے ہمرکاب جائیں گی اور حضور صلعم نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ جس کے پاس قربانی[۴] ہو اگر وہ چاہے تو حج اور عمرہ دونوں کرے۔

حضور صلعم کی روانگی اور مناسک

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف[۵] حج کرنے کی نیت کی۔ روانگی حج سے قبل آپ نے غسل فرمایا اور تیل ڈالا اور تہبند باندھا اور چادر اوڑھی اور ۲۶ ذی قعدہ کو سنیچر کے روز ظہر کی نماز چار رکعت مدینہ میں پڑھکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم عظیم الشان قافلہ کے ہمراہ حج کرنے کو روانہ ہوگئے اور ذوالحلیفہ کے مقام آپ نے عصر کی نماز دو[۶] رکعت قصر کی ادا فرمائی اور وہاں آپ نے صبح تک قیام فرمایا۔ دوسرے روز آپ نے پھر غسل فرمایا اور حضرت عائشہ رض نے حضور صلعم کے جسم اطہر پر عطر[۷] ملا۔ اور آپ نے دو رکعت نماز

---

۱ فتح الباری باب حجۃ الوداع ۲ صحیح ترمذی ابواب الحج ۳ سیرۃ النبی جلد دوم حجۃ الوداع کا حاشیہ ۴و۵ صحیح بخاری کتاب المناسک ۶ صحیح بخاری کتاب المناسک باب من بات بذی الحلیفہ ۷ سیرۃ النبی جلد دوم

پڑھی اُس کے بعد احرام باندھا اور قصوا[1] پر سوار ہوکر البیدا کے مقام سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے اس طرح تلبیہ کیا:

"لبیك اللھم لبیك لبیك	"ہم تیرے سامنے حاضر ہیں الٰہی ہم تیرے
لا شریك لك لبیك	سامنے حاضر ہیں ہم تیرے سامنے حاضر ہیں
ان الحمد والنعمة لك	تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ ہم تیرے سامنے حاضر
والملك لك	ہیں حقیقت میں تعریف اور نعمت تجھی کو ہے
لا شریك لك"	اور ملک تیرا ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں"

ذرا خیال کرو یہ تکبیر حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے زور سے نکلتی ہے اور حضور صلعم کے دَل کے دَل ہمراہی حجّاج کا گروہ اس تلبیہ کو سنتا ہے اور اسوۂ حسنہ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں آدمیوں کا یہ عظیم الشان لشکر بھی اللھم لبیك کے نعرے لگاتا ہے! یہ کیسا بارعب جلال الٰہی کا نظارہ ہوگا! کیسی مبارک تھیں وہ ہستیاں جن کو اس بابرکت مجمع میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس طرح مدینہ سے مکہ تک سفر میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ[2] راتیں گزاریں۔ سیرۃ النبی[3] میں ہے کہ "فتح مکہ میں آپ نے جن منازل میں نماز ادا کی تھی وہاں برکت کے خیال سے لوگوں نے مسجدیں بنالی تھیں آں حضرت صلعم ان مساجد میں نماز ادا کرتے جاتے تھے۔" سنن ترمذی میں ہے کہ مکہ کے قریب ایک موضع فخ[4] ہے وہاں پہنچ کر مکہ میں داخل ہونے کی غرض سے محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا اور فتح الباری[5] کی تحقیقات کے بموجب حضور صلّی اللہ علیہ

---

[1] حضور صلعم کے اُس اونٹ کا نام تھا جس پر آپ نے حجۃ الوداع کا سفر کیا ہے اور جس پر حجۃ الوداع کا خطبہ پڑھا گیا ہے [2] فتح الباری باب حجۃ الوداع [3] سیرۃ النبی جلد دوم حجۃ الوداع [4] سنن ترمذی ابواب الحج باب ما جاء فی الاغتسال لدخول مکہ [5] فتح الباری باب حجۃ الوداع

وسلم ۴ ذی الحجہ کو فجر کے وقت مکہ میں داخل ہوئے۔ سیرۃ النبیؐ میں ہے کہ خاندانِ ہاشم کے لڑکوں نے آمد آمد کی خبر سنی تو خوشی سے باہر نکل آئے آپ نے فرطِ محبت سے اونٹ پر کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے بٹھا لیا۔" مکہ میں داخل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا یہ کام کیا کہ آپؐ نے وضو کیا پھر طواف کیا - یہ الفاظ صحیح بخاری کی ایک حدیث کے ہیں۔ سنن ترمذی میں ہے:

"لما قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ دخل المسجد فاستلم الحجر ثم مضی علی یمینہ فرمل ثلاثا ومشی اربعا"	"جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو آپ مسجد میں داخل ہوئے اور حجر اسود پر استلام کیا یعنی اُس کو ہونٹ یا ہاتھ سے چھوا پھر آپ اُس کی سیدھی جانب گزرے پھر آپ نے تیزی کے ساتھ تین طواف کئے اور اور آہستہ آہستہ چل کر چار طواف کئے۔"

پھر آپ مقام ابراہیم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

"وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى" اور مقام ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ"

(قرآن مجید - سورۂ بقرہ الم)

پھر آپ نے کعبہ اور مقام ابراہیم کے درمیان دو رکعت نماز پڑھی جس کی ایک رکعت میں آپ نے "قل یاایھا الکافرون" پڑھی اور دوسری میں

۱؎ سیرۃ النبی جلد دوم حجۃ الوداع ۲؎ "ان اول شئی بدأبہ حین قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ توضأ ثم طاف" یہ الفاظ صحیح بخاری کتاب المناسک باب من طاف بالبیت اذا قدم مکۃ یہاں کی ایک حدیث کے ہیں۔ ۳؎ استلام بوسہ دن سنگ را بلب یا بدست (صراح) یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ حج حضرت ابراہیمؑ کی یادگار منانا ہے۔ صحیح بخاری کتاب المناسک باب التکبیر عند الرکن کی ایک حدیث ہے "عن ابن عباس قال طاف النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالبیت علی بعیر کلما اتی الرکن اشار الیہ بشئ عندہ وکبر" "ابن عباس سے روایت ہے

(بقیہ نوٹ برصفحہ آئندہ)

"قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" پڑھی۔ پھر آپ حجرِ اسود کے پاس تشریف لائے اور استلام کیا پھر صفا کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے پڑھا:

"اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ "صفا اور مروہ درحقیقت اللہ کی نشانیوں مِنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ (قرآن مجید۔ سورہ بقرہ پارہ دوم) میں سے ہیں۔"

اور آپ نے صفا سے سعی کی ابتدا کی اور صفا اور مروہ کے درمیان سات دفعہ طواف[1] کیا۔ اس کو سعی[2] کہتے ہیں۔

صفا پر پہونچ کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف نگاہ اُٹھائی اور فرمایا:

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ	"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اُس کا کوئی
لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ	شریک نہیں اُسی کے لیے ملک ہے اور اُسی کے لیے
الْحَمْدُ یحی ویمیت وھو حی	حمد ہے وہ زندہ کرتا ہے وہ مارتا ہے اور وہ زندہ ہے
لا یموت وھو علیٰ کل شئی قدیر	نہیں مرے گا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے نہیں کوئی معبود سوا
لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ انجز وعدہٗ	اللہ کے۔ وہ اکیلا ہے اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور
ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ"	اپنے بندہ کی مدد کی اور تنہا تمام قبائل کو شکست دی"

غور سے اس مقدس ارشاد کے ایک ایک لفظ میں اللہ وحدہٗ لاشریک کی توحید کا اعلان دیکھو! اور سمجھو کہ حج میں، خانہ کعبہ میں، طواف میں، حجرِ اسود کے سامنے یا رکن یمانی کے آگے، صفا مروہ پر یا عرفات و مزدلفہ میں حضور صلعم کی مقدس توجہ بس اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف تھی اور ان سب کو حضور "شعائر اللہ" کا

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) وہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کا اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔ جب آپ رکن کے پاس تشریف لاتے تو اُس کی طرف اشارہ کسی چیز سے کرتے اور تکبیر پڑھتے" تکبیر کہنا ہے اللہ کی عظمت کا اعلان ہے جو خانہ کعبہ اور حجرِ اسود سب کا خالق ہے۔ [1] صحیح بخاری کتاب المناسک باب ما جاء فی السعی بین صفا والمروہ [2] طواف کعبہ کے گرد چکر لگانا۔ سعی صفا مروہ کے درمیان دوڑنا۔

درجہ دیتے تھے۔

مکہ میں حضور صلعم اور زمزم کا استعمال

مکہ کے قیام کے زمانہ میں ابن عباسؓ نے آپ کی خدمت میں زمزم حاضر کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھڑے کھڑے پی لیا۔ سقایا یعنی آب نوشی کا انتظام مکہ میں خاص اہمیت رکھتا ہے جس کے متعلق زمزم کا کنواں بھی ہے۔ اس کا خاص عہدہ ہے اور عبد مناف کے زمانہ سے یہ عہدہ عبدالمطلب کے گھرانے میں موروثی چلا آتا تھا جس پر حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت عباسؓ مامور تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قیام کے زمانہ میں ایک مرتبہ آب نوشی کے مقام پر تشریف لائے اور آپ نے پانی مانگا حضرت عباس نے اپنے بیٹے فضل ابن عباس سے کہا کہ جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے گھر میں سے پانی لاؤ۔ حضور صلعم نے فرمایا "نہیں گھر سے نہیں یہیں سے پلاؤ" حضرت عباس نے عرض کیا "حضور صلعم! یہاں سے عوام پانی پیتے ہیں اور اُس میں اُنگلی وغیرہ ڈالتے ہیں"۔ آپ نے فرمایا نہیں۔

"اسقنی مما یشرب منه الناس — مجھے اُسی میں سے پانی پلاؤ جس میں سے لوگ پیتے ہیں"

دیکھو! اُس وقت بھی جب کہ فتح و نصرت اللہ کے فضل سے حضور صلعم کے ہمرکاب تھی اور جب کہ ایک لاکھ آدمی حضور صلعم کے اشارہ پر جان دینے کو حاضر تھے اور جب کہ سب کچھ تھا اُس وقت بھی آپ کو خصوصیت سے دل چسپی نہ تھی بلکہ آپ کو عوام کے ساتھ برابر کا تعلق قائم رکھنے کی دل چسپی تھی اور یہ "رحمۃ للعالمین" کی خاص شان تھی۔

"یوم الترویہ" یعنی ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سلہ فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب المناسک باب سقایۃ الحاج

اور حجاج منیٰ کو روانہ ہوئے۔ حضور صلعم مکہ سے اونٹ پر روانہ ہوئے اور منیٰ پہونچ کر آپ نے ظہر اور عصر کی نمازیں دو دو رکعتیں قصر کی ادا فرمائیں[۱] اور دوسرے روز "یوم العرفہ" نویں ذی الحجہ کو صبح کی نماز کے بعد حضور صلعم منیٰ سے عرفات کو روانہ ہوئے اور عرفات میں نمرہ کے مقام جہاں امام اُترتا ہے حضور صلعم نے نزول اجلال فرمایا اور ایک کمبل کے خیمہ میں آرام فرمایا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا اور آپ نے ظہر اور عصر کی دونوں نمازیں ملاکر اکھٹی پڑھیں[۲] پھر حضور صلعم اپنے ناقہ قصواء پر سوار ہوئے اور آپ نے ارشاد فرمایا:

"الا کل شئی من امر الجاهلیة[۳] تحت قدمی موضوع" "ہاں! جہالت کی ساری رسوم میرے دونوں پاؤں کے نیچے پڑی ہوئی ہیں۔"

اور آپ نے ناقہ پر سے وہ خطبہ دیا جو ساری دنیا میں پھیلی ہوئی انسانی نسل کی سلامتی اور انتظام کے واسطے بہترین دستور العمل اور عالمگیر اصلاح بنی آدم کے واسطے ایک دائمی بیش بہا ٹھوس فائدہ رساں دستاویز ہے جو کرۂ ارض پر ہر جگہ غیور مصلحین بنی آدم کے لیے ہمیشہ شمع ہدایت کا کام دے گا۔ جو خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر یوم العرفہ[۴] کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصواء پر سے دیا اُس کے

---

[۱] و [۲] صحیح بخاری کتاب المناسک باب الصلوٰۃ بمنیٰ میں پہلی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر باب این یصلی الظهر فی یوم الترویہ انسؓ ابن مالک کی روایت میں ہے کہ ظہر اور عصر حضور صلعم نے منیٰ میں پڑھیں باب الصلوٰۃ بمنیٰ، باب التہجد، بالرواح یوم العرفہ کی ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فتح الباری میں ہے "غدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین صلوٰۃ الصبح فی الصبیحۃ یوم عرفۃ حتی اتی عرفۃ فنزل غرۃ وهو منزل الامام الذی ینزل فیه بعرفۃ حتی اذا کان عند صلوٰۃ الظهر راح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مهجرا فجمع بین الظهر والعصر ثم خطب الناس" [۳] سیرۃ النبی جلد دوم حجۃ الوداع بخاری اور مسلم کے حوالہ سے [۴] سنن ترمذی ابواب التفسیر سورۃ التوبہ۔

الفاظ ترمذی میں یہ ہیں۔ کتاب مذکور میں حضرت انس رضی اللہ عنہ ابن مالک کی یہ حدیث ہے:

حجۃ الوداع یوم الترویہ کا خطبہ

"فحمد اللہ واثنی علیہ ..... ثم قال ای یوم احرم ای یوم احرم ای یوم احرم ..... فقال الناس یوم الحج الاکبر یا رسول اللہ فقال ان دماءکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شہرکم ھذا الا لا یجنی جان الا علی نفسہ ولا یجنی والد علی ولدہ ولا ولد علی والدہ الا ان المسلم اخو المسلم فلیس یحل لمسلم من اخیہ شئی الا ما احل من نفسہ الا وان کل ربا فی الجاھلیۃ موضوع لکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون غیر ربا العباس ابن عبد المطلب فانہ موضوع کلہ الا وان کل دم کان فی الجاھلیۃ دم الحارث ابن عبد المطلب کان مسترضعا فی بنی لیث فقتلہ ھذیل الا واستوصوا بالنساء خیرا فانما

"پھر اللہ کی حمد وثنا کی ..... پھر فرمایا کون دن زیادہ حرمت کا ہے؟ کون دن زیادہ حرمت کا ہے کون دن زیادہ حرمت کا؟ ..... لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ حج اکبر کا دن پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حقیقت میں تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزت تم میں سے ہر ایک کی ایک دوسرے پر حرام ہے مثل تمہارے اس دن کی حرمت کے، اس بلدہ کی حرمت کے تمہارے اس مہینے کی حرمت کے۔ خبردار! برائی نہ کرے برائی کرنے والا مگر اپنے نفس پر اور نہ برائی کرے باپ اپنے بیٹے پر اور نہ بیٹا باپ پر۔ خبردار حقیقت میں مسلمان مسلمان کا بھائی ہے مسلمان کو بھائی سے کوئی چیز حلال نہیں ہے مگر وہ کہ فی نفسہ حلال ہے۔ خبردار! حقیقت میں جاہلیت کے زمانہ کا سارا سود باطل ہے تمہارے لئے راس المال ہے تم ظلم مت کرو اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا عباس رضی اللہ عنہ ابن عبد المطلب کا سارے کا سارا سود سوخت کر دیا گیا۔ خبردار! درحقیقت زمانہ

بلے سنن ترمذی ابواب التفسیر سورۃ التوبہ۔

هن عوان عندكم
ليس تملكون منهن شيا
غير ذلك الا ان ياتين
بفاحشة مبينة فان
فعلن فاهجروهن
فى المضاجع واضربوا
هن غير مبرّح فان
اطعنكم فلا تبغوا عليهن
سبيلاً الا وان لكم
على نسائكم حقا و
نسائكم عليكم حقا
فاما حقكم على نسائكم
فلا يوطئن فرشكم
من تكرهون ولا ياذن
فى بيوتكم لمن تكرهون
الا وان حقهن عليكم ان تحسنوا
اليهن فى كسوتهن وطعامهن"

جاہلیت کے جو خون تھے وہ سارے باطل کر دیے گئے اور
زمانہ جاہلیت کے خون میں سے جو پہلا خون چھوڑ دیا گیا وہ
حارث ابن عبدالمطلب کا خون ہے جو بنی لیث قبیلہ میں
پرورش پا رہا تھا جس کو ہذیل نے قتل کیا تھا۔ خبردار!
عورتوں کے ساتھ تم لوگ بہتر سلوک کرو اس کے سوا نہیں ہے
کہ عورتیں تمھاری معاون ہیں۔ اس کے علاوہ اُن کی
کوئی چیز تمھاری ملکیت نہیں ہے لیکن جب کہ وہ کھلم کھلا
فاحشہ ہو جائیں پھر اگر وہ ایسا کریں تو تم اُن کو اپنے بستروں
سے جُدا کر دو اور ایسی مار مارو کہ اُن کو زیادہ تکلیف
نہ ہو۔ پھر اگر وہ تمھاری اطاعت کریں تو اُن کے اور راستہ
مت ڈھونڈو۔ خبردار اور درحقیقت تمھاری عورتوں کا
حق ہے اور تمھاری عورتوں کا تم پر حق ہے پھر وہ ایسے
لوگوں سے تمھارے فرشوں کو نہ رُندوائیں جن کو تم
ناپسند کرتے ہو اور ایسے لوگوں کو تمھارے گھر میں آنے کی
اجازت نہ دیں جن سے تم کراہیت کرتے ہو خبردار! اور
عورتوں کا تم پر حق ہے کہ تم اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرو
اُن کے لباس میں اور اُن کے کھانے میں"

سیرۃ النبی جلد دوم میں مختلف ماخذوں سے حجۃ الوداع کے خطبہ کے یہ عربی جملے نقل کئے گئے ہیں۔

ليس للعربي فضل على العجمي ولا للعجمي فضل على العربي كلكم ابناء آدم وآدم من تراب
(عقد الفرید خطب النبی)

"عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم خاک سے بنے تھے

[1] نوٹ دیکھو صفحہ آئندہ

"ارقاءکم ارقاءکم اطعموھم واکسوھم مما تلبسون"

"تمھارے غلام! تمھارے غلام! جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ"

(ابن سعد بسند)

"وانی قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہٗ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ ان اللہ عزوجل قد اعطیٰ کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ للوارث الولد للفراش وللعاھر الحجر وحسابھم علی اللہ من ادعیٰ غیر ابیہ وانتھیٰ الی غیر موالیہ فعلیہ لعنۃ اللہ الا لایحل لامرءۃ ان تعطی من مال زوجھا شیئا الا باذنہ - الدین مقضی والعاریۃ مؤداۃ والمنحۃ مردودۃ والزعیم غارم"

"میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہوگے وہ چیز کیا ہے؟ کتاب اللہ ہے۔ خدا نے ہر حق دار کو (از روے وراثت) اس کا حق دے دیا۔ اب کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔ لڑکا اُس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا زناکار کے لیے پتھر ہے اور اُن کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔ جو لڑکا اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے ہونے کا دعویٰ کرے اور جو غلام اپنے مولا کے سوا کسی اور طرف اپنی نسبت کرے اُس پر خدا کی لعنت۔ ہاں عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اُس کی اجازت کے بغیر کچھ دینا جائز نہیں۔ قرض ادا کیا جائے عاریت واپس کی جائے، عطیہ لوٹایا جائے، ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے"

لے اس مقام کے حاشیہ میں سیرۃ النبی میں ہے "سنن ابن ماجہ باب الوصایا و مسند ابو داؤد و طیالسی بروایت ابی امامۃ الباہلی۔ ابو داؤد کتاب الوصایا میں مختصراً ہے؛ ابن سعد اور ابن اسحٰق نے اس کو بسند روایت کیا ہے کہ یہ عرفہ کے خطبہ میں آپ نے فرمایا" یہاں عربی اور ترجمہ بجنسہ سیرۃ النبی سے نقل کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں حجۃ الوداع کے خطبہ کے متعلق ایک حاشیہ میں ہے "یہ اور اس کے بعد کے تمام عربی جملے آنحضرت صلعم کے خطبہ کے ٹکڑے ہیں یہ جملے حدیثوں میں یکجا بیان نہیں ہوئے اس لیے مختلف ماخذوں سے جمع کرنا پڑا ہے" اس میری قلمی محنت میں بھی یہی کیا گیا ہے۔

حجۃالوداع کا خطبہ اور انسانی سلامتی اور امن کا دوامی انتظام

اب ذرا اس مقدس خطبہ کے انتظامی احکام اور اخلاقی ہدایتوں پر انسانی سلامتی اور امن کے لحاظ سے تفصیل وار نگاہ ڈالو تو تم کو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ یہ انتظامی اور اخلاقی اصلاحیں کسی خاص حلقہ بنی آدم تک محدود نہ تھیں اور نہ کسی خاص وقت کے لیے تھیں بلکہ رحمۃ للعالمین کے دریائے رحمت کی یہ بوچھار دنیا بھر میں ہر جگہ کے بنی نوع انسان کو ہمیشہ چھینٹے دے کر انسانی خلافت فی الارض کے فرائض کی جانب مائل کرتی رہے گی تاکہ ہر جگہ انسانی سلامتی اور امن کا مدامی انتظام قائم رہے۔ دیکھو! اس مقدس خطبہ کا خلاصہ:

(۱) انسانی خون، انسانی مال اور انسانی آبرو کی حفاظت اور احترام سارے آدمیوں پر یکساں فرض ہے۔ تم ایک دوسرے کے خون کا، ایک دوسرے کے مال کا، اور ایک دوسرے کی آبرو کا یکساں احترام کرو! اس خطبہ میں یہ اولیں فرض بتایا گیا ہے۔

(۲) اپنے نفس کے ساتھ برائی یا سختی جس کو قربانی کہتے ہیں۔ اس کا اختیار ہے مگر کسی اور کے ساتھ برائی یا سختی کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے خواہ وہ آپس میں باپ بیٹے ہی ہوں۔

(۳) مسلمان مسلمان کا بھائی ہے بلا رضامندی ایک مسلمان بھائی کی کوئی چیز دوسرے مسلمان بھائی کو حلال نہیں ہے۔

(۴) سود بیاج لینا باطل ہے اس لیے کہ کسی ایک کا مال بغیر کسی محنت کے لینا ظلم ہے اور کسی کا کسی پر ظلم کرنا سلامتی اور امن میں رخنہ پیدا کر دیتا ہے۔

(۵) خاندانی خون کا بدلہ باطل کر دیا گیا بے شک کوئی منظّم حکومت شخصی خون کا بدلہ قاتل سے لے سکتی ہے لیکن شخصی خون کا بدلہ خاندان سے لینا انصاف کے

خلاف ہے۔

(۶) عورتوں کے ساتھ بہتر سلوک کی ہدایت ایسے تنبیہی الفاظ کے ساتھ کہ عورتیں تمھاری معاون اور مددگار ہیں اُن کی کوئی چیز مردوں کی ملکیت نہیں ہے پھر عورت اور مرد کے باہمی برتاؤ کے ہر موقع کے طریقے بتائے گئے ہیں اور موقع پر مرد کو محبت، ملامت اور عورت کے جائز جذبات کا احترام کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

(۷) عالم انسانیت کی مساوات کی جانب متوجہ کیا گیا ہے اور صاف کہہ دیا گیا ہے کہ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر بلحاظ نسل کے کوئی فوق نہیں ہے سارے کے سارے آدمی کی نسل سے ہیں اور آدمی میں جزو اعظم مٹی ہے اس لیے خلقت کے لحاظ سے سب برابر ہیں۔ یہاں ملکی، نسلی، قومی اور لونی تعصب مٹا کر انسانی نسل کے باہم خاص تعلق پیدا کر دیا گیا۔

(۸) غلاموں کے ساتھ بہترین سلوک کی ہدایت کی گئی ہے اور کہدیا گیا ہے کہ جیسا تم کھاؤ ویسا ہی اُن کو کھلاؤ اور جیسا تم پہنو اُن کو بھی پہناؤ۔

(۹) بتایا گیا ہے کہ اللہ نے فطرت کے لحاظ سے ہر حق دار کو اُس کا حق دیا ہے ترکہ کا وارث بس اپنی وراثت کا مستحق ہے جب کہ وہ حق پا چکا تو مورث کی وصیت کے ذریعہ سے اُس کو کسی دوسرے کے حق میں دست اندازی کا استحقاق نہیں ہے۔ بیٹا وہ ہے جو باپ کے بستر پر پیدا ہوا۔ پھر تنبیہ کی گئی کہ جو لڑکا اپنے باپ کے سوا کسی اور کا زبردستی بیٹا بننے کا مدعی ہو اُس پر خدا کی لعنت ہے۔ یہ سب انتظام اس لیے کہ تقسیم وراثت میں بدامنی نہ ہونے پائے

(۱۰) زنا کرنے والے کے واسطے سنگ ساری کی سزا ہے یہ بھی وراثت کی تقسیم کے بہترین انتظام سے متعلق ہے زناکاری کا انتظام نہ کرنے کی

حالت میں یہ فیصلہ کہ کون کس کا بیٹا ہے غیر ممکن ہے۔

(۱۱) عورت کو حلال نہیں ہے کہ مرد کی اجازت کے بغیر اُس کا مال کسی دوسرے کو دے دے۔ یہ بہترین خانگی انتظام ہے۔

(۱۲) قرض ادا کرنا ضروری کر دیا گیا اور ضامن کو تاوان کا ذمہ دار کیا گیا۔

(۱۳) متنبہ کیا گیا کہ جو چیز عاریت لی جائے وہ واپس کرنا ضروری ہے۔

(۱۴) فرمایا گیا کہ تم میں ایک ایسی چیز چھوڑی جاتی ہے جو بعد کو بھی تم کو گمراہ نہیں ہونے دے گی وہ کتاب اللہ قرآن مجید ہے اور یہ عالم انسانیت کی امن و سلامتی کے واسطے ایسا مستحکم اور مدامی قانون ہے جس کی پابندی سے سارے دینی اور دنیوی اعلیٰ مدارج حاصل ہو سکتے ہیں۔

کون کہہ سکتا ہے کہ حجۃ الوداع کے خطبہ کی ان اصلاحوں کی ضرورت اور ان کا اثر صرف وقتی حضور صلعم کے زمانۂ باسعادت تک اور مقامی صرف عرب قوم تک تھا یا ہے۔ اگر گہری نگاہ سے دیکھو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسانی سلامتی اور امن کے لیے یہ چودہ ۱۴ نکات جو حجۃ الوداع کے خطبہ سے مترشح ہوتے ہیں ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں ان کی پابندی اثر کرنے والی ثابت ہو گی اور ان کا احترام ضروری ہے۔ یہ یوم الترویہ کا خطبہ ہوا۔

سیرۃ النبیؐ میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالہ سے ہے کہ[1] عین اُس وقت جب آپ یہ فرض نبوت ادا کر رہے تھے یہ آیت اُتری:

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا"	"آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے مذہب اسلام کو انتخاب کر لیا"

[1] سیرۃ النبی جلد دوم حجۃ الوداع

اگر غور کرو تو حجۃ الوداع کا خطبہ عالمگیر انسانی نسل کے لیے ایک بیش بہا اللہ کی نعمت ہے جس میں انسانی سلامتی اور امن کے واسطے مکمل انتظام بتا دیا گیا ہے خاص کر جب کہ اس خطبہ مقدسہ میں یہ فرما دیا کہ انسانی ہدایت کے واسطے کتاب اللہ قرآن مجید چھوڑا جاتا ہے پھر تو انسانی سلامتی اور امن کے انتظام میں کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔

سیرۃ النبیؐ میں ہے "نہایت حیرت انگیز اور عبرت خیز منظر یہ تھا کہ شہنشاہ عالم اس وقت لاکھوں آدمیوں کے مجمع میں فرمان ربانی کا اعلان کر رہا تھا اُس وقت شاہنشاہی تخت کا مسند و بالین (کجاوہ اور عرق گیر) ایک روپیہ سے زیادہ قیمت کا نہ تھا" اور یہ سیرۃ النبی میں طبقات ابن سعد اور کتاب شمائل ترمذی اور ابن ماجہ سے لکھا گیا ہے۔ یہ ذاتی ایثار قربانی کی عظیم الشان مثال ہے۔ اللھم صل علی محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ پھر اسی کتابؐ میں ہے کہ "خطبہ سے فارغ ہو کر آپ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا اور ظہر و عصر کی نماز ایک ساتھ ادا کی پھر ناقہ پر سوار ہو کر موقف تشریف لائے اور وہاں کھڑے ہو کر دیر تک قبلہ رو دعا میں مصروف رہے۔"

حضور صلعم کی عرفات سے واپسی اور بقیہ ارکان

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ پر سوار ہوئے اور اسامہؓ ابن زید کو آپ نے اپنے پیچھے بٹھا لیا اور عرفات سے مزدلفہ کو روانہ ہو گئے۔ شعب کے مقام پہونچ کر آپ نے ضروریات سے فراغت حاصل کی اور ایک ایک مرتبہ وضو کے متعلق اعضاء پر پانی ڈال کر آپ نے خفیف وضو کیا اور یہ وضو آپ کو اسامہؓ نے کرایا۔ اسامہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نماز! حضور نے فرمایا کہ نماز آگے اور وضو کر کے آپ پھر ناقہ پر سوار ہو گئے

۱؎ سیرۃ النبی جلد دوم حجۃ الوداع

اور مزدلفہ کو روانہ ہوگئے، مزدلفہ پہونچ کر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی اتنے میں اور لوگ آ گئے اور اونٹوں سے اُتر لیے پھر اذان ہوئی اور حضور صلعم نے عشا کی نماز جماعت سے پڑھی اور مزدلفہ میں شب کو آرام فرمایا۔ اس سفر کے دوران میں حجاج کے قافلہ کے ہجوم میں ذرا سی ابتری پیدا ہوگئی تھی اور لوگوں نے سختی سے اپنے اونٹوں کو مارنا شروع کر دیا تھا۔ اس پر حضور صلعم نے فرمایا:

"یاایھا الناس علیکم بالسکینہ"[1] "لوگو! سکون تم پر ضروری ہے"

یوم النحر کو سنیچر کے روز دس ذی الحجہ کو فجر کی نماز پڑھکر سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے حضور صلعم ناقہ پر سوار ہوئے اور یہاں سے آپ نے اپنے چچا زاد بھائی فضل ابن عباس کو اپنے پیچھے اپنے ناقہ پر سوار کرالیا اور جمرون کی طرف روانہ ہوگئے اور آپ کے ساتھ سارا قافلہ روانہ ہوگیا۔ حضور صلعم کے ناقہ کے اِدھر اُدھر لوگ آپ سے حج کے مسائل دریافت کرتے ہوئے دوڑے چلے جارہے تھے۔ حضور صلعم زور زور سے اُن کے جواب دیتے جاتے تھے جب کہ حضور صلعم وادی محسّر کے راستہ سے جمرہ کے پاس پہونچ لیے تو آپ نے فضل رضؓ ابن عباس کو کنکریاں چُن کرلانے کا حکم دیا اور فضل کنکریاں چُن کر لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کیں۔

رسول اللہ[2] صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے جمرہ کی طرف سات کنکریاں پھینکیں، ہر کنکری پھینکتے ہوئے آپ تکبیر کہتے جاتے تھے پھر آپ اس جمرہ سے آگے بڑھے اور قبلہ رُخ کھڑے ہوگئے اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر آپ بہت دیر تک دعا مانگتے رہے پھر آپ دوسرے جمرہ کے پاس تشریف لائے اور اُس پر سات

---

[1] صحیح بخاری کتاب مناسک امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالسکینہ [2] جمرون کے کنکر مارنے کا حال صحیح بخاری باب الدعا عند الجمرتین سے لیا گیا ہے کتاب المناسک۔

کنکریاں ماریں ہر کنکری مارتے ہوئے آپ تکبیر کہتے جاتے تھے پھر حضور صلعم شمال کی جانب وادی کی طرف تشریف لے گئے اور کعبہ کی جانب منھ کر کے آپ نے دعا مانگی پھر آپ جمرۂ عقبہ پر تشریف لائے اور اُس پر سات کنکریاں ماریں اور حسبِ دستور ہر کنکری مارتے ہوئے آپ نے تکبیر پڑھی اور آپ وہاں نہیں رُکے واپس تشریف لے آئے۔

کنکریاں[1] مارنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا:

"ایاکم[2] والغلو فی الدین فانما اھلك قبلكم الغلو فی الدین"	دین میں مبالغہ سے بچو حقیقت یہ ہے کہ تم سے پہلے دین غلو سے برباد کر دیے گئے"

اسی دوران میں آپ نے فرمایا:

"لتاخذوا مناسککم فانی لا ادری[3] لعلی اجح بعد حجتی ھذہ"	اپنے حجوں کے مسائل سیکھ لو درحقیقت میں نہیں جانتا کہ اپنے اس حج کے بعد میں اور حج کر سکوں گا۔

یوم النحر کا خطبہ

جمرون سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ کے میدان میں تشریف لائے حضور صلعم ناقہ پر سوار تھے۔ حضرت بلال[4] ناقہ کی مہار تھامے تھے حضرت اسامہ ابن زید کپڑا تان کر سایہ کیے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ ہمراہی مجمع کی طرف نگاہ ڈالی اور آپ نے فرمایا:

"ان الزمان[5] قد استدار کھیئتہ یوم خلق اللہ السمٰوٰت والارض"	"درحقیقت زمانہ پھر پھرا کر اپنی اُسی ہیئت پر آگیا جہاں اُس دن تھا جب کہ اللہ نے آسمان اور زمین پیدا کیے"

---

[1] سیرۃ النبی جلد دوم حجۃ الوداع [2] سیرۃ النبی جلد دوم حجۃ الوداع بحوالہ ابن ماجہ ونسائی

[3] ، ، ، ، بحوالہ مسلم وابوداؤد [4] سیرۃ النبی جلد دوم حجۃ الوداع

[5] ، ، ، ، ابوبکرہ کی روایت

جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے یہ یوم النحر تھا اور اس روز حضور صلعم نے ایک اور خطبہ[1] دیا۔

یوم النحر کے خطبہ کے متعلق صحیح بخاری[2] میں حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا:

"یا ایھا الناس ای یوم ھذا" "اے لوگو! یہ کون دن ہے"؟

لوگوں کی طرف سے کہا گیا:

"یوم حرام" "حرمت کا دن ہے"

پھر حضور صلعم نے فرمایا:

"فای بلد ھذا" "پھر یہ کون مقام ہے"؟

جواب میں کہا گیا:

"بلد حرام" "حرمت کا مقام ہے"

پھر حضور نے فرمایا:

"فای شھر ھذا" "پھر کون مہینا ہے"؟

لوگوں نے عرض کیا:

"شھر حرام" "حرمت کا مہینا ہے"

ایسے سوال و جواب کے بعد حضور صلعم نے ارشاد فرمایا:

"فان دماءکم و اموالکم و اعراضکم علیکم حرام کحرمة یومکم ھذا" "حقیقت یہ ہے کہ تمھارے خون اور تمھارے مال اور تمھاری عزتیں ہر ایک کی دوسرے پر

---

[1] فتح الباری باب الصلوٰة بمنی میں ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حجة الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلعم نے مختلف ایام میں کئی خطبے بیان فرمائے اور اس کے متعلق قدیم محققوں کے اقوال بیان کیے گئے ہیں جن کے مطالعہ سے حجة الوداع کے خطبوں کی تعداد چار تک معلوم ہوتی ہے۔

[2] صحیح بخاری باب الخطبة ایام منیٰ۔

فی بلدکم ھذا فی شھرکم ھذا"

حرام ہیں مثل تمہارے اس دن کی حرمت کے اس بلد کی حرمت کے اس مہینے کی حرمت کے"

یعنی ہر انسان کو دوسرے کے خون، دوسرے کے مال اور دوسرے کی عزت کا احترام کرنا چاہیئے۔ ابن عباس کی روایت میں ہے کہ اس کو حضور صلعم نے بار بار دہرایا۔ اس سلسلہ میں ابی بکرہؓ کی روایت میں مذکورہ فقرہ کے بعد یہ الفاظ ہیں:

الی یوم تلقون ربکم الا ھل بلغت قالوا نعم۔ قال اللھم اشھد فلیبلغ الشاھد الغائب فرب مبلغ اوعیٰ من سامع ولا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض"

"اُس دن تک جس روز تم لوگ اپنے رب سے ملاقی ہوگے سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی۔ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں، حضور صلعم نے فرمایا۔ الٰہی گواہ رہ۔ پھر چاہیے کہ پہونچا دے ہر حاضر شخص غائب شخص کو بسا اوقات جس کو پہونچایا گیا ہے وہ سننے والے سے زیادہ یاد رکھتا ہے اور میرے بعد کافر مت ہو جانا کہ بعض تمہارے بعض کی گردن مارنے لگیں"

دیکھو! اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "یاایہا الناس" "اے لوگو"[1] کے الفاظ میں مخاطب کیا پھر حاضرین کو پابند کر دیا کہ حضور صلعم کے ارشاد کو غائبین تک پہونچا دیں۔ اس کے بعد اس کی مدت "یوم تلقون ربکم" تک وسیع فرما دی اور یہاں صاف ہو گیا کہ حضور صلعم کا خطاب سارے لوگوں سے ہے جو قیامت تک اس دنیا میں آتے رہیں گے اور حجۃ الوداع کے خطبوں کی مذکورہ اصلاحیں وقتی نہیں بلکہ دوامی ہیں اور مذکورہ اصلاحوں پر عمیق نگاہ ڈالو تو تم کو ان اصلاحوں کی عملدرآمد کی ضرورت ہمیشہ صاف صاف معلوم ہو گی۔

---

[1] صحیح بخاری باب الخطبہ ایام منیٰ

سیرۃ النبی میں یوم النحر کے خطبہ کے مختلف ٹکڑے[1] نقل کیے گئے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں :

"السنة اثنا عشر شهرا منها اربعة حرم ثلاثة متواليات ذوالقعدة وذوالحجة والمحرم ورجب شهر مضر الذى بين جمادى وشعبان"	"سال کے بارہ مہینے ہیں جن میں چار مہینے حرمت کے ہیں۔ تین تو متواتر ہیں۔ ذی قعدہ اور ذی حجہ اور محرم اور چوتھا رجب مضر کا مہینا ہے جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان میں ہے۔"

(بروایت ابوبکرہ)

اس طرح ان چار مہینے کے اندر سلامتی اور امن قائم رکھنے کے لیے عالم انسانیت کو پابند کر دیا گیا۔ اس خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مخصوص انتظامی اصلاح کے اندر راعی اور رعایا دونوں پر خاص پابندی عائد فرما دی اور ارشاد فرمایا :

"إن امر عليكم عبد مجدع اسود يقودكم بكتاب الله فاسمعوا له واطيعوا" (صحیح مسلم)	"اگر کوئی بینی بریدہ سیاہ چہرہ غلام تم پر حاکم ہو کر تمہاری رہنمائی اللہ کی کتاب سے کرے تو اس کی سنو اور اطاعت کرو۔"

دیکھو ! یہ ملکی بدامنی کی انتظامی اصلاح ہے ایک طرف حکم میں ہر حاکم کو نظام الٰہی کتاب اللہ کا پابند کیا گیا ہے اور اس طرح ہر حاکم کی خود سری کا مکمل انسداد کیا گیا ہے۔ دوسری طرف ملکی بدامنی کا انسداد اس طرح کیا گیا ہے کتاب اللہ کے ماتحت ہر حکم کی اطاعت کا ہر شخص کو پابند کر دیا گیا ہے چاہے وہ حکم دینے والا کسی طبقہ کا آدمی ہو اور دیکھو یہاں تام نہاد ادنی طبقہ غلام تک کی شخصیت کے بالا کرنے کا خاص انتظام کیا گیا ہے۔ توحید والوں کی مستحکم قلعہ بندی اور مسلم اور مومن کے مرکزی انتظام کی جانب اشارہ کرتے ہوئے حضور صلعم نے فرمایا :

---

[1] بعض ٹکڑے جو مکرر معلوم ہوئے نقل نہیں کیے گئے۔

"الا ان الشیطان قد ایس ان یعبد فی بلدکم ھذا ابدا ولکن ستکون لہ طاعۃ فیما تحقرون من اعمالکم فسیرضی بہٖ"	"ہاں! درحقیقت شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ اس تمہارے شہر میں اس کی پوجا ابد الآباد تک نہیں کی جائے گی لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں میں تم اس کی پیروی کرو گے اور وہ اس سے راضی ہوگا۔"

(ابن ماجہ و ترمذی)

دیکھو! اللہ کے فضل سے مکۂ مکرمہ آج تک شیطان کی دسترس سے باہر ہے پھر حضور صلعم نے اسلامی فرائض کی جانب متوجہ کیا اور فرمایا:

"اعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شھرکم واطیعوا اذا امرکم تدخلوا جنۃ ربکم"	"اپنے رب کی عبادت کرو اپنے وقت کی نماز پڑھو اپنے مہینے بھر کے روزے رکھو جب کہ میرا حکم پہونچے تو اطاعت کرو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے"

(زاد المعاد)

اخیر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللھم اشھد" "الٰہی تو گواہ رہ" اور حضور صلعم نے لوگوں کو وداع فرمایا۔ اس لیے کہ سورۃ النصر سے آپ سمجھ چکے تھے کہ اس حج کے بعد بارگاہ رب العزۃ میں حاضری کا وقت آگیا ہے۔ اس خطبہ کے ایک ایک لفظ پر غور کرو تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ نہ صرف انسانی سلامتی اور امن بلکہ انسانیت کے واسطے ایک ایک ارشاد کی تعمیل ضروری ہے۔

خوشبو۔ قربانی۔ طواف وداع اور مدینہ کو واپسی یوم النحر کو حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے خوشبو لگائی جس میں مشک تھا۔[1] حضور صلعم کے ہمراہ قربانی کے سو اونٹ تھے اُن میں سے کچھ آپ نے اپنے دست مبارک سے قربانی کیے اور باقی حضرت علیؓ سے قربانی کرائے اور ان اونٹوں کا سارا گوشت اور

---

[1] سنن ترمذی ابواب الحج باب ما جاء فی الطیب عند الاحلال

کھالیں سب[1] خیرات کرادیں کوئی چیز ضائع نہیں ہونے دی یہاں تک کہ قصاب کی مزدوری بھی اس میں سے نہیں دی گئی وہ بھی آپ نے اپنے پاس سے دی۔ یہ فیاضی دوسروں کے واسطے تھی کہ سوا ونٹ قربانی کرکے تمام و کمال خیرات کرا دیے گئے! اس کے بعد حضور صلعم نے حجام[2] کو طلب فرمایا اور سیدھی جانب اپنے سر کی حجامت بنوائی اور بال آپ نے ابو طلحہؓ کو عطا فرما دیے پھر سر کے بائیں جانب کی حجامت بنوائی اور یہ بال لوگوں میں تقسیم فرما دیے۔ یوم النفر اول بارہ ذی حجہ تک حضور صلعم نے منٰے میں قیام[3] فرمایا۔ ہر روز زوال کے بعد جمرون پر کنکریاں پھینکتے اور منٰے کو واپس تشریف لے آتے۔ اس روز یوم النفر اول کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور خطبہ دیا بقول سیرۃ النبی کے "جس کے الفاظ مختصراً وہی ہیں جو پہلے خطبوں میں گزر چکے ہیں" اور اس روز[4] حضور صلعم نے المحصب کے مقام جس کو ابطح بھی کہتے ہیں۔ مکہ اور منٰے کے درمیان ایک وادی میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا کی نمازیں پڑھیں[5] اور وہیں آرام فرمایا اور یوم النفر ثانی تیرہ ذی حجہ کو پچھلے پہر اٹھکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کو تشریف لائے اور آپ نے طواف وداع کیا اور وہیں خانۂ کعبہ میں صبح کی نماز پڑھی اور اسی روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ[6] کو قافلہ کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔

حج اور تقسیم دولت

غور سے دیکھو تو حج ایک ایسا فرض ہے جس کے ذریعہ سے انسانی نسل کی یکسانیت اور مشاہدہ کا انتظام کیا گیا ہے نہ صرف احرام

---

[1] سیرۃ النبی جلد دوم حجۃ الوداع [2] سنن ترمذی ابواب الحج باب ما جاء بای جانب یبدا الحلق [3و4] سیرۃ النبی جلد دوم حجۃ الوداع [5] صحیح بخاری باب طواف الوداع [6و7] سیرۃ النبی جلد دوم حجۃ الوداع

کی صورت میں یکساں لباس میں بلکہ قربانی کے ذریعہ سے یکساں کھانے میں بھی۔ یہاں حضور صلعم کی خاص مقدس مثال دیکھو آپ حج میں سو اونٹ قربانی فرماتے ہیں اور ساری قربانی خیرات کرا دیتے ہیں وہ حضور صلعم جو صرف ایک روپیہ کی قیمت کے چار جامہ پر حجۃ الوداع کا خطبہ دیتے ہیں یہ چار جامہ کا استعمال تو صرف ذات قدسی صفات کے لیے تھا اور اونٹ کی قربانی جس میں یہ فیاضی کہ اپنے واسطے کچھ بھی نہیں۔ یہ دوسروں کے واسطے تھا تاکہ دنیا کا انسان سیکھ لے کہ دوسروں کے لیے یہ دریا دلی اور اپنے واسطے یہ کفایت شعاری اصلی انسانیت ہے۔ پھر حج کے فرض کر دینے کے ذریعہ سے دولت کی تقسیم کا انتظام ہے اور عمر میں ایک مرتبہ تاکہ دولت مندوں کو شاق بھی نہ ہو اور وہ حج کی مسافرت کے ذریعہ سے دوسروں تک دولت پہونچانے پر مجبور ہوں پھر دیکھو یہ تقسیم دولت قومیت کے مخصوص جال کے اندر محدود نہیں ہے ایک ہندوستان کا حاجی ہندوستان سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ تک ہر جگہ اپنی دولت تقسیم کرتا ہے جس میں سے بہت سے غربا کو حصہ مل جاتا ہے اور اس طرح مختص القومیت کے فتنہ پرداز یت کو ایک اور کاری ضرب لگائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ دولت شخصی یا مختص القومیت ملکیت نہیں ہے بلکہ ہر دولت مند کے پاس دوسروں کی امانت ہے جس کی تقسیم بلا تخصیص کرنا چاہیے۔

چوتھی فصل

ربا کی حرمت

قرآن مجید میں ربا کی حرمت اور حضور صلعم کا اعلان۔ سود کی

حرمت اور انسانی فطرت۔ حج کے مسئلہ کا سود خواری سے تعلق

قرآن مجید میں با کی حرمت اور حضور صلعم کا اعلان

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۭ فَمَنْ جَاۗءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۭ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (قرآن مجید آخر سورۂ البقرہ)

"جو لوگ سود کھاتے ہیں نہیں کھڑے ہوں گے مگر جیسا کہ کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان نے باولا کر دیا۔ یہ اس لیے ہے کہ انھوں نے کہا کہ بیچنا مانند سود کے ہے اور اللہ نے بیچنے کو حلال کیا اور سود کو حرام کر دیا پھر جس کے پاس اللہ کی طرف سے نصیحت پہونچی پھر وہ رُک گیا پھر اس کو وہی ہے جو پہلا تھا اور اس کا حکم اللہ کی طرف ہے اور جو کوئی پھر گیا پھر وہ آگ والوں میں سے ہے اور وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے"

حضرت عائشہ رضؓ کا قول ہے کہ سورہ بقرہ کی یہ آخری آیتیں نازل ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عوام الناس کو پڑھکر سنایا حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ قرآن مجید کے آخری احکام میں سود کی حرمت کا حکم ہے گو سود کی ممانعت کی آیتیں اس سے پہلے بھی نازل ہوتی رہی تھیں مگر صریح حرمت کی مذکورہ آیت قریبًا ۸ھ کے بعد نازل ہوئی اور تم حجۃ الوداع کے خطبہ میں دیکھ چکے ہو کہ حضور صلعم نے سود کی حرمت کے متعلق عام اعلان فرمایا۔ یہاں تک کہ اپنے چچا حضرت عباس کا یا فتنی سود سارا معاف کرا دیا۔

---

۱ و ۲ صحیح بخاری کتاب التفسیر سورہ بقر ۳ سیرۃ النبی جلد دوم

سود کی حرمت اور انسانی فطرت

انسان کی فطرت یہ ہے کہ محنت کرے اور اپنے واسطے اور متعلقین کے واسطے روزی پیدا کرے " لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ " انسان کے واسطے سوا محنت کے کچھ نہیں۔ انسان اس دنیا میں خلیفۃ اللہ ہے وہ ذمہ دار ہے کہ زمین کی خلافت کا انتظام انسانی سلامتی اور امن کا لحاظ کرتے ہوئے کرے۔ لیکن سود کا کاروبار اس کے برعکس ہے سرمایہ دار طبقہ ایک معینہ رقم ضرورت مند کو دے کر ذاتی محنت اور مشقت سے بے پروا ہو جاتا ہے بس صرف نفع پر اور دوسروں کی محنت پر اُس کی نگاہ ہوتی ہے اور اس طرح وہ دوسرے کی محنت چوری کرنے کا عادی ہو جاتا ہے اور یہ حالت انسانی فطرت کے بھی خلاف ہے اور دوسرے محنتی کی امن اور سلامتی میں رخنہ پیدا کر دیتی ہے اس لیے اسلام نے سود خوری حرام کر دی۔

حج کے مسئلہ سے سود خوری کا تعلق

عجیب و غریب بات ہے کہ حج کا فرض ہونا اور سود کی حرمت کا زمانہ قریب قریب ایک ہے اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حج کے زمانہ میں تجارت کرنے کا دستور قدیم سے چلا آتا ہے اور اسلام نے اس کو جاری رکھا اور اب بھی اہل اللہ کا سمجھ دار طبقہ اس پر عامل ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے کعبہ کی تعمیر اور تطہیر کا حال بیان کرتے ہوئے قرآن مجید سورۂ حج میں اس کا یہ تذکرہ ہے۔

" وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ

" اور اعلان کر دے لوگوں میں حج کے ساتھ آئیں گے تیرے پاس پیدل اور دُبلے اونٹوں آئیں گے ہر دُور کے راستہ سے اس لیے کہ حاضر ہوں۔ اُن کو منافع اور ذکر کریں وہ اللہ کے نام کا معلوم دنوں میں اُس

عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ چیز پر کہ رزق دیا اُن کو پالتو چار پاؤں میں پھر
فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ بھوکے فقیروں کو"

لیکن حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے ذریعہ سے اُس اعلان کے بعد کہ اب مشرک لوگ حرم کے حدود میں نہ آنے پائیں مسلمانوں کو مکّہ مکرمہ میں تجارت کی طرف سے خدشہ پیدا ہوگیا کہ بڑے گروہ سے تجارتی تعلّقات منقطع ہو گئے جس کی طرف قرآن مجید میں اس آیت میں اشارہ ہے اور ساتھ ہی مسلمانوں کو اطمینان دلایا گیا ہے کہ اس کا بھی انتظام کر دیا جائے گا۔ آیت یہ ہے:

(سورہ توبہ رکوع ۴)
"وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ "اگر تم محتاجی سے ڈرو پھر عن قریب اللہ تم کو
يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ غنی کر دے گا اپنے فضل سے اگر چاہے گا"

اور منجملہ اور تدبیروں کے جو مسلمانوں کی غنا کے متعلق کی گئیں ایک سود کی ممانعت بھی ہے جس کے ذریعہ سے سود لینا اور دینا دونوں حرام کر دیئے گئے اور اس طرح حج کے مسئلہ اور سود کے مسئلہ کا خاص تعلق ہے اور اس سبب سے حج فرض ہونے اور سود حرام کیئے جانے کا زمانہ قریب قریب ایک ہی ہے۔

پانچواں باب
زکوٰۃ

پہلی فصل زکوٰۃ فرض - زکوٰۃ کا حکم قرآن مجید میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد۔ زکوٰۃ اور دولت مند اور غریبوں کا اتحاد۔ دوسری فصل ارباب حکومت کو ایک اور اسوۂ حسنہ۔ صدقات اور زکوٰۃ کے استعمال سے حضور صلعم کا اجتناب۔ صدقات اور زکوٰۃ حضور صلعم اور آپ کی آل پر حرام۔ ان واقعات کے اندر سبق۔

پہلی فصل
زکوٰۃ فرض

زکوٰۃ کا حکم قرآن مجید میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد زکوٰۃ اور دولت مند اور غریبوں کا اتحاد

زکوٰۃ کا حکم قرآن مجید میں

"وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ" "اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو" صحیح بخاری میں اس آیت کو کتاب الزکوٰۃ کا عنوان بنایا گیا ہے۔ اس آیت میں نماز اور زکوٰۃ دونوں کا حکم ہے حالاں کہ نماز ہجرت سے پہلے فرض ہو چکی تھی جیسا کہ اس کتاب کے پچھلے کسی حصہ میں بتایا جا چکا ہے اور زکوٰۃ فرض ہونے کے متعلق محققانہ قول یہی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ

سنہ ۸ ہجری یا اُس کے بعد فرض کی گئی جب کہ آئے دن کی جدال و قتال اور خانماں بربادی سے جمہور مسلمانوں کو اطمینان ہولیا اور جب کہ اسلام حجاز کے وادی غیر ذی زرع سے گزر کر ایسے لوگوں میں جا پہونچا جن کو لڑائی جھگڑے سے کوئی واسطہ نہیں تھا اور مسلمان گروہ کو اطمینان ہولیا اور وہ جنگی زندگی سے گزر کر کاروباری زندگی میں مصروف ہوگئے اور زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل ہوگئے۔ زکوٰۃ کا ادا کرنا یہ فرض صرف دولت مند اور سرمایہ دار مسلم طبقہ پر عائد کیا گیا ہے بالکل اس طرح جس طرح اسلامی فرائض میں حج کرنا صرف دولت مند اور سرمایہ دار مسلمانوں پر فرض کیا گیا۔ اور یہ قریب قریب اسلامیات کے محققین کا متفقہ قول ہے کہ حج کرنا فتح مکہ کے بعد فرض کیا گیا ہے۔ بے شک بعض اسلامیات کے قدیم محققین نے زکوٰۃ فرض ہونے کا زمانہ ہجرت سے قبل شمار کیا ہے اور دلیل میں حضرت جعفر طیار کی اُس تقریر کا حوالہ دیا ہے جو نجاشی شاہ حبشہ کے دربار میں اُنھوں نے کی تھی مگر واضح رہے کہ حضرت جعفر طیارؓ حبشہ کے دربار میں مسلسل بیس برس مقیم رہے۔ ممکن ہے کہ حضرت جعفر طیارؓ کی تقریر کا ٹکڑا جس میں زکوٰۃ کا تذکرہ ہے آخری زمانہ کی تقریر کا ٹکڑا ہو۔ واللہ اعلم

حضور صلعم کا ارشاد

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ امور کو اسلام کی بنیاد فرمایا ہے جن میں ایک زکوٰۃ ہے۔ صحیح بخاری کتاب الایمان میں آپ کا ارشاد ہے:

"بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان"

"اسلام پانچ امور پر بنایا گیا ہے شہادت یہ کہ اللہ اکیلا معبود ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور زکوٰۃ دینا اور حج اور رمضان کے روزے"

اس طرح حضور صلعم کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ دینا اسلام کی بنیادیں

داخل ہے اگر کوئی صاحب نصاب ہو اور زکوٰۃ نہ دے تو گویا اس نے اسلام کی بنیاد ہلا ڈالی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس کے جواب میں حضور صلعم نے سورۂ بقر کی یہ آیت پڑھ دی:

"لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ"

"یہ بھلائی نہیں ہے کہ تم اپنے منہ کو پھیرو مشرق کی طرف اور مغرب کی طرف ولیکن بھلائی اس کو ہی جو اللہ پر ایمان لایا اور آخرت کے دن پر اور ملائکہ پر اور کتاب پر اور انبیاء پر اور دیا مال اس (اللہ) کی محبت پر قرابت والوں کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردن پھنسے ہوؤں کو۔ اور قائم کیا نماز کو اور دیا زکوٰۃ کو اور پورا کرنے والے ہیں اپنے عہد کو جب وہ عہد کریں اور صبر کرنے والے ہیں سختی میں اور بیماری میں اور لڑائی میں یہی ہیں سچے اور یہی وہ ہیں جو متقی ہیں"

(قرآن مجید۔ سیقول۔ سورۂ بقر)

دیکھو اس عظیم الشان آیت میں جس میں اسلامی فرائض کا عطر کھینچا گیا ہے۔ حضور صلعم نے سائل کو بتا دیا کہ انسان پر صرف اپنی ذات ہی کے حقوق نہیں ہیں بلکہ صفاتی حقوق بھی خاص کر اُن لوگوں کے ہیں جن کو سرمایہ دار دولت مند طبقہ نے نظر انداز کر رکھا ہے اور غریب قرابت دار، یتیم، مساکین، مسافر، مجبوراً مانگنے والے اور گردن پھنسے ہوئے خالصاً لوجہ اللہ سرمایہ دار اور دولت مند طبقہ کی دولت میں زکوٰۃ اور صدقات کے ذریعہ سے حصہ دار ہیں جن کو خاص اللہ کی محبت میں

حصہ ملنا چاہیے۔

زکوٰۃ اور دولت مند اور غریبوں کا اتحاد

غور سے دیکھو تو زکوٰۃ میں جب کہ اس کو فرض کر دیا تو انسانی نسل کے دونوں طبقے سرمایہ دار دولت مند اور مفلس اور غریب جو ایک طویل زمانہ سے الگ الگ اور بے تعلق ہو رہے تھے ان دونوں طبقوں کے اتحاد کا مستحکم انتظام کر دیا گیا۔ جب کہ اسلامی قانون کے ماتحت سرمایہ دار دولت مند طبقہ اپنی دولت کی زکوٰۃ نکالے گا تو اُس کا فرض ہوگا کہ اسلامی حکومت کے ذریعہ سے اور اگر اسلامی حکومت نہیں ہے تو خود مستحقین زکوٰۃ کی جستجو کرے اور حسبۃ للہ ہنسی خوشی سے۔ جیسا کہ مذکورہ آیت میں ہے زکوٰۃ مستحقین تک پہونچا دے اور یہ امیر و غریب کے اتحاد کا بہترین انتظام ہے۔

زکوٰۃ اور صدقہ کی تحصیل کا انتظام

اس کتاب کے ایک حصہ مصطفائی کمال میں بتایا جا چکا ہے کہ عید الفطر کا صدقہ ۲ھ ہجری میں فرض کیا گیا اور جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔ زکوٰۃ گمان اغلب ہے کہ ۸ھ ہجری میں فرض ہوئی اور اب ضروری ہوا کہ صدقات اور زکوٰۃ کی تحصیل وصول کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ پتہ چلتا ہے کہ ۹ھ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ اور صدقات کے محصلین مقرر فرمائے۔ ان میں سے معاذ بن جبل بھی ایک تھے جو یمن کے صدقات کے محصل مقرر کیے گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ کے تقرر اور روانگی کے وقت جو اُن کو ہدایتیں فرمائی تھیں وہ اس کتاب میں تیسرے سریہ کے حالات میں درج کی جا چکی ہیں وہاں ان اہم ہدایتوں کو سیاسی اور انتظامی نقطۂ نگاہ سے غور سے دیکھو۔ ان کے علاوہ اور محصلین کا پتہ چلتا ہے ان میں سے چند خاص حضرات یہ ہیں۔

(۱) عدی ابن حاتم بنی طے اور بنی اسد کے واسطے (۲) بسر ابن سفیان الکعبی بنی کعب کے واسطے (۳) ضحاک بن سفیان الکلابی بنی کلاب کے واسطے۔

(۴) ابوموسیٰ اشعری۔ یمنی اشعریین کے واسطے (۵) رافع ابن مکیث جہنی۔ جہینہ قبیلہ کے واسطے۔ ان کے سوا اور بھی بہت سے نام ملتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ اکثر محصلین اُسی خاندان سے لیے گئے ہیں جس خاندان میں صدقات اور زکوٰۃ کی تحصیل مقصود تھی اور حضور صلعم کے سیاسی انتظامی امور میں تم اکثر اس کا خیال پاؤ گے جیسا کہ تم دیکھ چکے ہو فتح مکہ کے موقع پر مکہ والوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مکہ کا امیر بنایا تھا جو پہلے سے مسلمان نہ تھا جنگ کے دوران میں فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوا تھا اور بنی اُمیہ میں سے تھا۔

دوسری فصل

اربابِ حکومت کو ایک اور اُسوۂ حسنہ

صدقات اور زکوٰۃ کے استعمال سے حضور صلعم کا اجتناب۔ صدقات اور زکوٰۃ حضور صلعم اور آپ کی آل پر حرام۔ ان واقعات کے اندر سبق

صدقات اور زکوٰۃ کے استعمال سے حضور صلعم کا اجتناب

حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقات اور زکوٰۃ کی آمدنی صرف اہل حاجت، ناداروں کا حق سمجھتے تھے اور اُن کے انتظام کے واسطے محفوظ رکھتے تھے اور ذات خاص یا خاندان کے واسطے اس کا مصرف ہمیشہ ناپسند فرماتے تھے اور آپ کی یہ احتیاط فتوحات سے پہلے سے چلی آتی تھی۔ آپ کی یہ پُروقار کرامت اور یہ مدبرانہ خودداری اُس وقت سے ظاہر ہوتی رہی جب کہ حضور صلعم سب کچھ چھوڑ کر مکہ سے ہجرت کر کے یثرب کو تشریف لے آئے تھے اور یثرب کو مدینۃ النبی کا شرف

بخشا تھا اور جب کہ صدقات و زکوٰۃ فرض نہیں ہوئے تھے۔ مکّہ سے ہجرت کر کے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم ابھی قبا میں تشریف فرما تھے کہ آپ کی تشریف آوری کی شہرت یثرب میں پھیل گئی اور حق کے متلاشی سلمانؓ فارسی صدقہ کی کچھ کھجوریں لے کر حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھی جو مکّہ سے آئے ہیں حاجت مند ہیں۔ یہ صدقہ کی کھجوریں ہیں آپ لوگ اس کے مستحق ہیں حضور صلعم نے کھجوریں لے کر صحابہ کو دیں خود نوش فرمانے سے[1] اجتناب کیا۔ سلمانؓ پر اس کا خاص اثر ہوا اور واپس چلے گئے اور ایک اور دن کھجوریں لے کر حضور صلعم کی خدمت میں پھر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ صدقہ نہیں ہے حضور کے واسطے ہدیہ لایا ہوں۔ حضور نے یہ ہدیہ منظور فرمایا اور اس میں سے کھجوریں خود بھی تناول فرمائیں اور ہمراہی صحابہ کو بھی عطا فرمائیں۔

صدقات و زکوٰۃ حضور صلعم اور آپ کی آل پر حرام

جب کہ صدقہ کے متعلق احکام جاری ہو گئے اور جب کہ:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ" "اے ایمان والو۔ خرچ کرو اپنی کمائی اچھی میں سے اور اُس چیز میں سے جو ہم نے تمھارے واسطے زمین میں سے نکالا ہے"

اس قسم کی آیتیں نازل ہو گئیں اور جب کہ صدقات کی آمدنی ہونے لگی اُس وقت ایک مرتبہ حضور صلعم کے سامنے کچھ صدقہ کی کھجوریں پیش ہوئیں آپ کے نواسے حضرت امام حسنؓ بچّے تھے اور آپ کے پاس بیٹھے تھے اُنھوں نے ان کھجوروں میں سے ایک کھجور مُنہ میں ڈال لی حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کی نظر جا پہونچی اور آپ نے مقدس بچّے کا مُنھ چلتا ہوا دیکھ لیا۔ آپ نے فرمایا "میرے بچّے اُس کو ڈال دے

---

[1] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ حضرت سلمان فارسی کا حال۔

میرے بچے اس کو ڈال دے" اور فرمایا:

"انا لا تحل لنا الصدقة" "حقیقت یہ ہے کہ ہم کو صدقہ حلال نہیں ہے"

یہ روایت صحیح مسلم کی ہے صحیح بخاری[1] کے یہ الفاظ ہیں:

"انا لا ناکل الصدقة" "درحقیقت ہم صدقہ نہیں کھاتے"

خود امام حسن علیہ السلام سے اس کے متعلق جو حدیث مروی ہے اُس کے الفاظ زرا مشرح یہ ہیں:

"انا آل محمد لا تحل لنا الصدقة" "حقیقت یہ ہے کہ ہم آل محمد کے واسطے صدقہ حلال نہیں ہے"

اور محقق حافظ ابن حجر نے اس کے اسناد قوی بتائے ہیں۔ فتح الباری میں[2] اس موقع پر ایک روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

"لا یحل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم واھل بیتہ صدقة الفطر و زکوٰة الاموال والصدقة یصرفھا الرجل علی محتاج یرید بھا وجہ اللہ" "نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کے واسطے صدقۃ الفطر اور مال کی زکوٰۃ حلال نہیں ہے اور وہ صدقہ جو کوئی شخص صرف کرے محتاج پر خدا واسطے کا ارادہ کرتے ہوئے"

ان واقعات کے اندر سبق

ان واقعات کے اندر ارباب حکومت اور سرمایہ دار طبقہ کے واسطے اہم سبق ہے اور یہ اصلاح ہے قدیم اور جدید اہل حکومت کے ایسے افعال اور اعمال کی کہ وہ لوگ حکومت کی ساری آمدنی اپنے ذاتی اختیارات کے اندر سمجھتے تھے اور حکومت کی آمدنی سے صرف حکام جن کو بادشاہ کھو یا کچھ بھی کھو اور اُن کے گھر والے یا حاشیہ نشین خوشامدی متمتع ہوتے تھے

---

[1] صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب ما یذکر فی الصدقة للنبی صلی اللہ علیہ وسلم
[2] فتح الباری " " " " " "

ان پر کوئی ذمہ داری نہ تھی کہ غربا اور اہل حاجت کو اُن کا حق پہونچائیں۔ نتیجہ ظاہر تھا کہ امرا اور غربا میں ایک زبردست تفریق سدِ راہ تھی جس کی اصلاح حضور صلعم نے اس طرح فرما دی کہ حکومت کی آمدنی کا ایک خاص حصہ اپنے واسطے اور اپنے خاندان کے واسطے حرام کر دیا اور پھر کھول کر یہ قرآنی حکم سُنا دیا:

"اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ	"درحقیقت صدقات فقیروں کے لیے ہیں
وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ	اور مسکینوں کے لیے ہیں اور (زکوٰۃ و صدقات
عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ	کے) عاملین کے لیے ہیں اور مولفۃ القلوب
وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ	کے لیے ہیں اور قیدی یا غلاموں کے لیے
وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ	ہیں اور مقروض کے لیے ہیں اور خدا کی
وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً	راہ کے لیے ہیں اور مسافر کے لیے ہیں
مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ	یہ اللہ کے فرض میں سے ہے اور اللہ جاننے والا
حَكِيْمٌ" (قرآن مجید۔ سورۂ توبہ)	اور حکمت والا ہے"

اس اسوۂ حسنہ اور قرآن حکیم کے ذریعہ سے ضرورت مند بے کاروں کی جماعت کی مالی دستگیری کا انتظام فرض کر دیا گیا۔ سبحان اللہ علی العظیم کاش آج کی سرمایہ دار جماعت اس طرف متوجہ ہو اور غربا کو اپنا ماتحت نہیں بھائی سمجھ کر دستگیری اپنا فرض سمجھے۔

چھٹا باب

بشریت ختم

وفات

پہلی فصل

حضور صلعم کو وفات کی اطلاع

بشریت کے اختتام کی اطلاع تسبیح اور استغفار اور اس میں اُسوۂ حسنہ

بشریت کے اختتام کی اطلاع

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ۝ (قرآن مجید - سورۃ النصر)

"جب کہ اللہ کی مدد اور فتح آگئی اور تم نے دیکھے لوگ فوجوں کی فوجیں اللہ کی دین میں داخل ہوتے ہوئے پھر تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اُس سے مغفرت چاہ حقیقت میں وہ بخشنے والا ہے"

اسلامی عروج کے درمیانی علمی زمانہ کے دو خاص درجے کے محقق علامہ حافظ ابن حجر اور علامہ زمخشری متحد القول ہیں کہ سورۃ النصر حجۃ الوداع کے ایام میں منٰی کے مقام نازل ہوئی تھی۔ اس سورۃ النصر کے متعلق حافظ

ابن حجر فتح الباری[1] میں لکھتا ہے:

"انہا آخر سورۃ نزلت من القرآن" "یہ آخری سورۃ قرآن مجید کی ہے جو نازل ہوئی ہے"

پھر اس کے مقام نزول اور زمانہ نزول کے متعلق لکھتا ہے:

"ویقال إنّ إذا جاء نصر اللہ نزلت یوم النحر وھو بمنیٰ فی حجۃ الوداع" "اور کہا جاتا ہے کہ اذا جاء نصر اللہ یوم النحر کو منیٰ کے مقام حجۃ الوداع میں نازل ہوئی"

اور فتح الباری میں اس قول کو مرجح رکھا گیا ہے۔ علامہ زمخشری سورۃ النصر کے نزول کے متعلق تفسیر کشاف[2] میں لکھتا ہے:

"انہا نزلت فی ایام التشریق بمنیٰ فی حجۃ الوداع" "وہ سورۃ ایام تشریق میں منیٰ کے مقام حجۃ الوداع کے زمانہ میں نازل ہوئی"

زمخشری نے اپنی تفسیر میں یہ قول نقل کیا اور اس کو مرجح رکھا ہے۔ تفسیر کشاف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ اس سورۃ کی تلاوت اپنے اصحاب کرام کے سامنے فرمائی اور اُن کو اللہ کے انعام نصرت و فتح کی اطلاع ہوئی تو اُن حضرات نے خوشی کا اظہار کیا مگر عباس ابن عبدالمطلب رنجیدہ ہوئے اُن سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو اُنھوں نے کہا کہ یہ حضور صلعم کی سفرِ آخرت کی اطلاع ہے اس کے بعد حضرت عباسؓ دو برس اور زندہ رہے مگر اس عرصہ میں اُن کو کسی شخص نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد خطبہ دیا اور اُس میں فرمایا:

---

[1] فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ النصر [2] تفسیر کشاف سورۃ النصر

"ان عبداً خیرہ اللہ بین الدنیا وبین لقائہ فاختار لقاء اللہ" | "حقیقت میں بندہ کو اللہ نے اُس کو اختیار دیا دنیا اور اللہ کی ملاقات کے درمیان پھر اُس نے اللہ کی ملاقات منتخب کرلی"

حضور صلعم کو اس سورۃ کے ذریعہ سے اطلاع ہوگئی کہ اب اپنے معبود حقیقی کے حضور میں جانے کا وقت آگیا اور "اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" میں جو حضور صلعم کی بشریت کا اظہار کیا گیا تھا اُس کے اختتام کا زمانہ آگیا تاکہ عالم انسانیت کے واسطے ایک مکمّل اسوۂ حسنہ آجائے جس سے انسان کے سارے دور پیدائش، حیات، اور موت کا مکمّل نمونہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات میں ظاہر ہوجائے اور سلامتی اور امن کا خواہاں انسان اُس کو اپنے واسطے نمونہ بنالے کہ دمِ واپسیں تک بس اللہ کی مخلوق کی خدمت کے واسطے وقف رہا اور اس طرح انسانی خلافت فی الارض کا بہترین نمونہ عالم انسانیت کے واسطے پیش فرمادیا جس میں دنیا اور دین کی کامیابی ہی کامیابی نظر آتی ہے۔ فتح الباری کتاب التفسیر سورۃ النصر میں ہے کہ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد حضور صلعم نے تقریباً اکیاسی دن اس دنیا میں قیام فرمایا۔[1]

تسبیح و استغفار اس میں اسوۂ حسنہ

سورۃ النصر میں آخر میں حکم تھا کہ "پھر تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اُس سے مغفرت چاہ" اس کی تعمیل کے متعلق حضرت عائشہ رضؓ کا قول ہے کہ اذا جاء نصر اللہ کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد پڑھتے تھے:

---

[1] فتح الباری کتاب التفسیر سورۃ النصر میں ابن عمر رضؓ کی یہ حدیث ہے "نزلت ھٰذہ السورۃ فی اوسط ایام التشریق فی حجۃ الوداع فعرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ الوداع"

"سبحانك اللھم ربنا وبحمدك اللھم اغفرلی" — "اللہ تو پاک ہے ہمارے رب اپنی حمد کے ساتھ الٰہی مجھے بخش دے"

فتح الباری میں اس سورۃ النصر کی تفسیر میں ہے کہ حضور صلعم اچھے اوقات میں تسبیح تمجید اور استغفار پڑھتے تھے اور حضرت عائشہؓ کا ایک قول ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کو اکثر دیکھا کہ آپ پڑھ رہے ہیں۔[۱]

"سبحان اللہ وبحمدہ واستغفر اللہ واتوب الیہ" — "اپنی حمد کے ساتھ اللہ پاک ہے مغفرت چاہتا ہوں اللہ سے اور اُسی کی طرف پھرنے والا ہوں۔"[۲]

ایک صحابی کا قول ہے کہ آپ ہر کام کے اختتام پر استغفار فرماتے تھے یہاں تک کہ بیت الخلا سے انفراغ پاکر تشریف لاتے تو فرماتے "غفرانك" اور وضو کے بعد فرماتے تھے:

"اللھم اجعلنی من التوابین" — "الٰہی! مجھے توبہ کرنے والوں میں کردے"[۳]

غرض کہ اللہ کی مدد اور فتح پر اُس کی تمجید اور تحمید اور استغفار وہ مقدس ترین شخص کرتا تھا جو "رحمۃ للعالمین" تھا جو عالم انسانیت پر اللہ کے احسان کی شکل میں آیا تھا تاکہ انسانی دنیا کا تذکیہ کرے اور کتاب وحکمۃ کی تعلیم اور ایسے قوانین اور ایسی مثال پیش کرے جس سے انسان سلامتی اور امن کی برکات سے آگاہ ہو اور اُس پر کاربندی کی کوشش کرے۔ ایک ایسا برگزیدہ عظیم الشان شخص اور تسبیح واستغفار! درحقیقت مغرور متکبر اور بھٹکے ہوئے اپنی عارضی چندہ روزہ زندگی پر بھولے ہوئے آدمی کو اقوال سے

[۱ و ۲] صحیح بخاری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم

[۳] فتح الباری " " " "

نہیں اپنے مقدس اعمال سے اس میں نصیحت ہے، اس میں ہدایت ہے اور اس میں حکم ہے کہ انسان ہر حال میں اپنے اللہ کو نہ بھولے جس کے اختیار میں پیدائش حیات اور موت ہے اور جس اللہ نے انسان جیسی مخلوق کو دنیا میں بھیج تو دیا مگر غیر مکمل شکل میں اور غیر مکمل ناقص علم کے ساتھ کہ ہزاروں قصوں میں گھرا ہوا وہ دنیا میں رہتا ہے مگر موت ہر ایک کا خاتمہ کر دیتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسبیح و استغفار اُس کو تعلیم دیتی ہے کہ یہی طریقہ اُس کو منزل مقصود تک پہونچا سکتا ہے اور منزل مقصود کیا ہے خلافت فی الارض کی مقدس خدمت جو ازل میں سپرد کی جا چکی ہے۔

دوسری فصل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کا آغاز آپ کی مصروفیت

حضور صلعم کا مرض۔ مسجد میں نماز اور آخری خطبہ اور اُس کے نکات۔ توحید کی حفاظت کا دوامی انتظام۔ حضرت فاطمہؓ سے کچھ باتیں۔ اکتب لکم کتابا

حضور صلعم کا مرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس بشریت میں انسانی دنیا کے واسطے ہر قسم کا نمونہ ہونا چاہیے اس سلسلہ میں حضور صلعم کا مرض الموت بھی آدمی کی نسل کے واسطے ایک نمونہ تھا کہ کس طرح حضور صلعم نے دم واپسیں تک اپنے کو کام میں مصروف رکھا اور ایک طرف خلاق اکبر کا اور

دوسری طرف اُس کی مخلوق بنی نوع انسان کی خدمت کا دھیان برابر قائم رکھا۔ جب کہ یہودیوں کے مقابلہ میں کامیابی کے ساتھ خیبر کی جنگ ختم ہو چکی اُس موقع پر ایک یہودی عورت نے حضور صلعم اور آپ کے چند ہمراہیوں کی دعوت کی اور بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا جس کے کھانے سے آپ کے ایک صحابی شہید ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نوالہ کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ اس زہر کا اندرونی اثر باقی رہا اور تین برس بعد یہ اثر اس طرح ظاہر ہوا کہ مرض الموت بن گیا تاکہ حضور کو شہادت کا درجہ بارگاہِ صمدیت سے عطا ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باری حضرت میمونہ کے یہاں تھی اور بدھ کا روز تھا کہ حضرت میمونہ کے یہاں آپ کو مرض کی شکایت شروع ہوئی۔ تاہم آپ حسب معمول باری باری ازواج مطہرات کے یہاں تشریف لے جاتے رہے۔ مگر مرض میں شدت ہو گئی اتنی شدت کہ چلنے پھرنے میں تکلیف ہونے لگی اس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے اجازت لی اور پیر کے روز آپ حضرت عائشہ رضؓ کے یہاں اس طرح تشریف لائے کہ کمزوری کے سبب سے آپ کا ایک ہاتھ حضرت عباس رضؓ کے کندھے پر تھا اور دوسرا ہاتھ حضرت علی رضؓ کے کندھے پر۔ آپ نے ازواج مطہرات سے فرما دیا کہ نقاہت کے سبب سے آپ باری پوری کرنے کے واسطے ازواج مطہرات کے یہاں دورہ نہیں فرما سکتے اور اب آپ کا قیام حضرت عائشہ رضؓ کے یہاں رہے گا۔

مسجد میں نماز اور آخری خطبہ اور اُس کے نکات

جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں آمد و رفت کی قوت رہی آپ مسجد میں تشریف لا کر نماز پڑھاتے رہے پھر آپ کے حکم سے حضرت ابو بکر رضؓ امامت کرتے رہے۔ حضرت عائشہ رضؓ کے یہاں تشریف لانے کے بعد ایک روز آپ کو مرض کی شدت زیادہ معلوم ہوئی اس پر آپ کے حکم کے

بموجب آپ کو سات مشک پانی سے غسل کرایا گیا تاکہ آپ کو تسکین ہو اور آپ گھر سے باہر تشریف لاکر لوگوں سے بات کر سکیں اس غسل سے گونہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین ہوئی اور حضور صلعم حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے ظہر کا وقت تھا جماعت کھڑی ہو چکی تھی حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھا رہے تھے حضور صلعم کی تشریف آوری کی آہٹ پاکر حضرت ابو بکرؓ پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ نے اشارہ سے ان کو روک دیا اور اُن کے پہلو میں بیٹھکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اس طرح کہ حضور کو دیکھکر حضرت ابو بکر اور حضرت ابو بکر کو دیکھکر اور لوگ ارکان ادا کرتے جاتے تھے۔ نماز کے بعد آپ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا جو یہ ہے۔ صحیح بخاری کے یہ الفاظ ہیں اور ابن عباسؓ کی روایت ہے۔

"خرج[1] رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه التي مات فيه بملحفة وقد عصب رأسه بعصابة دسماء حتى جلس على المنبر فحمد الله واثنى عليه ثم قال اما بعد فان الناس يكثرون ويقل الانصار حتى يكونوا في الناس بمنزلة

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس مرض کی حالت میں نکلے جس میں آپ نے وفات پائی۔ چادر لپیٹے ہوئے اور آپ کا سر کسادہ سے بندھا ہوا تھا یہاں تک کہ آپ منبر پر بیٹھے اور اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا۔ اس کے بعد حقیقت یہ ہے کہ لوگ بڑھ رہے ہیں اور انصار گھٹ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ لوگوں میں ایسے ہو جائیں گے جیسے کھانے میں

---

[1] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔ سیرۃ النبی جلد دوم میں حضور صلعم کے اُس خطبہ کا صرف اُردو ترجمہ ہے جس کے ایک خاص حصے کے الفاظ یہ ہیں "جو تمہارے نفع نقصان کا متولی ہو (یعنی جو خلیفہ ہو)، اُس کو چاہیے کہ ان میں جو نیکوکار ہوں اُن کو قبول کرے اور جن سے خطا ہوئی ہو اُن کو معاف کرے"۔ ممکن ہے کہ ترجمہ کسی دوسری حدیث کا ہو

"الملح فی الطعام فمن ولی منکم شیئاً یضر فیہ قوماً وینفع فیہ آخرین فلیقبل من محسنھم ویتجاوز عن مسیئھم"

نمک پھر جو تم میں ولی ہو اور اُن کی کوئی چیز قوم کے حصہ کو مضر ہو اور اُس میں دوسروں کا نفع ہو تو اُن کی اچھی باتیں قبول کرے اور برائی سے درگزر کرے"

راوی نے اس کو حضور صلعم کی آخری مجلس کہا ہے۔ اب ذرا اس ٹکڑے کا حسن اندرونی اور بیرونی دیکھو! یہ درحقیقت انصار کی مثال میں جو اسلام کے نہایت وفادار خاندان کے افراد تھے۔ عالم انسانیت خاص کر جو ان میں ولایت یعنی حکومت کے مدعی ہیں اُن کو عمیق نصیحت ہے کہ خیر خواہ وفادار گروہ کی غلطیوں پر اُلجھنا نہیں چاہیے۔ اُن کی بھلائیوں سے سروکار رکھنا اور غلطیوں سے درگزر کرنا۔ یہ مفید تر دستور العمل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان[۱] اللہ خیر عبداً بین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ذٰلک العبد ما عند اللہ۔ ان من امن الناس علیّ فی صحبتہ ومالہ ابوبکر ولو کنت متخذاً خلیلاً لاتخذت ابابکر خلیلاً ولکن اخوۃ الاسلام ومودتہ لا یبقین فی المسجد باب الا سد الا باب ابی بکر"

حقیقت میں اللہ نے اپنے بندہ کو دُنیا کے درمیان اور اُس کے درمیان جو اُس (اللہ) کے پاس ہے اختیار دیا ہے پھر بندہ نے اس (اللہ کے پاس کی نعمتوں) کو اختیار کرلیا ہے۔ سب سے زیادہ انسانوں میں اپنی صحبت کی شکل اور مال کی شکل میں ابوبکر کا مجھ پر احسان ہے اگر میں کسی کو اپنا دوست بناتا تو ضرور ابوبکر کو دوست بناتا لیکن اسلام کی اخوت اور مودت (کافی ہے) مسجد کے رُخ کوئی دریچہ ابوبکر کے دریچے کے سوا باقی نہ رکھا جائے۔"

خطبہ کے اس حصہ میں اخلاقی نصیحت کا نکتہ دیکھو شخصی احسان کے علانیہ

۱؎ صحیح بخاری باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اعتراف کی ہدایت اور شخصی دوستی پر اسلامی اخوت اور مودت کو ترجیح! دیکھو کتنی عظیم الشان اخلاقی اصلاح اور ہدایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان تطعنوا فی امارتہ (اسامہ ابن زید) فقد کنتم تطعنون فی امارۃ ابیہ من قبل وایم اللہ ان کان لخلیقا للامارۃ وان کان لمن احب الناس الی وان ھذا لمن احب الناس الی بعدہ"

"اگر اسامہؓ ابن زید کی امارت کے متعلق تم لوگ معترض ہوتے ہو تو اس کے پہلے اس کے باپ کی سرداری پر بھی تم کو اعتراض تھا اور اللہ نے اُن کی خلقت میں امارت ودیعت فرمادی ہے اگر مجھے آدمیوں میں سے کسی سے محبت ہے تو اُس کے ساتھ تھی اور اب اس کے ساتھ ہے"

حضرت زید اور حضرت اسامہ ابن زید غلام تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان مقدس مہم کا مقصد انسانی جذبات عالیہ کو اُبھار کر انسان کو کام کی مخلوق بنانا تھا تاکہ وہ انسان خلافت فی الارض کے فرائض ادا کرنے کا اہل ہو جائے اور غلامی کی قدیم رسم جو ہزاروں برس سے دنیا کے ہر حصہ میں جاری تھی اس نے انسانی مخلوق کے ایک بڑے ٹکڑے کے جذبات عالیہ کو دوسرے انسان کے ماتحت کر دیا تھا اور پیت کر رکھا تھا اس کی اصلاح بھی حضور صلعم کی مقدس مہم کا ایک جز تھا۔ آپ نے غلامی کی قدیم رذیل رسم کی اصلاح کس طرح کی اس کا مفصل تذکرہ اس کتاب کے حصہ مصطفائی کمال میں حضرت زید ابن حارثہ کی غلامی کی زنجیر توڑنے کے حال میں کیا جا چکا ہے۔ جیسا کہ اس حصہ میں کسی جگہ بتایا گیا ہے ان ہی حضرت زید کو جنگ موتہ میں آپ نے ایک ایسے لشکر کا سپہ سالار بنایا جس میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ یہ غلامی کی اصلاح کا ایک اور مضبوط قدم تھا اس طرز عمل پہ

لوگوں کو اعتراض ہوا اور آپ نے سمجھا دیا۔ اخیر پر ایک موقع پر حضرت زید کے بیٹے حضرت اسامہ ابن زید کو حضور صلعم نے ایک لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا اور لوگوں کی طرف سے پھر اعتراض ہوا اور آپ کو معلوم ہوا کہ لوگوں کے دل سے ابھی غلامی کا خیال بھولا نہیں اس لیے حضور صلعم نے اس آخری خطبہ میں زوردار الفاظ میں لوگوں کو اس اصلاح کی طرف متوجہ کیا اور حضرت زید اور حضرت اسامہ کی سرداری لشکر کی حمایت کی اور اس طرح آپ نے انسانی نسل سے ایک اور افتراق کی گرہ جو غلامی کی شکل میں پڑی ہوئی تھی کھول دی اور ایک اور بھاری پتھر جو انسانی اتحاد کے راستہ میں حائل تھا اس کو اس شاہ راہ سے دور پھینک دیا گیا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ اس خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الا وان من کان قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیاءھم و صالحیہم مساجد الافلا تتخذوا القبور مساجد انی انھاکم عن ذلک (صحیح مسلم باب النہی عن بناء المساجد علی القبور)	"ہاں حقیقت میں تم سے پہلے لوگ گزرے ہیں جو اپنے انبیا اور نیک لوگوں کی قبروں کو مساجد یعنی عبادت گاہ بناتے تھے ہاں تم لوگ قبروں کو سجدہ گاہ مت بناؤ درحقیقت میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں۔"

دیکھو اس ٹکڑے میں صاف صاف انبیا صلحا کی سجدہ گاہ بنانے سے روک کر توحید کی حفاظت کا کس قدر مستحکم انتظام کیا گیا ہے۔ اس خطبہ میں آپ نے فرمایا: "حلال و حرام کی نسبت میری طرف نہ کی جائے۔ میں نے وہی چیز حلال کی ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کی ہے اور وہ ہی چیز حرام کی ہے جو خدا نے حرام کی ہے" پھر آپ حضرت فاطمہؓ اور حضرت صفیہؓ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: "اے پیغمبر خدا کی بیٹی فاطمہ اور اے

---

(۱) سیرۃ النبی جلد دوم وفات

پیغمبر خدا کی پھوپی صفیہ! خدا کے یہاں کے لیے کچھ کر لو میں تمھیں خدا سے نہیں بچا سکتا"۔ اس عمیق فقرہ میں خاندانی غرور پر پڑیل پن سے کاہلوں کو جھنجھوڑ کر اعمال اور نیک کام کرنے کی جانب متوجہ کیا گیا ہے تاکہ خاندانی لوگ خاندان پر نہ بھولے رہیں خود بھی کچھ نیکی کریں۔ یہ اہم خطبہ آپ نے جمعرات کے روز وفات سے پانچ روز قبل ارشاد فرمایا[1]۔ دیکھو آپ مرض الموت میں بیمار ہیں مگر بنی آدم کی اصلاح کا کام پیش نظر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخری نماز مسجد میں مغرب کی پڑھائی جس میں آپ نے سورہ والمرسلات عرفاً پڑھی یہ حضرت ام فضل کی بخاری میں روایت ہے جس میں وہ فرماتی ہیں:

"ثم ما صلی لنا بعدھا حتی قبضہ اللہ"[2] "پھر اس کے بعد ہمارے واسطے کوئی نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی جان قبض کرلی"

توحید کی حفاظت کا دوامی انتظام مرض کے دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نگاہ توحید باری عزّ اسمہ کا دوامی انتظام بھی تھا اور یہ ایسا اہم انتظام تھا جس کی تکمیل کے واسطے حضور صلعم اس دنیا میں مبعوث کیے گئے تھے تاکہ عالم انسانیت خالق و مخلوق کے فرق کو ذہن نشین کرے اور اپنی ذمہ داری سے واقف ہو کر ادائے فرض خلافت فی الارض کی جانب متوجہ ہو جائے۔ آپ معلوم کر چکے تھے کہ پہلی قومیں رہبان و احبار کو ربوبیت کا درجہ دے کر توحید کے اصلی راستہ سے بھٹک کر گمراہ ہو چکی ہیں اور ایسے قصص الاولین سے آپ نے مرض کے دوران میں ضروری سمجھا کہ مسلمان دنیا کو متنبہ فرمائیں کہ وہ ایسے مغالطہ سے

---

[1] فتح الباری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم و وفاتہ ابن جندبؓ کی حدیث کے حوالہ سے

[2] صحیح بخاری " " " " " "

محفوظ رہے جیسے مغالطہ میں پڑ کر پہلی قومیں گمراہ ہوکر باہم جھگڑے فساد میں مبتلا ہوگئیں اور جہاں تک قرینہ چاہتا ہے اس خیال سے حضور صلعم نے وفات سے پانچ روز پیشتر جیسا کہ بتایا گیا ہے اس مسئلہ کی طرف اپنے مذکورہ خطبہ میں ان الفاظ میں اشارہ فرمایا "ہاں حقیقت میں تم سے پہلے لوگ گزرے ہیں جو اپنے انبیا اور اپنے نیک لوگوں کی قبروں کو مساجد یعنی عبادت گاہ بناتے تھے۔ ہاں تم لوگ قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ درحقیقت میں تم کو منع کرتا ہوں" صحیح بخاری[1] میں ہے کہ مرض الموت کی حالت میں آپ نے ارشاد فرمایا:

"لعنة الله على اليهود والنصارىٰ اتخذوا قبور انبيائهم مساجد يحذر ما صنعوا؟" "یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت اُن لوگوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اس سے حذر کریں"

یعنی یہود و نصاریٰ کے طریقہ سے مسلمان حذر کریں

حضرت فاطمہؓ سے کچھ باتیں

مرض کے دوران میں حضرت فاطمہؓ باپ کی خدمت تو کرتی رہتی تھیں اس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر حضرت فاطمہ کو بلایا اور ان کے کان میں کوئی بات کہی جس کو سُنکر حضرت فاطمہ رونے لگیں پھر اُن کو پاس بلایا اور کچھ اور فرمایا جس کو سُنکر وہ ہنسنے لگیں صحیح بخاری[2] میں حضرت عائشہ اس کی راوی ہیں اُن کا بیان ہے کہ انھوں نے حضرت فاطمہ سے دریافت کیا کہ کیا بات تھی کہ پہلی بات پر تم روئیں اور دوسری

---

[1] صحیح بخاری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم و وفاتہ

[2] اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے کیا کہا مگر حضرت فاطمہؓ سے کوئی خفیہ گفتگو ضرور ہوئی اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ دیکھو صحیح بخاری اور فتح الباری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ۔

بات پر ہنسیں۔ حضرت فاطمہ نے کہا کہ پہلے تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مرض میں آپ وفات پا جائیں گے اس پر وہ روئیں پھر آپ نے فرمایا کہ گھرانے میں میرے بعد سب سے پہلے تم آؤ گی اس پر وہ ہنسیں۔

"اکتب لکم کتابا" حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دورانِ مرض کے ایام خاص کر وفات شریف کے آٹھ دس روز انسانی سلامتی کی و امن کے مخصوص دوامی انتظام کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتے ہیں اور انسان جو شخصیت کی نگاہ سے قطع نظر کرکے جنس کے لحاظ سے "فی الارض خلیفہ" ہے اُس کے لیے نہایت بیش بہا اُسوۂ حسنہ ہیں جس انسان کو ان واقعات میں سبق ہے کہ دنیا کا کاروبار اُس کے پاس خلاق اکبر کی امانت ہے اُس کا فرض ہے کہ نہ صرف اپنی حیات مستعار میں بلکہ اس کے بعد بھی سلامتی اور امن کے لحاظ سے اس کا انتظام ایسا کر جائے کہ سلامتی اور امن میں رخنہ نہ پیدا ہو۔ حضور صلعم کی وفات کے واقعات کے سلسلہ میں یہ خاص اور نہایت اہم واقعہ ہے جو اس عنوان کے ماتحت لکھا جائے گا اور جس کا نہایت عمیق اثر آج تک مسلم دنیا پر پڑ رہا ہے اور یہ عنوان "اکتب لکم کتابا" حضور صلعم کے خاص ارشاد کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہ واقعہ کیا ہے اس کی تفصیل صحیح بخاری کی دو حسب ذیل حدیثوں سے معلوم ہوگی

"قال ابن عباس یوم الخمیس وما یوم الخمیس اشتد برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجعہ فقال ائتونی اکتب لکم کتاباً لن تضلوا بعدہ ابداً فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازعٌ فقالوا ما شانہ	"ابن عباس نے کہا کہ جمعرات کا دن اور وہ جمعرات کا دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُن کے مرض کے متعلق سخت تر تھا۔ پھر آپ نے فرمایا لے آؤ میرے پاس لکھ دوں تمہارے واسطے تحریر تاکہ اُس کے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہو۔ پھر اس پر اُن لوگوں میں نزاع

أهجر استفهموه فذهبوا يردون
عنه فقال دعوني فالذي انا
فيه خير مما تدعونني اليه
واوصاهم بثلاث قال اخرجوا
المشركين من جزيرة العرب
واجيزوا الوفد بنحو
ما كنت اجيزهم
وسكت عن
الثالثة او قال
فنسيتها"

"عن عبيد الله ابن عبد الله ابن عتبه
عن ابن عباس قال لما حضر رسول الله
صلى الله عليه وسلم وفي البيت رجال
فقال النبي صلى الله عليه وسلم هلموا
اكتب لكم كتابا لا تضلوا بعده قال
بعضهم ان رسول الله صلى الله عليه
وسلم قد غلبه الوجع وعندكم القران
حسبنا كتاب الله فاختلف اهل بيت
فاختصموا فمنهم من يقول قربوا
يكتب لكم كتابا لا تضلوا بعده ومنهم من
يقول غير ذلك فلما اكثروا

شروع ہوگیا اور نبی کے روبرو نزاع مناسب
نہیں تھا پھر اُن لوگوں نے کہا کہ کیا حال ہے
کیا بے معنی الفاظ ہیں اس کو اُن سے سمجھو پھر وہ گئے
روکتے ہوئے اس سے پھر آپ نے فرمایا تم لوگ مجھے
چھوڑ دو پھر وہ حالت جس میں میں ہوں بہتر ہے اُس سے
کہ تم لوگ مجھے جس کی طرف بلاتے ہو اور آپ نے اُن
لوگوں کو تین باتوں کی وصیت کی کہ جزیرۃ العرب سے
مشرکین کو نکال دو اور ایلچیوں کو دیتے رہو جیسا کہ
میں دیا کرتا تھا اور (راوی نے) تیسری بات کے
متعلق سکوت کیا یا کہا کہ میں اس کو بھول گیا۔"

"عبید اللہ ابن عبداللہ ابن عتبہ سے روایت ہے کہ
ابن عباس نے کہا کہ جب رسول اللہ صلعم پر آخری آثار
طاری ہوئے اور گھر میں لوگ تھے پھر فرمایا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے لے آؤ لکھ دوں تمھارے لیے تحریر کہ
اُس کے بعد تم لوگ گمراہ نہ ہو بعض نے کہا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کا غلبہ ہے اور
تمھارے پاس قرآن ہے ہم کو اللہ کی کتاب کافی ہے
اہلبیت نے اختلاف کیا پھر وہ لوگ لڑ پڑے
اُن میں کچھ لوگ کہنے لگے قریب کر دو وہ تمھارے لیے
تحریر لکھ دیں گے کہ اس کے بعد تم لوگ گمراہ نہیں ہوگے
اور اُن میں کچھ لوگ اس کے خلاف کہنے لگے پھر

اللغو والاختلاف قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم قوموا قال عبید اللہ فکان یقول ابن عباس ان الرّزیۃ کل الرّزیۃ ما حال بین رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم و بین ان یکتب لہم ذٰلک الکتاب لاختلافہم ولغطہم"

لغویت اور اختلاف کی کثرت ہوگئی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُٹھ جاؤ عبید اللہ نے کہا کہ ابن عبّاس کہتے تھے کہ مصیبت پر مصیبت یہ آئی کہ حائل ہوگیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور درمیان اس کے کہ آپ اُن کے واسطے یہ تحریر لکھتے اختلاف اور جھگڑا

یہ کتاب صرف حضور رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلّی علیہ وسلم کی مقدّس حیات کے خاص اصلاحی حالات کے متعلق محدود ہے اس کتاب کو اسلام کی دیگر عظیم الشان شخصیتوں سے بس اسی قدر تعلّق ہے جس قدر حضور صلعم کے حالات میں اُن بزرگوں کا تذکرہ آجاتا ہے۔ بے شک ایسی قابل عزت شخصیتیں جو اہل بیت عظام اور صحابہ کرام کے گروہ میں شمار ہوتی ہیں اپنی اسلامی خدمات کی وجہ سے ضرور واجب الاحترام ہیں مگر ان کا درجہ یقینی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ کے مساوی نہیں ہوسکتا۔ اب اس اصول کے پیش نگاہ مذکورہ دونوں حدیثوں میں صرف وہ مقدس فقرے دیکھنا ہیں جو حضور صلعم کے اپنے فقرے کہے جاتے ہیں پہلی حدیث میں حضور صلعم کے یہ الفاظ ہیں:

"ائتونی اکتب لکم کتابًا لن تضلوا بعدہ ابداً"

"لے آؤ میرے پاس لکھدوں تمھارے واسطے تحریر تاکہ اُس کے بعد تم لوگ کبھی گمراہ نہ ہو"

پھر جب کہ جھگڑا ہونے لگا تو آپ نے فرمایا:

"دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعوننی الیہ"

"مجھے چھوڑ دو پھر وہ حالت جس میں میں ہوں بہتر ہے اس سے کہ تم لوگ جس کی طرف مجھے بلاتے ہو"

اس کے بعد آپ نے تین وصیتیں کیں جن میں سے ایک وصیت کے الفاظ راوی کو یاد نہیں رہے اور دو وصیتوں کے الفاظ یہ ہیں آپ نے فرمایا:

"اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب واجیزوا الوفد بنحو ما کنت اُجیزھم"

"مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو اور ایلچیوں کو دیتے رہو جیسا کہ میں دیتا رہتا تھا"

پہلی حدیث میں بس یہ فقرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کئے گئے ہیں۔ اب دوسری حدیث میں دیکھو پہلا فقرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بیان کیا گیا ہے:

"ھلموا اکتب لکم کتاباً لا تضلوا بعدہ"

"لے آؤ لکھ دوں میں تحریر تمہارے واسطے تاکہ تم لوگ گمراہ نہ ہو"

پھر جھگڑا سُنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قوموا" "اُٹھ جاؤ" دونوں حدیثوں میں ابتدائی فقرہ قلم دوات کاغذ۔ لکھنے کا سامان۔ طلب کرنے کا یکساں ہے صرف الفاظ میں تھوڑا سا فرق ہے اور دونوں حدیثوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُس وقت حاضرین کے درمیان جو کچھ بھی اختلاف یا لڑائی جھگڑا ہوا وہ حضور صلعم کو ناگوار ہوا اور اس جھگڑے کو آپ نے پسند نہیں فرمایا۔

پہلی حدیث میں آپ کی دو وصیتیں بیان کی گئی ہیں غور سے دیکھو تو وہ دونوں وصیتیں ملکی انتظامی نقطۂ نگاہ سے اُسی قسم کی تھیں جیسا کہ آپ کا یہ طرز عمل تھا کہ مکۂ مکرمہ سے مشرکین کو بے تعلق کرکے سلامتی اور امن بنی آدم کے واسطے کوشش کرنے کا ایک مرکز بنا دیا گیا جس کو دارالامن کا درجہ نصیب ہو گیا اور یہ تمام مقدس ارشاد صاف بتاتے ہیں کہ مرض الموت میں حضور صلعم کے دہنِ مبارک سے "ہجر" "بے معنی الفاظ" ہرگز نہیں نکلے۔ نہ صرف یہ بلکہ ان دو حدیثوں میں

جو حالات بیان کئے گئے ہیں وہ یہی ظاہر کرتے ہیں اور یہ روایتیں حضرت ابن عباس کی ہیں جو حضور صلعم کے چچیرے بھائی تھے اور قریب تر رشتہ دار ہونے کے سبب سے مرض الموت کے موقع پر برابر حضور صلعم کی خدمت میں حاضر رہے اور قرون اولیٰ کے خاص محققین میں جن کا شمار کیا جاتا ہے۔ جہاں تک ہماری نگاہ نے کام کیا ہے اسلامیات کے محققین خواہ اُن کا تعلق کسی گروہ سے ہو لفظی اختلاف کے ساتھ اس اہم مسئلہ "اکتب لکم کتابا" میں حضرت ابن عباس کی اس روایت کی صداقت سے انکار نہیں کرتے۔ ان حالات کے موجود ہوتے ہوئے کہ ایسے اہم امور کی وصیت کی گئی ضرور خیال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی اہم خیال معرضِ تحریر میں لانے کے واسطے حضور صلعم کے پیش نگاہ تھا اور یہ گفتگو جیسا کہ کہا گیا "ہجر" سے غیر متعلق تھی اور یہی خیال قدیم اسلامی محقق علامہ حافظ ابن حجر کا ہے جنھوں نے مذکورہ حدیث کے لفظ "ہجر" کی تشریح کرتے ہوئے اس کے مختلف معنی بتائے ہیں اور جس لفظ کے معنی یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ادب کے لحاظ سے "بے معنی الفاظ" لکھے گئے ہیں اور مختلف معنی لکھنے کے بعد۔ علامہ محقق موصوف نے لکھا ہے اور بالکل ٹھیک لکھا ہے:

"قال ھجرا والھجر بالضم ثم	"کہا ہجر اور الہجر پیش کے ساتھ پھر سکون کے ساتھ
السکون الھذیان والمراد بہ ھنا	ہذیان ہے اور اس سے مراد مریض کی وہ حالت ہے کہ
مایقع من کلام المریض الذی لاینتظم	اُس کی گفتگو منتظم نہیں رہتی اور اُس سے کوئی فائدہ
ولایعتد بہ لعدم فائدۃ ووقع	نہیں حاصل ہوتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
ذالک من النبی صلی اللہ علیہ وسلم	ایسا ہونا محال ہے اس لیے کہ آپ معصوم
مستحیل لانہ معصوم فی صحتہ و	ہیں اپنی صحت ہیں اور

ل‍ه فتح الباری شرح صحیح بخاری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم و وفاتہ

ورضه لقوله تعالیٰ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ولقوله صلی اللہ علیہ وسلم انی لا اقول فی الغضب والرضاء الا حق "

اپنے مرض میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے بموجب کہ وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہوائی باتیں نہیں بولتا اور بموجب قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے میں غضب اور رضا میں سواء حق کے کچھ نہیں بولتا "

اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اپنے مقدس درجہ اُس درجہ کے مطابق جو قربت مع حق کا حضور صلعم کو حاصل تھا اور جس کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا اور فرمایا " مجھے چھوڑ دو پھر وہ حالت جس میں ہوں بہتر ہے اُس سے کہ تم لوگ جس کی طرف مجھے بلاتے ہو " دم واپسیں تک حضور صلعم مسلم دنیا کے دوامی سلامتی اور امن کے انتظام کے خیال میں مصروف رہے اور یقینی اس سلسلہ میں آپ نے کوئی اہم معاملہ (ممکن ہے کہ وہ وقتی ہو، اس لیے جب کہ معرض تحریر میں نہیں آیا تو کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کیا تھا) قلم بند کرنے کے واسطے فرمایا " ائتونی اکتب لکم کتاباً " مگر افسوس باہمی اختلاف کی وجہ سے اس کی تعمیل نہ ہو سکی جس کا افسوس حضرت ابن عباس نے بھی مذکورہ حدیث میں ظاہر کیا ہے اور یہ بکھیڑا ہمیشہ کے واسطے پڑ گیا! بے شک دین کی تکمیل میں کوئی شبہ و شک نہیں ہے، بے شک عالم انسانیت کی ہدایت کے واسطے قرآن مجید کافی ہے مگر بعض مقامی اور وقتی الجھنیں ایسی ہوتی ہیں جس کی توضیح و تشریح کی ضرورت ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ ایسی کوئی اُلجھن جس کا تعلق اُس وقت اور اُس مقام سے ہو حضور صلعم کے دھیان میں ہو۔ بہرحال یہ واقعہ کہ تحریر نہ لکھی گئی ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ تحریر قلمبند نہ ہونا افسوس کے قابل ہے۔

تیسری فصل

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

فی الرّفیق الاعلیٰ

معوذات اپنے پر دم کرنا ۔ فی الرفیق الاعلیٰ ۔ قرآنی پکار

معوذات اپنے پر دم کرنا

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے مرض کے دوران میں معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب النّاس یہ دونوں سورتیں پڑھکر اپنے جسم اطہر پر پھونکیں اور ہاتھ پھیرا ۔

آپ کے پاس پانی کا برتن بھرا ہوا رکھا تھا اُس میں آپ دونوں ہاتھ ڈال کر منہ پر ملتے تھے اور فرماتے تھے :

"لا الہ الا اللہ ان للموت سکرات" "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے حقیقت میں موت کے واسطے سکرات ہے"

مزاج پرسی کے واسطے گھر سے باہر لوگوں کا مجمع تھا صبح کا وقت تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے حضرت علی باہر نکلے لوگوں نے دریافت کیا کہ ابو الحسن ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کیسی گزری اور آپ نے صبح کیسے پکڑی ۔ حضرت علی نے کہا ۔ الحمد للہ ، اللہ نے ہم پر فضل کیا ۔ صبح خیریت سے ہوگئی ۔ حضرت عباس ابن عبد المطلب نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ تین دن کے بعد تم ماتحت غیر کے ہو جاؤ گے میں نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو دیکھا ہے اس مرض سے آپ جاں بر نہیں ہوں گے میں خوب جانتا ہوں جو حالت موت کے قریب خاندان عبدالمطلب کے چہروں کی ہو جاتی ہے۔

"فی الرفیق الاعلیٰ"

اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ مرض الموت کے دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں رہا۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ کا بیان ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے۔

"عن عائشۃ قالت لما مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم المرض الذی مات فیہ جعل یقول فی الرفیق الاعلیٰ"

"حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض میں بیمار ہوئے جس کا آپ نے وفات پائی تو آپ نے اس حالت میں کہنا شروع کیا "فی الرفیق الاعلیٰ" رفیق اعلیٰ میں"

"فی الرفیق الاعلیٰ" یہاں یہ ایسا کلمہ آگیا ہے کہ قبل اس کے کہ آیندہ واقعات بیان کئے جائیں اس کی تشریح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فتح الباری میں متقدمین کے مختلف اقوال لکھتے ہوئے لکھا ہے:

"وزعم بعض المغاربۃ انہ یحتمل ان یراد بالرفیق الاعلیٰ اللہ عزوجل لانہ من اسمائہ کما اخرج ابوداؤد من حدیث عبداللہ بن مغفل رفعہ ان اللہ رفیق یحب الرفق"

"اور بعض مغاربہ گمان کرتے ہیں کہ احتمال یہ ہے کہ رفیق اعلیٰ سے اللہ عزوجل مراد ہے اس لیے کہ یہ اُس کے ناموں میں سے ہے جیسا کہ عبداللہؓ ابن مغفل کی حدیث سے ابوداؤد نے لیا ہے کہ اللہ رفیق ہے اور رفق سے محبت کرتا ہے"

عبداللہ ابن مغفل کو اسد الغابہ میں بڑے درجہ کے صحابہ میں شمار کیا گیا ہے یہ اصحاب الشجرہ میں سے تھے اور دینی علوم سے اس درجہ واقف تھے کہ حضرت

عمر کے عہد میں بصرہ کے فقیہ مقرر کئے گئے تھے۔ اب ذرا ایک مرتبہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقدس اور پر اسرار کلمہ طیبہ کو غور سے دیکھو! دوران مرض الموت میں "جعل یقول فی الرفیق الاعلیٰ کہنا شروع کیا رفیق اعلیٰ میں" اور اس مقدس قول میں "فی" "میں" اس حرف کو ذرا گہری نگاہ سے دیکھو! صاف ظاہر ہے کہ اس پر اسرار فقرہ کا تعلق حضور رحمۃ للعالمین کے ظاہری گوشت پوست کے "اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" "میں مثل تمہارے ایک بشر ہوں" منصب سے بالاتر منصب "یوحیٰ الی" سے ہے اور یہ اتنا اعلیٰ اور اتنا بلند منصب ہے کہ نہ صرف اس مادّی دنیا کی چشم بینا بلکہ قیاس، گمان، وہم اور خیال کی رسائی بھی وہاں تک غیر ممکن ہے۔ اس لیے کہ یہ سب کچھ انسانی قوتیں انسان جیسی ناقص مخلوق، ناقص علم والی مخلوق سے متعلق ہیں جو ایک دوسری مخلوق نظام شمسی اور اس کی زمین اور اس تحتی سلسلہ سے تعلق رکھتا ہے جو عظیم الشان نظام عالم کا ادنیٰ سا جزو ہے اور "فی الرفیق الاعلیٰ" یہ اُس خلاق اکبر کا راز ہے جو لاانتہا نظام عالم کو بناتا اور بگاڑتا رہتا ہے۔ بھلا انسان جیسی ناچیز مخلوق اور خلاق اکبر کے راز تک رسائی! بس حیرانی! حیرانی!! اور حیرانی! اس کے سوا، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس مقدس اور پُر اسرار کلمہ کا راز یا رفیق اعلیٰ جانے یا اس کلمہ کا کہنے والا محمد رسول اللہ صلعم جانے۔

پھر ایک اور حدیث میں ہے:

"فلما اشتکی وحضرہ القبض ورأسہ علی فخذ عائشۃ غشی علیہ فلما افاق شخص بصرہ نحو

"پھر جب کہ مرض الموت کی شکایت ہوئی اور آپ کا سر مبارک عائشہ رضی کے زانو پر تھا کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی پھر جب کہ آپ کو

سقف البیت ثم قال اللھم (غشی سے) افاقہ ہوا تو آپ نے گویا چھت کی طرف
فی الرفیق الاعلیٰ " اپنی نگاہ ڈالی اور پھر فرمایا الٰہی رفیق اعلیٰ میں"

کیا اس کا صاف یہ مطلب نہیں ہے کہ الٰہی اپنے میں لے لے! پھر ایک اور حدیث میں حضرت عائشہؓ کا بیان ہے:

" وھو مسند الی ظھرہ یقول " اور وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میری طرف
اللھم اغفرلی وارحمنی تکیہ لگائے تھے اور فرماتے تھے الٰہی مجھے بخش دے
والحقنی بالرفیق " اور مجھ پر رحم کر اور مجھے رفیق میں ملا دے"

غرض صحیح بخاری میں رفیق اعلیٰ کے استعمال کے متعلق متعدد حدیثیں ہیں اور باب آخر ما تکلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ ایک حدیث میں حضرت عائشہؓ کا قول ہے:

" آخر کلمۃ تکلم بھا " آخر کلمہ جس سے (حضور صلعم نے) کلام کیا اللھم[1]
اللھم الرفیق الاعلیٰ " الرفیق الاعلیٰ یہ تھا"

اب ذرا اس کی تفصیل دیکھو اور تاریخ وفات کے ساتھ اس پر نگاہ ڈالو۔ حضور رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس تاریخ کو وفات پائی۔ اس میں قدیم سے اختلاف چلا آتا ہے مشہور تاریخ بارہ ربیع الاول ہے جو واقدی کی روایت ہے اور ہندوستان کے مسلمانوں میں جس کا اتنا یقین ہے کہ خاص کر مسلمان عورتوں کے طبقہ میں اس کو بارہ وفات کا مہینا کہتے ہیں۔ لیکن علامہ شبلی نعمانی اس پر تنقید کرتے ہوئے سیرۃ النبی جلد دوم کے ایک حاشیہ میں لکھتے ہیں "کتب احادیث کے تمام دفتر چھان ڈالنے کے بعد تاریخ وفات کی کوئی روایت مجھکو احادیث میں نہیں مل سکی ارباب سیر کے ہاں تین روایتیں

---

[1] صحیح بخاری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ

یکم ربیع الاول، دوم ربیع الاول اور بارہ ربیع الاول"۔ پھر مختلف پہلوؤں سے اس پر تنقید اور تبصرہ کرتے ہوئے علامہ شبلی یکم ربیع الاول کے حق میں فیصلہ کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی یہی تاریخ بتاتے ہیں۔

بہرحال ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری کا نصف اول اور دوشنبہ کا دن تھا جس پر قریب قریب سب کا اتفاق ہے۔ وفات کے وقت کا واقعہ صحیح بخاریؒ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے[1]

"عن عائشة دخل عبد الرحمن بن ابی بکر النبی صلی الله علیه وسلم وانا مسندته الی صدری ومع عبد الرحمن سواك رطب یستن به فابده رسول الله صلی الله علیه وسلم بصره فاخذت السواك فقضمته ونفضته وطیبته ثم دفعته الی النبی صلی الله علیه وسلم فاستن به فما رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم استن استنانا قط احسن منه فما عدا ان فرغ رسول الله صلی الله علیه وسلم رفع یده او اصبعه ثم قال فی الرفیق الاعلی ثلاثا ثم قضی"

"عائشہؓ سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰنؓ ابن ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ میرے صدر کی طرف تکیہ لگائے بیٹھے تھے اور عبدالرحمٰن کے پاس مسواک تھی جس سے وہ اپنے دانت صاف کر رہے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اپنی نگاہ ڈالی۔ پھر میں نے مسواک عبدالرحمٰن سے لے لی۔ پھر اس کے ملائم حصّہ کو اور ملائم کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کر دی۔ پھر آپ نے اس سے اپنے دانت صاف کیے اور میں نے اس سے بہتر طریقہ سے دانت صاف کرتے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ آپ نے اپنا ہاتھ اٹھایا پھر تین مرتبہ فرمایا فی الرفیق الاعلیٰ۔ پھر آپ کی وفات ہو گئی"

اس طرح "انا بشر مثلکم" میں بتایا ہوا مقدس جسد عنصری کے متعلق

[1] فتح الباری باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ الحدیث السابع عشر

قرآنی وعید "اِنَّکَ مَیِّتٌ" پورا ہوا۔ اس مادی دنیا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخشیجی بشریت کا ضرور خاتمہ ہوگیا۔ لیکن آپ کا دوسرا عظیم الشان منصب "یُوحیٰ اِلَیَّ فی الرفیق الاعلیٰ" اس کے متعلق کیا ہوا۔ یہ روحانی فلسفہ کے متعلق نہایت عمیق مسئلہ ہے اس کے حل سے یہ احقر العباد عاجز ہے اور اپنے قصور کا اعتراف کرتا ہے

گھر میں خاص خاص صحابہ آتے جاتے تھے حضرت ابوبکرؓ آئے پردہ اُٹھایا گیا اُنھوں نے دیکھکر کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن

قرآنی پکار | محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین کے عظیم الشان منصب کے حامل ہیں آپ کی حیات شریف بتاتی ہے کہ کس طرح کامیابی کے ساتھ انسانی سلامتی اور امن کا نظام پیش نگاہ رکھتے ہوئے انسانی خلافت فی الارض کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ اس نظر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف کا ایک ایک لمحہ نگاہ کے سامنے رکھکر اسوۂ حسنہ بنانے کی ضرورت ہے۔ جس عظیم الشان زندگی سے بہت ہی قلیل حصہ بلکہ اقل ترین حصہ اس کتاب کی دوسرے حصہ کی تین جلدوں میں جمع کر دیا گیا ہے کہ نہ صرف روحانیات کے متلاشی بلکہ دنیا کی بہتری کے متلاشی بھی اس سے سبق حاصل کریں اور اس کے متعلق عالم انسانیت سے خطاب کر کے قرآن کی پکار گزشتہ ساڑھے تیرہ سو برس سے برابر ہے عمیق نگاہ سے یہ آیت دیکھو۔

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا" "حقیقت میں اللہ کے رسول میں تمھارے واسطے عمدہ نمونہ ہے اُس کے واسطے جو اُمیدوار ہے اللہ اور آخر دن کا اور اللہ کا بہت ذکر کرتا ہے"۔

(قرآن مجید۔ سورۂ احزاب)

اللّٰهم صلّ علیٰ محمد عبدك ورسولك وعلیٰ اٰله واصحابه وعلی المومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات صلوٰة كثیرا كثیرا

چوتھی فصل

تجہیز و تکفین اور دفن

لا یجمع اللہ علیک موتتین۔ تجہیز و تکفین
جنازہ کی نماز اور دفن

لا یجمع اللہ علیک موتتین | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ اپنے گھر سے آئے اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں داخل ہوئے حضور صلعم کا مُنہ چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے مُنہ کھول کر دیکھا اور روئے اور کہا:

"بابی انت وامی واللہ لا یجمع اللہ علیک موتتین اما الموتۃ التی کتبت علیک فقد متھا"

"تجھ پر میرے ماں باپ قربان اللہ تجھ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا لیکن وہ موت جو تجھ پر لکھی گئی تھی وہ تو آ گئی"

بے شک شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو عالم بنی آدم کی سلامتی اور امن کے قواعد قوانین الٰہی کی حامل ہے ان شاء اللہ کبھی نہیں مرے گی اور فتح الباری میں بھی اس قول کی تشریح کی گئی ہے۔

تجہیز و تکفین | سیرۃ النبی میں ہے کہ "تجہیز و تکفین کا کام دوسرے دن سہ شنبہ ۱۳ ربیع الاوّل کو شروع ہوا"

غسل حضرت عباس، حضرت علی، حضرت فضل ابن عباس اور حضرت اسامہ

ابن زید ان سب گھر کے لوگوں کی موجودگی میں دیا گیا۔ حضرت اسامہؓ اور حضرت عباسؓ پردہ کیے ہوئے تھے اور حضرت علیؓ غسل دے رہے تھے۔ اندر سے کواڑ بند تھے تاکہ مجمع نہ ہو جائے۔ دستک دینے پر حضرت علیؓ نے حضرت اوس ابن خولی کو بھی اندر لے لیا وہ پانی کا گھڑا بھر کر لاتے جاتے تھے حضرت علیؓ نے آپ کا پاک جسم سینہ سے لگا لیا تھا اور حضرت عباسؓ اور ان کے دونوں بیٹے قثم ابن عباسؓ اور فضل ابن عباسؓ کروٹیں بدلتے جاتے تھے غسل کے بعد آپ کو تین سفید یمنی کپڑوں کا کفن پہنایا گیا جس میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا۔

جنازہ کی نماز اور دفن

حضرت عائشہؓ کے حجرے میں جہاں آپ نے وفات پائی تھی وہیں تھوڑے تھوڑے آدمی آتے جاتے تھے اور جنازہ کی نماز پڑھکر نکلتے جاتے تھے اور اُسی مقام پر جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تھی قبر کھود کر آپ کو دفن کر دیا گیا۔ اور اُس پاک اور طاہر مطہر جسم مبارک کو تہ خاک کر دیا گیا جس کی سپرد ساری انسانی دنیا کے سلامتی اور امن کا انتظام کر دیا گیا تھا اور جس مقدس شخصیت نے صرف چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں انسانی سلامتی اور امن کا ایسا عالمگیر انتظام کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک اُس کا عمل و دخل دائم و قائم رہے گا۔ اس لیے کہ اس انتظام کا انسانی فطرت سے تعلق ہے۔

سلموا یا قوم بل صلوا علی الصدر الامین

مصطفیٰ ما جاء الا رحمۃ للعالمین

موسیٰ

دہلی:
یکم رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۱ھ